بتوفیق رنگین نمائے ریاحین چمن و عوض خرمی فزائے یاسمین سخن

شاہنامہ اُردو

حسب

شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور نے

اپنے مطبع علمی پرنٹنگ پریس میں باہتمام فیروز الدین پرنٹر چھپایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سزاوار حمد خدائے کریم — کہ ہے کردگار و غفور و رحیم
کبھی دے فریدوں کو وہ دستگاہ — کہ ہے گاہ جمشید کو وہ پناہ
جن و دیو و انسان و حور و پری — مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیا اسنے پیدا یہ بالا و پست — زبردست دنیا میں اُسکے ہیں پست
عجب اسکی قدرت عجب شان ہے — عیاں اسپہ سب راز پنہان ہے
بھرے دم حباب اسکا دریا میں ہاں — رکھے موج ذکر اُس کا ہر دم زباں
چمن میں کیا سرو کو سرفراز — بہار و خزاں سے ہے بے نیاز
خداوند کون و مکاں ہے وہی — نگہدار خلق جہاں ہے وہی
اگر وہ نہ دے قوت و زور سے — تو پھر منشی کوئی کیا کر سکے
توانا ہے وہ آپ اور زورمند — قوی ہے خداوند پست و بلند
گدا و شہ اسکے ہیں فرماں پذیر — وہ سب کا ہے یاری و دستگیر

شہی بخش شاہنشہاں ہے وہی — بلندی دہ خسرواں ہے وہی
کبھی ناتوانوں کو بخشے وہ زور — سلیماں کو گاہے کرے زیر مور
کئے اسنے قدرت سے پیدا تمام — نہاں تھے جو سب عدم میں تمام
بلند اسنے چرخ بریں کو کیا — فراخ اسنے یکسر زمیں کو کیا
پرستار اُس کا ہے ہر اک مدام — کرے ذکر اُس کا سبھی خاص و عام
کیا اسنے آراستہ باغ دہر — عنایت سے اسکی ہے گل شاد و بہر
جہاں کا ہے پاک پروردگار — پرستار اسکے ہیں سب تاجدار
دلیروں کو اسنے کیا ہے دلیر — کیا نرہ شیروں کو اسنے ہی شیر
گدا کو وہ چاہے تو دے خسروی — ضعیفوں کو دم میں وہ کر دے قوی
وہ بخشے جسے عزت و افتخار — نہ دے تاب کسکی کرے پھر جو خوار
تو اے منشی اسکی ہی کر التجا — کہ شاہ و گدا اسکا ہے ملتجا
تو درگاہ میں اسکی ہو ہم زباں — تضرع کناں اور مناجات خواں

مناجات بدرگاہ حق سبحانہ تعالےٰ

ہیں افتادہ و پابستہ خاک ہوں — ستمدیدہ دور افلاک ہوں
ستاتی ہے اب گردش روزگار — مجھے خوار کرتے ہیں لیل و نہار
یہ پھرتا نہیں بخت برگشتہ آہ — رکھے ہے سرگشتہ شام و پگاہ
نہیں ہے کوئی اور فریاد رس — تو ہی دادخواہوں کا ہے دادرس
نگاہ کرم مجھ پہ کر یا خدا — مجھے بند رنج و الم سے چھڑا
ہرا کر تر و تازہ باغ مراد — مرا کر تو روشن چراغ مراد
دکھا اب بہار گل آرزو — پلا مجھکو جام مل آرزو
گنہگار ہوں اور عصیاں شعار — ولے تو ہے غفار آمرزگار

گنہ بخش میرے کہ میں بندہ ہوں
پرستندہ ہوں اور افگندہ ہوں

نہیں اور کچھ خواہش دل بیاں
ولیکن تمنا ہے یہ ہر زماں

نہ درگاہ سے اپنی رکھنا مراد
تو برلا مراد اور رکھ مجھکو شاد

شبستان دلکو مرے سربسر
چراغ خرد سے منور تو کر

میری طبع ہو نکتہ دان با الٰہ
معانی شناسی کی ہو دستگاہ

مرے خامہ کو کر تو گوہر فشاں
زباں کو مری کر فصیح البیاں

مجھے اپنے در کے سوا اور در
دکھا مت خدائے داور دادگر

کہ منت کش غیر ہرگز ہوں
ترا ایک ممنون احسان ہوں

جہاں میں نہ رکھ دل پریشاں مجھے
نکر فکر روزی سے حیراں مجھے

مجھے اپنے گنجینۂ فیض سے
در دانش و گوہر عقل سے

مجھے بخش اب دستگاہ سخن
شتابی دکھا مجھکو راہ سخن

الٰہی مری اب دعا ہو قبول
بحق محمدؐ طفیل بتولؓ

نعت سرور کائنات جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر از مشک و عنبر ہوئی ہے دہاں
ثنائے محمدؐ ہے ورد زباں

سر سروراں ہے وہ عالیجناب
سپہر نبوت کا ہے آفتاب

سر سروراں احمد مجتبےٰ
رسول خدا سید الانبیا

سحاب سخا و محیط کرم
یم جود و خوش خلق عالی ہمم

فروغ جہاں نور ایمان و دیں
وہ شمع شبستان اہل الیقیں

فرازندۂ رایت سروری
درخشندہ خورشید پیغمبری

قدم اسنے معراج پر جب رکھا
تو پایہ بڑھا اور معراج کا

میسر ہوا جب کہ قرب حضور
نظر اس کو آیا وہ تابندہ نور

بخشا اسے پایگاہ رفیع
ہوئے جسکے شاہان عالم مطیع

کروں اسکے اصحاب کا اب بیاں
کہ ہیں صاحب عز و فخر فشاں

کرے اب جو اوصاف کا کچھ بیاں
طاقت قلم میں نہ تاب و تواں

معین و مددگار ہو یا مصطفےٰ
میرے دلکے برلاؤ تم مدعا

وہ ختم رسل سرور نامور
فلک جسکے آگے جھکاتا ہے سر

جہاں جسکے دیں سے ہے روشن تمام
مہ انور اس کا ہے ادنیٰ غلام

خردمند دانش ور و بے نظیر
بسان مہ و مہر روشن ضمیر

وہ مہر جہانتاب اوج جلال
وہ سرو سرافراز باغ کمال

شفیع گناہاں بروز جزا
کشائندۂ عقدۂ مدعا

وہی خاص خاصان درگاہ دار
کہ جسنے کیا دین کو استوار

سپہر بریں گئے نہ ہے خوش نصیب
ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب

تجلی کہیں جسکو اہل یقیں
خدا ہے جس نے زمان و زمیں

گرامی و اشرف ہے انبیا میں
غرض اسکی لولاک ہے شان میں

ابوبکرؓ عثمانؓ والا گہر
عمرؓ اور علیؓ وہ شہ نامور

کروں میں سخن کو بس اب مختصر
یہ ہے عرض میری کہ شام و سحر

گنہگار ہوں میں بروز حساب
مری کیجیو تم شفاعت شتاب

یہ بنشی تمہارا ہے ادنے غلام
کرم اس پہ اپنا کرو صبح و شام

بکہ اے خامہ اب مدح شاہ جہاں
شہنشاہ جمجاہ صاحبقراں

در تعریف ابو نصر محمد معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی

جہاں دار اکبر شہ بے نظیر
خداوند تاج و کلاہ و سریر

ہمایوں خصائل شہ نامور
خجستہ شمائل فرشتہ سیر

محبت رکھے تو وہ درویش سے
مودت ہے اسکو وفا کیش سے

حقیقت کروں علم کی کیا بیاں
نہیں اسکے ہمسنگ کوہ گراں

فروزندہ خورشید برج سہی
گرامی در درج شاہنشہی

جہانبان دین پرور حق پژوہ
حقایق شناس شاہ والا شکوہ

شناور ہے دریائے عرفان کا
دل اس کا ہے مثل گہر صد صفا

فزوں شفقت و خلق و ہمت بلند
مروت میں یکتا شہ ارجمند

خدیو زماں شاہ عالی وقار | شہ دادگر خسرو نامدار || جہاں پرور و کامِ بخشِ جہاں | سر سرفرازان گیتی ستاں
وہ دولت شاہ عالم پناہ | فقیر و غنی کا ہے امید گاہ || بنے کام یاں ہر کسی کا شتاب | یہاں آکے ہر کوئی ہو کامیاب
یہ وہ بارگاہ ہے کہ امیدوار | نہ محروم یاں سے گیا زینہار || سخاوت میں دیکھا تو بحر سحاب | حضور اسکے خجلت سے ہے غرق آب
کفِ جود سلطان والا گہر | گہر بار رہتا ہے شام و سحر || اگرچہ ہو فرمانبروں سے کہا | کرے عفو از رہِ لطف و عطا
جہاں کشاں ہو وہیں سجدہ کناں | وہ ہے آستان جبین زماں || جھکایا یہاں جو سر انکسار | تو چرخ بریں نے یہ پایا وقار
نہ یہ رتبہ چرخ ہوتا کبھی | اٹھاتا نہ گر اس کی ... کبھی || تو اک ہیں سب انس بخت گواہ | کہ مشتری اسکا ہے رخشندہ ماہ
عطارد رہی منشی جہاندار کا | سپاہی ہے مریخ سرکار کا || جو یاں مشتری گرم طاعت ہوئی | تو اس کو یہ قسمت سعادت ہوئی
کیونکہ ہو زہرہ کا یا فخر شان | کہ ہے نغمہ سنجاں کا چاکر یہاں || زحل نے اطاعت جو کی اختیار | تو پایا فلک پر بڑا اختیار
بلطف شہنشاہ عالیجناب | فقط دوستاں ہی نہیں کامیاب || جو دشمن بھی ہوں آکے عذر خواہ | کرے اپنے احسان سے وہیں پناہ
شہنشہ کے اوصاف ہیں بے تمام | نہیں تاب کلک و زباں نہ یہاں || کرے جو بیاں وصف شاہ زمن | دعا پہ ہے ناچار ختم سخن
منشی کی ہو آرزو ہر زماں | یہی ہے دعا اسکی ہر روز یاں || کہ یارب شہنشہ و شاداں رہے | ترا لطف اس پر نگہباں رہے
ہو اس کی شمشیر کشور ستاں | نہ خاک و خوں ہو سر دشمناں || جہاندار اکبر بہ روز بخت | ہمیشہ جہاں میں ہے با تاج و تخت

بیان سبب تالیف کتاب

عزیزان معنی شناس ایک دن || کہ تھا شامل نو روز بہجت فروز
ہم محفل آرا تھے ہنگام شب | ہوا تھا سامان عیش و طرب || وہ مجلس تھی رشک بہار چمن | سحر اک لطیفہ تھا ذکر شعر و سخن
تواریخ کا بھی جو مذکور تھا | تو پھر ہر کسی نے بیاں یوں کیا || کہ ہے شاہنامہ تماشا کتاب | عجب نظم دلکش ہے با آب و تاب
سے ہر کسی کو میسر نہیں | یہ تاریخ فرخ نہیں ہر کہیں || توکل کہ مرد سخن سنج تھا | کیا ترجمہ اس نے شہنامہ کا
لکھی نثر میں نسخہ مختصر | کہ احوال معلوم ہو سر بسر || یہ شمشیر خانی وہ موسوم ہے | تمام اسمیں احوال مرقوم ہے
یہ سن کر کہا مرے مہرباں | سخن فہم و دانش ور و نکتہ داں || کہ زور آور انکا جہاں میں ہے نام | بخلق پسندیدہ مشہور عام
یہ بولے کہ اے منشی اس نامہ کو | تم اب ریختی کی زباں میں لکھو || کرو نظم ترتیب باآب و تاب | بخلق پسندیدہ گردوں جناب
یہ سلطان کے جو ہے تاج شاہنشہاں | وہ خاقاں کہ ہے خسرو خسرواں || چراغ شبستان سلطان سپہر | جہاندار بخشندہ لعل و در
خدا نے جسے شاہ اکبر کیا | خداوند اورنگ و افسر کیا || زبان سخن جب تو با صد طرب | وہیں کر کے شمشیر خانی طلب
ہوا میں دل و جاں سے مصروف کار | لکھی نظم یہ دلکش و آبدار || بجز فکر اشعار شام و سحر | نہ تھی مجھ کو زینہار فکر دگر
معانی شناسان فرخ نہاد | سخن آشنایان با دین و داد || ہوئے سنکے اس نظم کو شاد کام | رو منصفی سے یہ بولے تمام
کہ واللہ یہ نامہ دلپذیر | بہت خوب ہے بلکہ ہے بینظیر || بجا ہے جو ہوں اسپہ گوہر نثار | کہ ہے یہ تمام شہ نامدار
مرتب یہ شاہنامہ جب ہو چکا | کیا فکر تب سال تاریخ کا || تو پھر ہاتف غیب نے صبح دم | کہا قصہ خسروان عجم

نخستین ذکر سلطنت کیومرث و جنگ لشکر دیوسار!

سخنگوی روشندل و ہوشمند
یہ کہتا ہے نہ سپہر بلند

ہوا پہلے جو کوئی کشور کشا
شہ دادگستر کیومرث تھا

سدا کوہ میں تھا وہ مسکن گزیں
بجز چرم پوشاک تھی کچھ نہیں

سیامک تھا اس شاہ کا اک پسر
خردمند مثل پدر نامور

کیومرث کا دشمن اک دیو تھا
ارادہ اسے اس سے تھا جنگ کا

غرض بچہ اس دیو کا ایک بار
پدر سے لگا کہنے اے نامدار

یہ ہے عرض میری کہ جو حکم ہو
تو جاؤں کیومرث کی جنگ کو

سنا اسنے جب یہ بیان پسر
تو دیوؤں کی فوج اسکے ہمراہ کر

کیا اس کو وہیں رواں جو شاہ
کہ تا ہو کیومرث سے کینہ خواہ

سیامک نے جسدم سنی یہ خبر
کیا عرض جا کر حضور پدر

کہ اب حکم کا ہوں میں امیدوار
جو ہو حکم جاؤں پئے کارزار

کیومرث نے اسکو رخصت کیا
بہت اس کے ہمراہ لشکر لیا

جو وہ بادشہزادۂ جنگ جو
ہوا بچۂ دیو کے رو برو

تو پھر بچۂ دیو کے ہاتھ سے
نہ ہر گز ہوئی پھر رہائی اسے

سیامک ہوا رزمگہ میں ہلاک
بلا جسم اس کا تہ خون و خاک

یکایک جو لشکر نے کھائی شکست
سپہر بریں نے کیا اسکو پست

حضور کیومرث آئے دواں
ہوا شاہ غمگین و گریہ کناں

سیامک کا ایک سال ماتم رہا
دل و جان کو اپنے پر غم رکھا

سنی بعد اسکے اک آواز غیب
ہوا شاہ کو یوں عیاں راز غیب

کہ بس اب صبوری کو کر اختیار
زیادہ نہ ہو نوحہ گر زینہار

ذرا رکھ تو دل کو قرین خوشی
کر اب جا کے دیووں پہ لشکر کشی

مظفر تو ہوگا بفضل اله
دلیرانہ دیوؤں سے ہو کینہ خواہ

زمیں دیو ناپاک سے پاک کر
رخ دیو سرکش تہ خاک کر

کیومرث نے جب سنی یہ ندا
تو ہو شادماں غم کدے سے اٹھا

کیا اپنی آراستہ فوج کو
ہوا ساتھ دیوؤں کے پھر جنگجو

سیامک کا اک پور ہوشنگ تھا
کہ سر تا پا ہوش و فرہنگ تھا

دلیر و ہنرمند اہل تمیز
کیومرث کا جان و دل سے عزیز

کیا شاہ نے اسکو سردار فوج
روانہ ہوا پھر وہ مانند موج

درندا اور چرندا اور ہر جانور
سدا تھے مطیع شہ نامور

کیومرث کے ساتھ باہم دد و
روانہ ہوئے واں سے ہر دو

جو پہنچا وہ لشکر تو یہ دیو بھی
ہوا آ کے شہ کے مقابل وہی

پئے رزم شاہنشہ نامدار
وہ لایا بہت لشکر دیو سیاہ

ہوا گرم بازار رزم و ستیز
ہوئی ایک پا وہاں رستخیز

زبس گرم کیں ہر دلاور ہوا
تو مغلوب دیوؤں کا لشکر ہوا

ہوئے دیو عاجز دو دام سے
خفا زندگی کے ہوئے نام سے

ہزاروں ہوئے کشتہ و خستہ بس
رہی جنگ کی پھر نہ دیوؤں میں ہوس

کیومرث کے ہاتھ سے دیو سیاہ
ہوا کشتۂ خنجر آبدار

غرض دیو اور بچۂ دیو بھی
ہوئے قتل اور اس کا لشکر سبھی

کیومرث کے فتح شامل ہوئی
تمنائے دل اس کی حاصل ہوئی

کیومرث نے شاہ خجستہ خصال
جہاں میں رہا حکمراں تیس سال

بیان احوال سلطنت ہوشنگ

بفرخنده فالی ہوا بعد ازاں
وہ ہوشنگ فرمانروائے جہاں

ہوا جبکہ ہوشنگ فیروز بخت
بصد فرخی مالک تاج و تخت

جہاں پروری کرنے کی اختیار
کیا عدل و انصاف لیل و نہار

جہاں داد سے اسکی آباد تھا
نہ تھا نام غم کا ہر اک شاد تھا

لیا اور یہ کام فرہنگ سے
کہ آتش نمود اسکی سنگ سے

جب آیا ہی پور پشیں نظر
تو شاہ جہاندار فرخ سیر

سپاس خداوند لایا بجا
یہ ارشاد تاکید سے پھر کیا

کہ آتش ہے نور الٰہی تمام کرے خلق آتش پرستی تمام
جہاندار نے پھر بہ آئین نیک کیا جشن شاہانہ ترتیب ایک
سوئے شہر لایا وہی آب جو بآئین دلچسپ مطبوع نکو
بجز میوہ غیر برگ شجر نہ پوشاک تھی نہ خورش پیشتر
نشان اسنے دی سمن تا طعام دل مردماں کو کیا شادکام
سمور اور سنجاب اور پوستین کئے اسنے پیدا ز روئے زمین
جہاں میں یہ آہن گری کا ہنر کیا اسنے ظاہر نہ تھا پیشتر
چہل سال یاں داد و دانش رہا جہاندار ہوشنگ فرمانروا

در بیان احوال سلطنت طہمورث

عمر اسکی آخر ہوئی بعد ازاں ہوا شاہ طہمورث شاہ جہاں
وہ طہمورث شاہنشہ ارجمند جسے خلق عالم کہے دیو بند
رعیت نواز اور تھا داد گر تھا کام جز داد شام و سحر
تمنائے خاطر تھی بہبود خلق مراد دل بادشہ سود خلق
جو تھے عہد میں اس کے دانشوراں یہ اُن سے لگا کہنے شاہ جہاں
کہ تدبیر ایسی کرو کوئی اب کہ ہو خلق کو منفعت روز و شب
پھر آغاز داں پشم بافی ہوئی کہ پوشاک مردم کو کافی ہوئی
سیہ گوش اور یوز و شاہین و باز بعہد شہنشاہ گردن فراز
ہوئے سب گرفتار دام آنکر وہ سیکھے شکار افگنی سر بسر
شہ خلق پرور کا تھا اک وزیر خردمند و دانا و روشن ضمیر
وہ قید ایکدن کرکے ایک دیو کو لے آیا حضور شہ نامجو
وہیں دیو غیرت میں آئے تمام کیا عزم رزم شہ نیک نام
فراہم ہوئے دیو پئے جنگ شاہ ادھر سے ہوا شاہ بھی کینہ خواہ
جو سرکردہ دیوؤں کی تھا فوج کا سوا اس دیو سرکش کا غو نام تھا
صف آرا ادھر تھے وہ خونخوار دیو ادھر تھے دلیران گیہان خدیو
بہم جنگجو ہر دو لشکر ہوئے ہزاروں جگہ سے الگ سر ہوئے
وہ غو شاہ کے جب مقابل ہوا تو غو کا شہنشاہ قاتل ہوا
بیک گرز لوٹا سر کینہ خواہ دکھائی عدم کی وہیں اسکو راہ
رہے زندہ میدان میں اور جو دیو انہیں قید کر لیگیا وہ خدیو
پھرا رزمگہ سے جو وہ فتحیاب کیا حکم تب شاہ نے یوں خطاب
کرو قتل دیوؤں کو یکدست اب لگے کہنے دیوان خونخوار تب
اگر ہووے جانبخشی اے تاجور تو سکھلا دیں ہم ایک طرز ہنر
پذیرا کیا شاہ نے یہ التماس وہ لائے دوات و قلم شاہ کے پاس
شہنشہ کو لکھنا سکھایا وہیں وہ حرفوں کو پڑھنا بتایا وہیں
شہنشہ نے سی سال کی داد دی سبہ اسکے محکوم دیو و پری

بیان احوال سلطنت جمشید

پسر تھا جو جمشید طہمورث کا ہوا بعد اسکے وہ فرمانروا
جہاندار جمشید عالی تبار خردمند دانشور و ہوشیار
خداوند اورنگ شاہنشہی سپہدار اقلیم فرماندہی
دلیر و قوی زور آفاق گیر ہر اک شاہ تھا اس کا فرمان پذیر
شجاعت بہت خوب ہمت بلند اور اقبال و دولت سے تھا ارجمند
بہا سے فزوں اسکا جاہ و حشم سدا خلق پر اس کا لطف و کرم
ہنرمند آگہ دل و ذوفنون فراست سے ہر چیز کا رہنموں
فن پارچہ بافی و کشتکار کیا شاہ جمشید نے آشکار
فرد خز و دیبا و ریشم کتاں زرہ جوشن و تیغ و برگستواں
ہوا عہد میں اسکے پیدا یہ سب ہوئے اس جہاں میں ہویدا یہ سب
زراعت کے قابل زمیں تھی جہاں سو اسکے بھیجا تھا آب رواں
بادشہ نے مردم کو سنگ و گچ میں ہوا ہر کوئی ہر مکانیں مکیں
سنوار اور ہر شخص کو ہر مکاں دیا اور کیا حکم یہ بعد ازاں
کہ اب اس مکاں میں سب آسودہ رہو نہ بے شغل و بیکار ہرگز رہو
یہ دیوؤں کو ارشاد پھر واں کیا کہ تم طرز نقشہ مکانات کا

سکھاؤ یہاں مرداں کو تمام — اور کرنے لگیں سب عمارت کا کام
ہوا جبکہ حکم شہ نامدار — ہوئے دیو تب وہیں مشغول کار
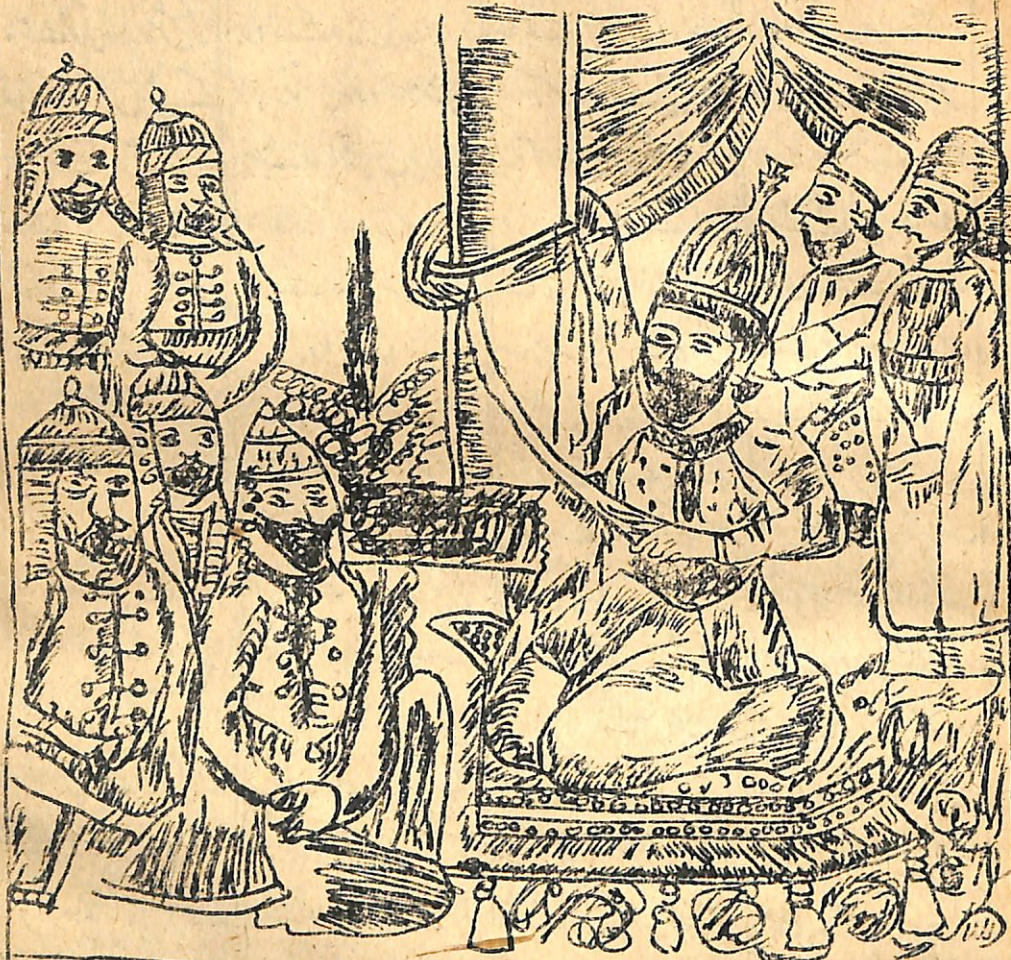
وہ حمام اور قصر و ایوان کاخ — بنائے گزین بلند و فراخ
بنائے گچ و خشت اور سنگ سے — طرحدار دلچسپ ہر رنگ سے
بہت دلکشا اور بہت استوار — سراپا لطافت سراپا بہار
پھر اک تخت شاہ نے مرتب کیا — بیاقوت و گوہر مرتب کیا
اور اس تخت پر بیٹھتا تھا مدام — رہے تھا سدا خرم و شاد کام
کبھی حکم کرتا وہ یوں دیو کو — اٹھائے ہوئے تخت کو لے چلو
غرض دیو لے اڑتے دوش پر تخت — جہاں چاہتا وہ شہ نیک بخت
پہنچتا وہاں ایک دم میں بشوق — تھا دیووں اندیشۂ تحت و فوق
شہنشہ نے کشتی بھی تیار کی — محیط جہاں میں پہلے نہ تھی
سر سال کا ہے جو نوروز نام — سو اس کا موجد شہ ذوالکرام
جب آیا وہ نوروز عشرت قریں — تب اک جشن ترتیب کرتا وہیں
مہیا مے و نغمہ ہوتا وہاں — غرض عیش کرتا وہ شاہ جہاں
جن و دیو انس و پری کو مدام — گہر بخشتا خسرو نیک نام
بعیش و طرب تین صد سال تک — رہا حکمراں شاہ زیر فلک
رہی خلق آسودہ و بے خطر — بہت خرم و شاد و شام و سحر
نہ بے شغل کوئی نہ بیکار تھا — کوئی دردمند اور نہ بیمار تھا

نہ تھا کوئی رنجور اُس دور میں
ہے مرگ بھی دور اُس دور میں

جو گذرے برس سات سو اس طرح
کیا ہے بیاں میں نے یاں جسطرح

تو شہ سے ہوئی دور دانش و نور
ہوا شاہ کے دل میں پیدا غرور

یکایک جو اپنی طرف کی نظر
کہ جاہ و حشم ہے مرا اسقدر

تو آیا وہیں دل میں جمشید کے
کہ ہمسر ہوں میں ماہ و خورشید کے

بجاہ و حشم زیر چرخ بریں
برابر کوئی اپنے دیکھا نہیں

اکابر جو تھے انکو کرکے طلب
یہ جمشید لایا زباں پر کہ اب

بتاؤ کہ دنیا میں ہے کوئی شاہ
کہ جسکا برابر ہو میرے جاہ

خداوند اور رنگ و افسر ہوں میں
جہاندار و بخشندہ رہنما ہوں میں

جہاں کو کیا میں نے آراستہ
جہاں فتنے سے ہوا ہیچ برخاستہ

خور و خواب آرام اہل جہاں
یہ جمعیت خاطر مردماں

نشاط و خوشی نغمہ و جام مے
مری ہی سبب سے ہے ہر ایک سے

جہاں میں ہوا مجھ سے پیدا ہنر
نہیں کوئی مجھ سا شہ نامور

سنا جبکہ جمشید سے یہ سخن
لگے کہنے دانشوران زمن

کہ بس ہے تو بخشندہ و دادگر
نہیں اور مجھ سا کوئی تاجور

ولے دل میں سمجھے وہ یزداں شناس
کہ جمشید حق سے ہوا ناسپاس

ہوا رخصت اُس سے بس اقبال و بخت
نصیبوں سے اسکے گیا تاج و تخت

کوئی ان کو دیکھے ہے یہ روز بد
ہوئی فرد فرماں وہی اسکی رد

وہ فرمانبران شہ نامدار
کنارا لگے کرنے بے اختیار

خفا ہو کے شاہ سے وہ یکبار سب
غرض اُٹھ گئے واں سے سردار سب

شہنشہ کے دل میں آیا ہراس
وہیں اُڑ گئے اُس کے ہوش و حواس

یقیں ہو گیا یہ کہ یزداں پاک
مقرر ہوا مجھ سے اب خشمناک

لگی دولت اس شہ سے منہ پھیرنے
لگی اسکو بیداد تیغ گھیرنے

جہاندار جمشید انجام کار
ہوا بس تباہ اور پریشان خوار

گرفتار قہر الٰہی ہوا
جدا بادشاہ سے تخت شاہی ہوا

ملا الغرض خاک میں بخت جم
ہوا جا کے ضحاک پھر تخت جم

لکھوں آگے ضحاک کی داستاں
کروں اُسکی اب سلطنت کا بیان

بیان احوال سلطنت ضحاک تازی

سپہدار مرتاض تازی بنام
شہ کامران خسرو دادگر امام

نہ تھا تازیاں میں وہ فرمانروا
رعیت نوازی میں مشغول تھا

ہزاروں بزور شتر گاو میش
رکھے تھا سپہ فرخندہ کیش

شب و روز ان چار پاؤں کا شیر
غریبوں کو دنیا شہ بے نظیر

پسر ایک تھا اُس کا ضحاک نام
جوان و دلیر و نکو احتشام

رکھے اسپ تازی تھا وہ دس ہزار
بڑا جاہ تھا اور بڑا اقتدار

حضور اُسکے ابلیس تھا راست گو
ہوا حاضر اک دن بشکل نکو

گذارش کئی لطیفے کہیں آن کر
کہ دلچسپ اسکے نہیں سر بسر

ولے تھا فریب اُسمیں یکسر بھرا
غرض سے سخن کوئی خالی نہ تھا

معرا تھا ضحاک جو عقل سے
ہوا خرم و شاد اس نقل سے

لگا کہنے ابلیس سے او بھی
بیاں کر لطیفہ بلطف و خوشی

وہ بولا اے شاہ فرخ نہاد
سخن تو بتا ایسے یاں مجھ کو یاد

یقیں میں کہتا ہوں اِک شرط سے
کہ گر عہد اور قول دے تو مجھے

کہ جو کچھ کہوں میں کرے تو وہی
کسی سے نہ یہ راز کھولے کبھی

قسم کھا کے ضحاک نے یہ شتاب
دیا اُس کو گفتار کا یہ جواب

یہ مذکور کیا جو زرے راز کو
کروں ظاہر اک امر فرخندہ خو

ہوا جب کہ آپس میں عہد استوار
یہ ابلیس بولا کہ اے نامدار

جو مرتاض تازی ہے تیرا پدر
تو اسکو شتابی کہیں قتل کر

کہ تو ہے جوان اور ترا باپ پیر
یہ تجھکو ہے زیبندہ تاج و سریر

یہ سنکر ہوا دل کو اک اسکے درد
لگا کہنے اُس سے کہ اے نیک مرد

یہ گفتار تو نہ پسندیدہ ہے
نہ میزان دانش میں سنجیدہ ہے

رہ و رسم دانش سے جو دور ہو
وہ بیداد کب مجھکو منظور ہو

کہی شاہزادہ نے یہ بات جب
یہ بولا وہ ابلیس ناپاک تب

ہے تیری گردن پہ سو گزند
تو خونخوار اور تجھکو پہنچے گزند

یہ پوچھا کہ کسطرح کیجیے ہلاک
بتا کوئی تدبیر بےخوف و باک

کنواں ایک اُس شاہ کی رہ میں
کروں کندہ تا وہ گرے چاہ میں

وہ شہ اُس مکان میں زروئے طرب
عبادت کو جاتا تھا ہنگام شب

کیا اُسکو خس پوش پھر سر بسر
شہ نامور کو نہ تھی کچھ خبر

گئے ٹوٹ اُسکے سر دست و پا
ہوا قید ہستی سے دم میں رہا

پھر ابلیس بدذات نے یوں کہا
کہ صد شکر اے شاہ کشور کشا

میری دانش و عقل تدبیر پر
عمل تو کرے ہر شب و روز گر

سراسر جہاں کی تجھے خوبیاں
میسر ہوئے بادشاہ جہاں

نوازش بہت اُسپہ مصرف کی
کلید خورش خانہ پھر اُس کو دی

خورش خانہ خسرو نامور
پلا جبکہ اُسکو تو شام و سحر

وہ تیار کرتا بپیش فرماں روا
کبھی مرغ لاتا کبھی چارپائے

ہوا کھا کے اُسکو بہت شاد کام
کہ تھا خوشتر و نغز نیکو طعام

کہا ای قدرداں شاہ فرخ سیر
خورش لاؤنگا اس سے کل نغز تر

بعید لطف کیک و تذرو سفید
پکایا گیا بادل پر اُمید

زردے عنایت کہا یوں کہ اب
جو کچھ چاہیئے مجھسے کر تو طلب

مری آرزو ہو کہ شام و پگاہ
کہ اک بوسہ دوں سر کتف شاہ

برآوے مرا مدعا کیا عجب
مجھے کامیابی ہو با صد طرب

نوازش سے تجھکو کروں ارجمند
کہ ہو نام تیرا جہاں میں بلند

جو کتف اپنے شاہ نے برہنہ کیا
تو شیطان نے اُسپہ بوسے دیے

یہ کردار بد کر کے واں آشکار
نظر سے وہ غائب ہوا نابکار

کیا چارہ دانشوروں سے طلب
لگے کرنے تدبیر و تجویز سب

پھر آئنے میں ابلیس پیدا ہوا
جو شکل طبیباں ہویدا ہوا

ہوا وہ لکھا جو نصیبوں میں تھا
نہیں دفع ہوتی یہ ہرگز بلاء

اگر اس کام سے تو کرے درگذر
بچھڑے عہد سے اپنے اے نامور

نہ خون پدر اس کو منظور تھا
و لیکن وہ ناچار و مجبور تھا

لگا کہنے وہ پھر کہ اے نامدار
یہ کچھ کام مشکل نہیں زینہار

مکان ایک بیرون دو قصرائے
شہ نامور نے کہا تھا بنا

ستمگار ناپاک نے ایک چاہ
کیا کندہ وہ ہیں سر راہ شاہ

گیا جب اُدہر کو تو بس آہ میں
گرا شاہ آزاد اُس چاہ میں

وہ ضحاک بیرحم و بے دادگر
سر تخت بیٹھا بجائے پدر

ہوا میری تدبیر سے اب تو شاہ
مبارک تجھے تخت و تاج و کلاہ

تو ہو بادشاہ ہفت اقلیم کا
خداوند ہو تخت و دیہیم کا

یہ سن کر ہوا شاد ضحاک شاہ
تملق لگا کرنے شام و پگاہ

خوراک اور جز میوہ و نان واں
نہ تھی ان دنوں بہر اہل جہاں

پکانے لگا نغز و خوشتر طعام
مزیدار و خوش ذائقہ ہر طعام

پکا ایک دن بیضہ مرغ واں
خورش کو وہ لایا تو شاہ جہاں

زروئے طرب شہ نے کی آفریں
یہ سن کر کیا عرض اُسنے وہیں

غرض دوسرے روز پھر شاد شاد
حضور جہاندار فرخ نہاد

وہ ضحاک نے جبکہ کھایا طعام
نہایت ہوا خرم و شاد کام

کیا عرض ابلیس نے پھر شتاب
کہ ای شاہ ضحاک عالیجناب

یہ رتبہ نہیں گرچہ میرا ولے
مگر شاہ کے لطف عنایات سے

یہ ضحاک بولا کہ اے نیک خو
تہ دل سے بر لاؤں یہ آرزو

یہ کہہ کر دیئے کھول کتف اپنے پس
الٰہی و لعین ابلیس کے تھی ہوس

دیئے جبکہ بوسے سر کتف شاہ
ہوئے دو وہیں پیدا دو مار سیاہ

جہاندار ضحاک حیراں ہوا
بہت اپنے دل میں پشیماں ہوا

پر اس درد کا کچھ نہ پایا علاج
کسیکو بھی اُسکا نہ آیا علاج

وہ آ کر حضور شہ نامدار
لگا کہنے شاہ سے کہ اے شہریار

تری زندگی اب تو دشوار ہے
خرد چارہ سازی سے ناچار ہے

ہوا اسکے ضحاک اندوہگیں ۔ لگا کرنے فریاد و زاری وہیں
یہ کہنے لگا پھر زروئے نیاز ۔ کہ اے مرد فرزانہ و چارہ ساز
کسی طرح سے چارہ سازی تو کر ۔ شتابی سے عاجز نوازی تو کر
کیا شاہ نے جب بہت انکسار ۔ تو بولا وہ پھر یوں کہ اے تاجدار
نہیں اس سے چارہ کوئی اور نغز ۔ کہ سانپوں کو دے آدمی کا تو مغز
تری جان کو پھر نہ پہنچے گزند ۔ نہ ہے پھر نہ تو اسقدر دردمند
بتایا جو ابلیس نے یہ علاج ۔ لگا کرنے وہ ہم خداوند تاج

آمدن سلطنت ایران بدست ضحاک و آوارہ شدن جمشید و رسیدن تنہا در زابلستان بلباس دیگر و شناختن ورا دختر والی زابلستان و عقد بستن با او

یہ ہر ملک و کشور میں پہنچی خبر ۔ کہ ضحاک شاہنشہ تاجور
رکھے ہے دو مار سیاہ اپنے پاس ۔ جسے دیکھتے ہیں گم ہوش و حواس
یہ ہیبت ہوئی شاہ کی دہر میں ۔ کہ ڈرنے لگے ہر شہر میں
بزرگان ایران کے جمشید سے ۔ ہوئے منحرف سب سے وہ تنگ سے
ہوئے پیش ضحاک حاضر سبھی ۔ کمر خدمت باندھی پے زندگی
بیاں کر کے احوال ایران تمام ۔ کیا عرض یوں کہ شہ ذوالکرام
اگر فوج سرکار جاوے ادھر ۔ تو ہاتھ آوے وہ ملک بھی [illegible]
یہ سنکر وہیں لشکر بے کراں ۔ کیا شاہ نے ساتھ انکے رواں
وہ جمشید بھی آ مقابل ہوا ۔ ولے کام دل کچھ نہ حاصل ہوا
شکست اسنے کھائی بہنگام جنگ ۔ گریزاں ہوا شاہ جم بیدرنگ
جو اقبال اور بخت برہم ہوا ۔ تو جم اور تباہ لشکر جم ہوا
رہا کوئی بھی پھر نہ ہمراہ جم ۔ کسی سمت تنہا گیا شاہ جم
ہوا شاہ ضحاک ایران کا شاہ ۔ ہوا نصیب اسکے تاج و کلاہ
گئے لوگ ضحاک نے [illegible] ۔ کہا یوں کہ جم کو پاؤ جہاں
اسے قید کر کے یہاں لاؤ تم ۔ تفحص کناں ہر طرف جاؤ تم
کروں پھر ہر اک کا میں رتبہ فزوں ۔ زر و گوہر و لعل انعام دوں
ہر اک طرف کے پھر طرفدار کو ۔ کیا دوں ہی حکم شہ نامجو
کہ لا دیوے جو کہ گرفتار کر ۔ رضامند اس سے ہوں میں بیشتر
بڑا رتبہ اس کا ہو پیش حضور ۔ غم و فکر دنیا سے ویسے دور
ستمدیدہ چرخ پر فتنہ جم ۔ شب و روز با خاطر پر الم
سدا وادی و کوہ آوارہ تھا ۔ نہایت غریب اور بیچارہ تھا
ہر اک سے چھپاتا تھا وہ آپکو ۔ نہ ہرگز جتاتا تھا وہ آپ کو
پری وار مردم سے پوشیدہ تھا ۔ کہ آفت رسیدہ و غم دیدہ تھا
غرض رفتہ رفتہ بصد رنج و غم ۔ گیا زابلستاں میں وہ شاہ جم
سپہدار اور زابل کا شاہ ۔ رکھے ایک دختر تھا وہ رشک ماہ
کہ مہر سے حسن میں خوب تھی ۔ دلارام و دلدار و محبوب تھی
وہ زلف دوتا اسکی دام بلا ۔ گرفتار جن کا ہووے رہا
وہ ابرو تھے یا تیغ براں تھی ۔ وہ مژگاں نہ تھے بلکہ پیکاں تھے
کئے سینکڑوں اک نگہ سے ہلاک ۔ ہزاروں ملائے تہ خون و خاک
وہ قامت کہوں یا قیامت کہوں ۔ قیامت ہے بالا وہ قامت کہوں
کہوں کیا کہ رفتار نے کیا کیا ۔ کہ ہر گام پر فتنہ برپا کیا
لبوں سے جو کچھ اسکے ہو آشکار ۔ دم عیسوی سے ہو زینہار
وہ چشم اُس کی خونریز مست مدام ۔ ہوئی جس سے ترکوں کی ترکی تمام
سو خوبی و حسن سے وہ صنم ۔ ہنر وہ سے تھی کچھ شجاعت میں کم
ہنر پہلوانی کے تھے اسکو یاد ۔ وہ تھی پہلوانی میں یکتا و استاد
جو ورزش تھا جب تھی کوئی جنگ ۔ تو بیخوف و اندیشہ بے [illegible] رنگ
پہنتی تھی پوشاک مردانہ وہ ۔ پئے رزم جاتی دلیرانہ وہ
برستی رہ کی تھی وہ دلستان ۔ خردمند و دانشور و نکتہ داں
جوانی تھی [illegible] ۔ شعور و فراست میں تھی بے نظیر

اُسی سال میں جم منوچہر شاہ
سو زابلستان لایا پناہ

تو تدبیر سے اسکی بدخواہ پر
شہ زابلستاں نے پائی ظفر

دلیر و هنرمند صاحب جمال
جہانمیں تھی وُہ دلربا بیٹیاں

بہت اسکے شاہاں طلبگار تھے
بہ نقد دل و جاں خریدار تھے

ولے باپ کو اسکے انکار تھا
کسی کو نہ دیتا وہ زنہار تھا

یہ بس عہد واثق تھا باہمد گر
کہ وہ ماہ پیکر جسے دیکھ کر

رکھے وصل کی اپنی جی میں ہوس
خوشی سے بنے همبستر اسکا بس

زن عاقل اک دایہ تھی دخت کی
کہ انجم شناس و خردمند تھی

سو اس دایہ نے ایکدن دخت کو
کہا تھا کہ اے دخت فرخندہ خو

ترے بیس نے دیکھے جو طالع نہاں
ہوا یوں عیاں مجھپہ راز نہاں

کہ ہووے تو ہمخوابۂ شاہ جم
اور اس سے ہو اک طفل فرخ شیم

یہ سن کر نوید مسرت فزا
بہت شاد جی میں تھی وہ دلربا

کہا تھا وہ دایہ نے جا کر شتاب
حضور شہنشاہ عالی جناب

یہ سن شاہ نے مژدہ دلفروز
کہا قابلہ سے کہ اے نیکروز

یہ مژدہ جو تو نے سنایا مجھے
تو راز نہاں سب جتایا مجھے

غرض اس سبب سے وہ شاہ زمن
سنا تھا خواہشگر دخت کا سخن

وہ جم اتفاقاً وہاں جو گیا
سر راہ اک باغ تھا شاہ کا

اور اس باغ میں تھی وہ دلدار بھی
جو دن رات جم کی طلبگار تھی

یہ تھی آرزوئے دل شاہ جم
کہ اس باغ میں جا کے اب کوئی دم

ذرا جی کو واں اپنے بہلائیے
صبا کی طرح سیر کر آئیے

ولے حاجبوں نے نہ جانے دیا
وہ ناچار مجبور سا رہ گیا

ہوا خوش جو آئی تو بیرون باغ
وہ ٹھہرا اور ابا دل پُر داغ

تلے اک شجر کے گیا بیٹھ جم
کہ ہو دور دل سے غبار الم

کسی کام کیواسطے ناگہاں
کنیز اوس پری رو کی آئی وہاں

پڑی اس کی جمشید پر جو نظر
تو حیراں ہوئی بس دو ہیں دیکھ کر

عیاں جم کی صورت سے تھی نیکوئی
درخشندہ تھی شوکت خسروی

یہ پوچھا کہ تو کون ہے اے جواں
عیاں کر تو مجھسے یہ راز نہاں

دیا اسکو جمشید نے یہ جواب
کیا چرخ نے میرا خانہ خراب

کہوں کیا کہ رکھتا تھا ابہت عظیم
بہت حشمت و جاہ و شوکت عظیم

پر اب گمرہ و بدبخت برگشتہ ہوں
خراب و پریشان سرگشتہ ہوں

مجھے خواہش بادۂ ناب ہے
کہ دل رنج سے سخت بیتاب ہے

خداوند سے باغ کے لا شتاب
ابھی جا کے دو تین جام شراب

کہ ہو خاطر غمزدہ کو سرور
ذرا ہووے کلفت مری دل سے دور

پرستار نے جب سنا یہ سخن
گئی باغمیں پیش رشک چمن

کہا یہ کہ اے بانوئی مہرباں
در باغ پہ ہے اک آیا جواں

اگرچہ وہ آفت رسیدہ ہے پر
رخ خوب اس کا ہے رشک قمر

اسے اور ہرگز نہیں کچھ ہوس
طلب وہ ساغر کی رکھتا ہے بس

پرستار سے سنکے وصف جواں
لگی کہنے وہ دختر دلستاں

کہ اسنے تو بس صرف چاہی شراب
ولے اسکو پہنچا دو گی میں شتاب

مے لعل اور ساغر دلنواز
سر دوف و چنگ و عشرت کا ساز

یہ کہکر اٹھی بس وہ سرو رواں
پرستار کے ساتھ آئی وہاں

در باغ پر جب ہوئی جلوہ گر
تو صورت کو جمشید کی دیکھ کر

یہ سمجھی وہیں وہ بت دلستاں
کہ ایرانیوں میں سے ہے یہ جواں

جو زرد غم سے رخ لالہ رنگ
طرح غنچے کے ہو جی سے بتنگ

اثر کر گیا عشق جمشید کا
گرفتار الفت ہوئی دلربا

لگی پوچھنے یوں کہ اے خستہ حال
گرفتار تشویش رنج و ملال

تو بیٹھا ہے کیوں اب بزیر شجر
تو ٹھیرا ہے کیوں سایہ میں آن کر

مگر اس کنیزک پہ مائل ہوا
اسیر محبت ترا دل ہوا

بس اب دیکھ کر اس پرستار کو
تجھے یاد مے آئی اے نیک خو

اگر تجھکو ہے آرزوئے شراب
تو آ اس باغمیں اے جواں اب شتاب

کیا جب طلب اُس نے جمشید کو
کیا جم نے جانے میں آخر حذر
رکھے جان سے ہو گرامی مجھے
غرض شوق سے تو یہاں آ شتاب
اور اب اسکو دیکھا تو شیدا ہوا
شہ جم کے رکھا ہاتھ میں اپنا ہاتھ
کنیزاں گل چہرہ آئیں وہاں
کیا شیشہ و جام پھر واں طلب
جو حکم اُس پری چہرہ نے یوں کہا
برسم شہاں جو ہوا بادہ کش
کہا پھر یہ جمشید سے ایجواں
لگی کہنے پھر یوں وہ رشک قمر
دیا شاہ جمشید نے یہ جواب
عجب چیز ہے بادہ اے نازنین
کرے دم میں بزدلوں کو دلیر
خورش کے مزہ کو زیادہ کرے
زبس مجھکو تھی راہ کی ماندگی
کہ جمشید شاہ جہاں ہے یہی
یکایک یہ خاطر میں گذرا کہ اب
تو آئے میں گلشن کی دیوار پر
کوئی شوق سے جیسے بید ردغم
جو یوں بیٹھے دیکھے کبوتر بہم
تو فرمائے انہیں سے اسدم جسے
کہ ناشستی کر کے وقت کار
ولے ہمسر مردے کیا کرے

تو سوچا یہ جمشید فرخندہ خو
ولیکن وہ بولی حذر کچھ نہ کر
بہت پاس خاطر ہے میرا اُسے
کہ شاید بھی ہو اور سرود و شراب
اثر عشق کا دل میں پیدا ہوا
خراماں چمن میں ہوئی اسکے ساتھ
ہوئی جم کے آگے وہ سجدہ کناں
ہوا دور عیش و نشاط و طرب
تو پھر جام ساقی نے جم کو دیا
یہ کہنے لگی جب ہے وہ حور وش
رہ دور سے تو ہے آیا یہاں
تجھے خواہش بادہ ہے اس قدر
کہ ہے بیشتر مجھ کو میل شراب
کہ دل سے کرے دور کلفت وہیں
پئے مے جو کوئی کرے کار شیر
غم دل کو بس دور بادہ کرے
تمنا ہوئی بادہ ناب کی
جہاندار شاہ شہاں ہے یہی
شبیہ شہ جم کروں میں طلب
پڑی اُس پری چہرہ کی جو نظر
ملائے لب یار سے لب بہم
تو کچھ چشم سی آ گئی پیش جم
کروں صید اُس کو میں اک تیر سے
نہ کر شیفتگی تو اب زینہار
کرے ہمسری گر تو بیجا کرے

جو جاؤں میں پیش بت دلستان
پدر ہے میرا شاہ زابلستان
مجھے ہے یہ پروانگی روز و شب
سنا تھا یہ جمشید نے پیشتر
گیا باغ میں شاہ جم پھر وہیں
لگی سیر کرنے وہ اک حوض پر
بحکم پری وہ بمشک و گلاب
کہا نازنین نے کہ اب بیدرنگ
گئے نوش جم نے پیالے سہ جام
کہ ہے یہ جواں بیگماں بادشاہ
ترے واسطے ہوئے خاطر طعام
کہ جز بادہ تو کچھ نہیں چاہیے اور
کبھی گر نہ پاؤں تو بیتاب ہوں
دل تیرہ کو روشنائی ہے مے
جو ہو پیر فرتوت بھی بادہ کش
کرے رفع سب ماندگی تن
کیا جب وضاحت سے جم نے سخن
لگی کہنے پھر جب یہ وہ دلستاں
کسی سے کہا یوں کہ جاؤ شبیہ
تو دیکھا کہ بیٹھے کبوتر ہیں دو
وہ دونوں تھے ہمسر گرم راز بنا
طلب کر کے پھر وہیں تیر و کمان
شہ جم یہ بولا کہ اے نازنیں
اگر لاکھ زن ہو شجاع و دلیر
کہ زن ہیچ آخر کو اور مرد مرد

مبادا بلا کوئی آوے یہاں اب
ہیں اسکی ہوں اک دختر دلستاں
جسے چاہوں اسکو کروں میں طلب
کہ اک دخت ہے رشک شمس و قمر
ہوئی شاد و خرم بت نازنین
ہوئی فرش شاہانہ پر جلوہ گر
شہ جم کے پھر دونوں پاؤں دھوئے شتاب
پلاؤ اسے بادہ لالہ رنگ
ہوا دور اندیشہ دل سے تمام
کیا پر چرخ نے لیکن اسکو تباہ
وہ بولا کہ تم اور دو مجھکو جام
عجب مجھکو آئے نظر نئے طور
میں بے صبر بے بادہ ناب ہوں
جسے کو قوت ہو مومیائی ہے مے
تو ہو وہی جواں پی کے اے حور وش
لگے مے سے خوشتر بہار چمن
گماں لگ گئی تب وہ رشک چمن
کہ کیونکر یقیں ہو مرا یہ گماں
بر باپ ہے جم کی لاؤ شبیہ
ملا کہ بہم اپنی منقار کو
ادھر سے نیاز اور ادھر سے تھا ناز
لگی کہنے جمشید سے یوں کہ ہے
جہاں مرد ہوں اُنکو لازم نہیں
قوی اپنے نزدیک ہو مثل شیر
شعور زناں پیش مرداں ہے گرد

دلبری و تدبیر و نور و ہنر — رکھے مرد ہے زن سے ہاں بیشتر
یہ سن کر پری رو ہوئی شرمگیں — عرق آگیا چہرہ پر سب وہیں
کماں ہاتھ سے اُسکے جم کے گری — کیا عذر بھی اور بہت عاجزی
تو پھر دل سے چاہے اس نے کولوں — بصد شوق ہم بستر اپنا کروں
پر پر بھی اس مغز کو پا گئی — یہ بات اُسکے بھی دھیان میں آگئی
کماں سے ہوا تیر جس دم رہا — گری مادہ بسمل ہو نر اُڑ گیا
وہ پر زور تھی نازنیں کی کماں — کہ زائل ہیں جسقدر پہلواں
لگی جم سے کہنے کہ کیا احتیاج — شبیہہ شہ جم کی دیکھوں میں آج
غرض قوت و نور جم دیکھ کر — ہوئی آفریں خواں وہ رشک قمر
تصور میں جم کے پیا پھر شتاب — پری چہرہ نے ایک جام شراب
کبوتر جو بیٹھا ہے پھر آن کے — نشانہ کروں تیر کا اُسکے
مراد ہم آغوش ہو شوق سے — کروں اسکو بچواہیں ذوق سے
سمجھ یہ گیا شاہ جم بھی وہیں — کہ میری طلبگار ہے نازنیں
کہا اُسنے یہ ماجرا ایک قلم — لگی کی وہیں دایہ نے سو جم
جو دیکھا تہ اطالع میں سحر سو اب — ہوا آشکارا بالطاف رب
نہ کر دیر ہو وصل سے کامیاب — خوشی سے ہو ہمبستر اسکی شتاب
سنا اُسنے دایہ سے جب یہ سخن — ہوئی اور دیوانی وہ سیم تن
سو دایہ سے بولی جو تو نے کہا — زروئے کرم راست لائے خدا
جو صورت سے جم کے مقابل ہوئی — تو بس باعث فرحت دل ہوئی
تو اورنگ و دیہیم کو یاد کر — دل پر الم سے کیا نالہ سر
پری نے دیکھا جو یہ حال جم — تو پوچھا کہ کیوں تو نے کی چشم نم
محبت کو دلچسپ بزم طرب — یہ اس وقت گریہ کا کیا ہے سبب
یہ سنے لگا جم کہ اے گلعذار — جو دنیا میں ہیں عاقل و ہوشیار
سوئے پرنیاں کہ جو ہے نگاہ — تو دیکھی شبیہہ جم اے رشک ماہ
نگاروں نے جوں اب بے اختیار — رہا کچھ نہ دل میں شکیب و قرار

حوالے مرے کر یہ تیر و کماں — ہنر دیکھ میرا تو اے دلستاں
ولے دل میں افزوں محبت ہوئی — زیادہ شہ جم کی اُلفت ہوئی
کہا پھر یہ جم نے کہ اے نیک خو — کروں گر ہدف تیر کا مادہ کو
مراد اس سخن سے تھی وہ رشک ماہ — کہ ہووے ہم آغوش جمشید شاہ
پیا جام پھر جم نے اور بید رنگ — کماں کھینچ کر ایک مارا خدنگ
پھر اک دم میں بیٹھا وہ نر آنکر — کہ بیٹھا ہوا تھا جہاں پیشتر
کوئی کھینچ سکتا تھا اُسکو نہیں — وہ جم نے کھینچی تو وہ نازنیں
ہوا اس یقیں یوں کہ جمشید ہے — تہ ابر پوشیدہ خورشید ہے
طلبگار جم کی ہوئی دل میں بس — ہوئی وصل کی اسکے جی میں ہوس
شہ جم سے پھر آپ لیکر کماں — یہ کہنے لگی وہ بت دلستاں
تو جس مرد پہ مائل ہو دل — ملاقات کا اسکے سایل ہو دل
یہ اس گفتگو سے تھی اسکی مراد — کہ ہو جفت جمشید فرخ نہاد
بہم گفتگو واں خوشی سے تھی — کہ دایہ بھی آپہنچی اس وقت کی
لیا جم کو پہچان اور یوں کہا — کہ اے دختر مہوش دلربا
طلبگار تھی جسکی سو ہے یہی — شہ جم شہنشاہ ہے یہی
وہ دختر کہ تھی عاشق روئے یار — کہ تھی منتظر بوس و کنار
اور اپنے ہوئی دل میں خوش بیشتر — کہ معشوق مطلب ہے جلوہ گر
پھر اتنے میں واں جم کی آئی شبیہ — وہ دایہ کو اُسنے دکھائی شبیہ
شہ جم کو دایہ نے پھر دی شبیہ — اور اُسنے وہ اپنی جو دیکھی شبیہ
لگا کھینچنے نالہ پھر شہریار — ہوئی زار بھی نرگس اشکبار
نگہ کر کے اب تو سوئے پرنیاں — ہوا کس لئے یاں تو نالہ کناں
گیا کس طرف ہائے تیرا خیال — مگر مجھ سے کچھ تو نے پایا ملال
ستمدیدگاں کو وہ احوال یاد — غم و درد سے نالہ کرتے ہیں ہم
مجھے یاد آیا وہ جاہ و حشم — بزرگی و اورنگ و تاج و علم
لیا جو چرخ ستمگر نے ہائے — کیا ظالم اس سفلہ پرور نے ہائے

کیا شاہ جمشید کو یوں تباہ
دو مار سیہ جسکی ہیں کتف پر
کہ اب ہے وہ برگشتہ اختر کہاں
کہیں ہے اسیر بلائے بزرگ
کہ ہے آپ جم یہ شنہ نامجو
کہا پھر یہ خالو تھیں تو ہی جم
شہ جم یہ بولا کہ اے دلستاں
تعلق بہت نازنیں نے کیا
کریگا تو انکار گر لاکھ یہ
بہانہ تو کرتی ہے اب بار بار
زہے وصل کا مجھکو مژدہ دیا
تری ہی تمنائے دیدار تھی
نہ آرام جاں ہے نہ کچھ مجھکو تاب
غرض آخرکار لایا وہ راہ
بہت شاہ پیر ہوئے خواستگار
تو مجھ سی دلارام و دلدار سے
جدائی سے ہوں دست بستہ لب
یہ کہکر لگی رونے بے اختیار
یہ دل تجھپہ صدقے کروں بلکہ جاں
کیا دخت نے جب بہت التماس
مخالف مرا ایک تو تخت ہے
مجھے شہر ہی تجھ سے اندیشہ ہے
یہ سنکر لگی کہنے وہ گلعذار
کہ بد خواہ تیری نہوں زینہار
یہ جب میاں آئے قول و قسم

لیا چھین یکدست تاج و کلاہ
وہ خود تم میں ہیں ایسے بھی تر
بجز نام اسکا نہیں کچھ نشاں
ہوا یا کہیں لقمہ شیر و گرگ
ولیکن چھپاتا ہے یہ آپ کو
نہ پوشیدہ رکھ ہم سے جانیں ہیں ہم
سراپا غلط ہے یہ نیرنگیاں
ولیکن یہ انکار کرتا رہا
کسو کی نہ تجھسے ہیں آپ گذر
نہیں جائیگا پیش کچھ زینہار
اور اس راز سے مجھکو واقف کیا
دل و جان سے تیری طالب تھی
نہ دل میں شکیب اور نہ آنکھوں میں خواب
مرا جذبہ دل تجھے کھینچکر
نہ اقبال میں نے کیا زینہار
پھرایا چہرہ وہ ماہ رخسار سے
خدا کیلئے مجھ سے ہو ہمکنار
زباں پر یہ لائی کہ اے نامدار
تو کر مجھ سے راز نہفتہ عیاں
یہ کہنے لگا تب شہ نامدار
مرا دشمن جاں وہ کمبخت ہے
کہ زن کا نہ ہرگز وفا پیشہ ہے
کہ ہر زن نہیں ہے وفا زینہار
دل و جان سے تیری ہے وہ دوستدار
تو اس سے ہوا بس وہ شیدا جو جم

جہاں لے گیا شاہ ضحاک کو
نہیں ہے خبر شاہ جمشید کی
خدا جانے جیتا ہے یا مر گیا
یہ قصہ بیاں جب کہ جم نے کیا
کنیزوں کو یکسر کیا اسنے دور
کہا میں نہیں جم وہ بولی کہاں
مجھے جم جو سمجھی تو اے مہ جبیں
بہت کر کے پھر عجز اور التماس
کہ تجھکو لیا میں نے پہچان اب
یہ دایہ جو بیٹھی ہوئی ہے یہاں
کہ تجھسے مجھے دے خدا اک لپیٹ
تری شیفتہ ایک مدت سے ہوں
خدا سے یہ خواہش تھی اے نامجو
غنیمت سمجھ تو مرے وصل کو
کہ تجھپر دل زار دیوانہ تھا
ہوں مشتاق سے گر ہم آغوش لے
نہیں تو کروں اپنے سینہ کو چاک
مقرر یہ تو جم مجھے ہے یقیں
جو کچھ راستی ہو وہی بات تو
مجھے راستی ہے تو کیوں ہو عذر
خبر اسکو پہنچے مبادا کہیں
نہیں ہے پسندیدہ عاقلاں
قسم ہے مجھے اب تری جان کی
نہ کر خوف و اندیشہ اے نامور
کیا قصہ پھر جم نے اپنا تمام

دیا تاج و تخت ایک ناپاک کو
نہیں حال سے اسکے کچھ آگہی
ہوا اسکا کیا جانے احوال کیا
تب اس دخت دایہ نے جی میں کہا
رہی دایہ اور وہ بت رشک حور
یہ کہتی ہی کیا بیکس و پرنیاں
مگر کوئی ہمشکل ہوتا نہیں
وہ بولی کہ اے خسرو نامدار
تو مت جان ٹک مجھکو انجان اب
خبردار ہوں راز اختر سے یاں
یہ سن کر شب و روز شام و سحر
گرفتار غم ایک مدت سے ہوں
کسی طرح تیری ملاقات ہو
کسی طرح تیری ملاقات ہو
تری عشق میں سب سے بیگانہ تھا
تو حیلہ جو ہے اور بڑا ہے غضب
کروں آپ کو ایک شب میں ہلاک
تو اقرار کرتا ہوا سکوت لب
رکھے ہی تو پوشیدہ اے نامجو
کہ رکھتا ہوں اپنے میں جی میں خطر
اور آجائیں لوگ اسکے اے نازنیں
کہ زن پر عیاں کیجئے راز نہاں
قسم ہے مجھے اپنے ایمان کی
سمجھ اس میں کانکو نہ جانے خطر
کیا ظاہر آگے پری وش کے نام

پری چہرہ کے ہاتھ میں جم کا ہاتھ
بندھا عقد جس طرح آئین تھی
ہوئے عقد پر بخت و دولت گواہ
ہوئے بے حجابانہ وہ ہمکنار
وہ باہم لگے عیش کرنے مدام
تو کرنے لگا اُسکی وہ جستجو
یہ سنتے ہی بس وہ ہوا خشمگیں
ہوئی اسقدر ہائے بیباک تو
کیا راز کو تو نے ہمسے نہاں
کیا عقد اُسسے کس سن ای پدر
دلِ شیشہ تنگ توڑا نہیں
جہاں میں کوئی اُسکا ہمسر نہیں
بفضلِ خدا اُسنے پایا ظہور
سنی دایہ سے اُسنے یہ بات جب
یہی یاوری بخت کی سر بسر
کہ ہو مجھسے خوشنود وہ شہریار
یہ سنکر وہ دلدار رونے لگی
روا رکھو نہ خونریزی شاہ جم
اُٹھا لیجے دلسے ذرا یہ خیال
نہ اپنا سمجھ ملک و دیہیم کو
گزند غریباں نہ کر تو پسند
یہ کہہ کر وہ رونے لگی زار زار
یہ بولا کہ ای دخت والا تمیز
اذیت نہ جم پر رکھونگا روا
یہ کہہ مہر لطف سے جا کر شتاب

طرف قصر کے لیگئی اپنے ساتھ
ادا کی جو رسم رہ دین تھی
ہوئی شہ کی منکوحہ وہ رشک ماہ
عجب رنگ کی اُس گھڑی تھی لیا
مئی عیش کے وہ لگے پینے جام
کسی نے خبر دی کہ وہ ماہرو
اور آئی وہ جب دخترِ نازنیں
اُڑانے لگی سر بسر خاک تو
دلِ زنگ اُس سے ہے تیرے عیاں
دیا حکم تھا تو نے یہ پیشتر
رہِ نیک سے منہ کو موڑا نہیں
کوئی جاہ میں اُس سے بڑھ نہیں
ہوا جلوہ گر مہرِ مقصد کا نور
شہ زابلستان ہے شاد تب
ہوا جو گزر شاہ جم کا ادھر
فریدوں ہو ہمراہ وہ جاہ و قار
وہ بے صبر بیتاب ہونے لگی
مری جان پر تو نہ کر یہ ستم
نہ لے اپنی گردن پہ ناحق وبال
سمجھ خاک لعل و زر و سیم کو
نہ بدنام ہوئے شہ ارجمند
فغاں بس لگی کرنے بے اختیار
مجھے تیری خاطر بہت ہے عزیز
نہ ہرگز گزند اسکو پہنچاؤنگا
کہ ای بادشاہ ثریا جناب

لیا جا کے آراستہ تختِ زر
ہوئے عہد و پیماں محکم بہم
سر شب سے زریں ہوئی جائے خواب
ہوا چہرہ فیروز رنگ مراد
گئی رہنما کے کہ وہ سیمبر
ہوئی اک جواں سے گرفتار اب
تو چیں بر جبیں ہوکے از روئے خشم
لیا چاک اب شرم کا پیرہن
وہ تھی حاملہ اُن دنوں لگا بدن
کہ چاہے جسے اُس سے ہمخواب ہو
رکھا میں نے ناموس کیسر نگاہ
یہ دایہ نے بھی عرض شہ سے کیا
شہ جم یہاں آگیا ناگہاں
یہ بولا کہ خوش تو نے مژدہ دیا
مقرر اُسے باندھ کر صبحگاہ
مجھے لطف سے اور اقلیم سے
یہ بولی کہ اے خسرِ نامجو
جیے اپنی کشور میں آکے پناہ
سدا تخت و دیہیم رہتا نہیں
نہ بیچارہ پر جور و بیداد کر
تو جمشید کو مجھسے مت کر جدا
ہوئی جبکہ گریہ کناں نازنیں
تو خاطر کو رکھ جمع شام و سحر
اُسے بلکہ دوں ملک و مال و سپاہ
سحر تک بھی آونگا تیرے حضور

ہوئی ساتھ جمشید کے جلوہ گر
ہوا ساتھ گلرو کے پیوند جم
ہوا اتصالِ مہ و آفتاب
نشانہ پہ بیٹھا خدنگِ مراد
بہت کم لگی آنے پیشِ پدر
رہی ہم آغوش وہ روز و شب
لگا کہنے اس سے کہ ای شوخ چشم
لیا جامہ بے حیائی پہن
ہوا زرد تھا وہ رخ رشک چمن
سو آیا عمل میں بطرزِ نکو
کیا جفت وہ شاہ عالم پناہ
شہا میں نے جو تجھکو مژدہ دیا
ہوئی حاملہ اُس سے یہ دلستان
مرے دلکو مسرور و شاداں کیا
روانہ کروں سوئے ضحاک شاہ
وہ دو لعل بخشے زر و سیم سے
تو جور و تعدی کے درپے نہ ہو
دغا ساتھ اسکے ہے بیداد شاہ
ہمیشہ زر و سیم رہتا نہیں
خداوند جان آفریں سے بھی ڈر
وگرنہ مری تن سے کر سر جدا
تو رحم آگیا باپ کو بس ہیں
کہ اسکام سے میں نے کی در گذر
زیادہ کروں عزّ و توقیر جاہ
غم و فکر کو رکھ تو اب دلسے دور

ہوئی شاد وہ دختر دلستان
فروزاں ہوا جب کہ نور سحر
کہا یوں کہ اے شاہ عالی تبار
نہ دینا کچھ اندیشہ کو دل میں راہ
یہی قصد تھا یہاں سے ٹل جائیے

گئی پیش جمشید وہیں دواں
ہوا مہر خورشید جب جلوہ گر
نہ ہو بدگماں مجھ سے اب زینہار
کہ خدمت میں حاضر ہوں شام و پگاہ

سنا تھا جو کچھ باپ سے سو کہا
گیا پیش جم شاہ زابلستان
یقین جان تو جب تلک زندہ ہوں
دلاسا وہ دیتا تھا شام و سحر

دل شاہ کو مطمئن کر دیا
جھکا کر سر اپنا پھر اسنے وہاں
یہ دختر کنیز اور میں بندہ ہوں
ولے دل میں جمشید کے تھا خطر
کہ اب جب کہ قابو نکل جائیے

گریختن جمشید از زابلستان بطرف ہندوستان و گرفتار آمدن از راہ بدست مرمان ضحاک و کشتہ شدن او

بہت دن رہا شہر زابل میں جم
رہے تھا شب و روز اندیشہ مند
کہ تجھ پکڑ کر بحال تباہ
ہوا جب خبردار اسباب سے
وہاں سے سوئے ہند راہی ہوا
وہ از بسکہ تھا اپنے جی سے تنگ
خراب اور آوارہ مجھ کو کیا
کہاں تک پھروں میں تباہ و خراب
عدم سوے آتا ہیں ہستی میں کاش
اسے آ گیا خواب اور ناگہاں
غرض ایک ضحاک کا ایلچی
شہ جم کو پہچان اسنے لیا
کسیکا نہیں یہ جہاں دوستدار
کہ دولت بھی ہے آہ ناپایدار
ہوا پھر گرفتار زنجیر و بند
گیا جبکہ جم آگے ضحاک کے
الم سے تمام اسکا چہرہ تھا زرد
خوشی سے وہ ضحاک بیداد گر

ولے دل کو تھا اسکے آرام کم
کہ پہنچے مبادا یہاں کچھ گزند
روانہ کریں سوئے ضحاک شاہ
گریزاں ہوا شاہ جم گھات سے
بیابان نورد و تباہی ہوا
لگا بخت ناساز سے کرنے جنگ
ملا خاک میں ہائے تو نے دیا
کہاں تک رہوں میں بے صبر و تاب
نہ ہو تب مجھے یہ غم جاں خراش
ہوا خفتہ بخت بیدار واں
کہ ساتھ اسکے تھوڑی سی تھی فوج بھی
گرفتار بس اس کو وہیں کیا
کسیکا نہیں چرخ گردندہ یار
نہ دنیا کو ہے کچھ ثبات و قرار
اسے چرخ گردان سے پہنچا گزند
پس پشت تھے ہاتھ دونوں بندھے
گرفتار خواری تہا وہ نیک مرد
ہوا خندہ زن حال اس دیکھ کر

وہ دلبند اٹھی زندان اسکے پاس
کسی نے کہا اے شہ بے نظیر
نہیں تو وہ لشکر ادھر کھینچ کر
وہ زابل سے چلکر سوئے چین گیا
جو گھبرا گیا راہ کے رنج سے
کہ اے بخت کمبخت کیا جور ہے
ہوا پھر مخاطب سوئے فلک
یہ ناسازی بخت ہے سر بسر
یہ کرتا ہوا زاری و آہ جم
اجل بھی کہیں گھات میں تھی کھڑی
وہ تھا سوئے خاقان چین سپہر
بحال پریشان و بند گراں
عبث ہے جو دولت پہ بھولے کوئی
ذرا دیکھنا چال جمشید کا
خبر سن کے بولا یہ ضحاک شاہ
فقط پاؤں میں کچھ نہ زنجیر تھی
اٹھاتا نہ تھا شرم سے سر وہاں
لگا کہنے ظالم یہ جمشید سے

وہ اسپر بھی تنہا تھا ہمدم اداس
یہ چاہیں ہیں اب کہ وزیر امیر
کریگا تباہ ملک کو سر بسر
ولیکن وہاں بھی بہت کم رہا
گیا بیٹھ سایہ میں اک نخل کے
بھلا یہ بھی ظالم کوئی طور ہے
کہ اے چرخ بیداد یہ کب تلک
کہ سرگشتہ ہوں میں تو شام و سحر
ہوا سے ذرا سو گیا ایک دم
سو وہ آ گئی اسکے سر پر جبھی
کہیں اتفاقاً جو گزرا ادھر
گیا سوئے ضحاک جم کو رواں
طرح ملکے شاہی سے بھولے کوئی
کہ تھا حیف پر جسکا تاج و کلاہ
کہ ہاں جم کو لاؤ بحال تباہ
بندھی تھی رسن اسکی گردن میں بھی
اور آنکھوں سے تھے اسکے آنسو دواں
فریدوں تیرا رتبہ خورشید سے

تصویر گرفتاری جمشید

تصویر ضحاک
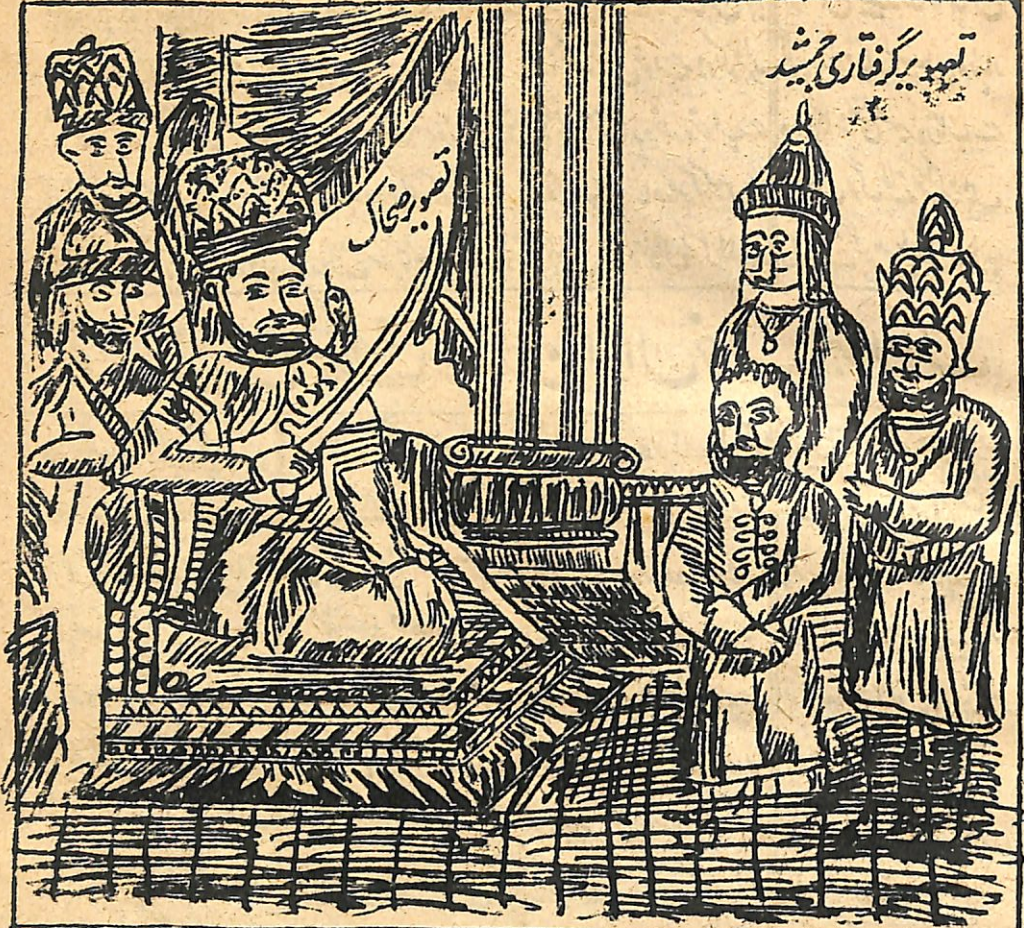
پر اب اس طرح کیوں ہے آخر تو خوار — خرابی میں کیوں ہے گرفتار تو
کہاں بادشاہی وہ تاج و علم — کہاں لشکر و فوج جاہ و حشم
جواب اُس کو جمشید نے یہ دیا — کہ مجھسے نصیبا جو یوں پھر گیا
نہ مغرور دولت پہ ہو اسقدر — ذرا روز بد کا بھی اندیشہ کر
کریگا فلک تجھکو خوار اس طرح — کہ دیکھے ہے تو اب مجھے جس طرح
کروں یا قلم سر کو شمشیر سے — پروؤں ترے تن کو یا تیر سے
یہ گفتار سن کے لگا کہنے جم — کہ مجھکو نہیں اس قدر کچھ ہے غم
پر ضحاک نے پھر کسی کو کہا — کہ چیر ڈالے ایک آرہ منگا
پھر آرہ سے چیر اُسے بس وہاں — ہوئے ایک جم سے دو پیکر عیاں
نہ دورِ فلک کا ہے کچھ اعتبار — کہ پھرتا رہے ہے یہ لیل و نہار

ہوا کس لئے تجھ سے برگشتہ بخت — کہاں ہے ترا اب وہ دیہیم و تخت
کہاں حکمرانی کہاں گیر و دار — کہاں وہ رسم آئین و کار
تو سمجھا ہے اس بختیاری پہ ناز — عبث ہی تھا پھر اس تاجداری پہ ناز
تجھے بھی یہ پیش آئیگا ایک روز — رہیگا نہ تیرا صدا ایک روز
لگا کہنے پھر یوں کہ بیداد گر — کہ کھینچوں تجھے اس گھڑی دار پر
ذرا کہہ کہ کیا ہے تری آرزو — وہ منظور ہے جو کہے مجھ سے تو
قضا نے یہ چاہا تو کیا خوف و باک — تو جس طرح چاہے مجھے کر ہلاک
وہ دو تختے لایا اور اک آرہ بھی — شہ جم کو تختے سے باندھا تبھی
جہاں سے عجب شے ہے امید وفا — کہ بے مہر ہے اور سراپا خطا
جو ہموار جمشید اُس کو گئے غم بود — کری آخر کار یوں سرنگوں

ہر اک دم ہے موجود یاں سازِ مرگ ۔ صدا گوش زد ہے یہ آوازِ مرگ
خبر یہ گئی سوئے زابلستان !! ۔ ہوا قتل جمشید شاہ جہاں
جب اُس نازنیں کو یہ پہنچی خبر ۔ تو رنج والم سے ہوئی نوحہ گر
نہ آنکھوں میں خواب اور نہ دل کو قرار ۔ لگی رہنے بیتاب لیل و نہار
اُسے کام تھا اشکباری کا بس ۔ صدا شغل تھا آہ و زاری کا بس
نہ تھی آشنا وہ خور و خواب سے ۔ وہ بیگانہ تھی صبر اور تاب سے
اُٹھایا بہت اُسنے بیداد دہر ۔ پھر آخر کو وہ مر گئی کھا کے زہر
وہ ہمشیر تھے شاہ جم کے کہیں ۔ انہیں لوگ لائے پکڑ کر وہیں
کہے خلق تھی ایک کو شہرناز ۔ اور اِک دوسری کا تھا نام ارنواز
انہیں شاہ ضحاک نے کر طلب ۔ رکھا اپنے گھر میں بلطف و طرب

خواب دیدن ضحاک و ترسیدن ازاں خواب ہولناک

وہ ضحاک تازی پس قتل جم ۔ جہاں میں لگا کرنے جور و ستم
لگے قتل اور گاہ غارت گری ۔ ہوئی تازہ رسم ستم پروری
دو مرد جواں کو وہ بے خوف و باک ۔ طلب کر کے ہر روز کرتا ہلاک
وہ ہوتے غریب اور بار حمند ۔ ہوا جان پر اُن کی رکھنا گزند
غرض مغز کو اُنکے لے کر تمام ۔ کھلاتا وہ سانپوں کو ہر صبح و شام
لگا کرنے بیداد وہ بے حساب ۔ پھر اُسنے کہیں رات کو ایک خواب
یہ دیکھا کہ پیدا ہوئے تین گرد ۔ اور انہیں سے ہیں دو کلاں ایک خورد
کیا حملہ تینوں نے ضحاک پر ۔ ہوا جس سے عاجز وہ بیدادگر
وہ گرد دلاور کہ تھا نوجواں ۔ سو اُسنے وہیں ایک گرزِ گراں
جو مارا سر شاہ ضحاک پر ۔ تو یکسر پریشاں ہوا مغز سر
جگر نے ہاتھوں کو باندھا شتاب ۔ رسن ڈال گردن میں کھینچا شتاب
اُسے لیگئے کھینچ بالائے کوہ ۔ کیا سخت اُس کو زبون و ستوہ
ہوا دیکھ کر خواب وہ ہولناک ۔ ہوا دل کو اندیشہ و خوف و باک
کیا خواب میں اسقدر اک فغاں ۔ کہ لرزاں ہوا سربسر وہ مکاں
ہوئے جمع یکبار اہل حرم ۔ دل اُن کا ہوا ہول سے پر الم
لگے پوچھنے شاہ سے کیا ہوا ۔ یہ فریاد کیا فتنہ برپا ہوا
فغاں خواب میں کیوں کیا اسقدر ۔ لگے کانپنے جس سے دیوار و در
یہ ضحاک بولا جو یہ داستاں ۔ سنو تم تو یکسر پریشاں ہو جاں
مری زندگانی سے ہو نا اُمید ۔ نشاطِ جوانی سے ہو نا اُمید
کہا اُسنے پھر قصہ خواب شب ۔ یہ ٹھہرا کہ ہو جلوہ گر صبح شب
تو اختر شناس آ کے حاضر ہوں باب ۔ کریں اسکی تعبیر یکسر بیاں
جو تاباں ہوا چرخ پر آفتاب ۔ تو حاضر ہوئے موبداں شتاب
سنی داستاں خواب کی یکقلم ۔ گئے ہوش اور ہو گیا بند دم
یہ دریافت دانشوروں نے کیا ۔ ہوا بخت برگشتہ ضحاک کا
زوال اسکی دولت کا پہنچا قریب ۔ ہوئی اسکے بیداد کی یہ نصیب
ڈرے خوف جاں سے وہ خاموش تھے ۔ نہ زنہار اُنکے بجا ہوش تھے
یہ اندیشہ تھا گر کہیں [illegible] ۔ تو ہووے شہ نامور پر غضب
ابھی جان پر اپنی پہنچے گزند ۔ نہ کہتے تھے کچھ اسلئے ہوشمند
دیا تین دن تک نہ ہرگز جواب ۔ بیاں کی نہ زنہار تعبیر خواب
جو روز چہارم ہوا شہ خفا ۔ تو ناچار یوں موبداں نے کہا
کہ اے شاہ اقبال راہی ہوا ۔ جدا تجھ سے اب تخت شاہی ہوا
ہوئی عمر آخر بس آیا زوال ۔ ہوا تو گرفتار رنج و ملال
فریدوں کوئی شخص ہوئیگا شاہ ۔ بصد شوکت و عزت و حشم و جاہ
وہ ممتاز نسل کیاں ہوئیگا ۔ وہ خسرو خدائے جہاں ہوئیگا
کہیں ہووے گی گاؤ پر مایہ ایک ۔ سو پالیگی اسکو با آئین نیک
ہوا لیکن اب تک وہ پیدا نہیں ۔ کچھ آثار اسکے ہویدا نہیں

یہ کہنے لگی ایک دلخستہ ہوں / بصد رنج و اندوہ وابستہ ہوں
ٹھکانا نہیں اور باقی ہو نہیں / ترے پاس اب چھوڑ جاتی ہوں میں
قبول اس جوانمرد نے سب کیا / فریدوں کو لے پاس اپنے رکھا
رواں سوئے البرز وہ زن ہوئی / رہی جا کے واں اور ایمن ہوئی
اسے جانتا تھا بجائے پسر / وہ کرتا تھا شفقت بجائے پدر
گئے جب گذر الغرض تین سال / فریدوں کی ماں کو یہ آیا خیال
ہوئی کوہ البرز سے وہ رواں / مسافت کو طے کر کے آئی وہاں
کہ البرز میں اسے لیجاؤں اب / رکھوں پاس کیا اسے روز و شب
نہ لیجاتی ویرانے میں طفل کو / گزند اسکو کچھ پہنچے اب نہو
خدا کی طرف سے ہوئی رہبری / کہ رکھنے میں یاں کے نہیں بہتری
ہوئی شاہ ضحاک کو جب خبر / کہ بیٹے میں ہیں آبتیں کا پسر
نگہباں کو اور گاؤ کو کر ہلاک / کیا ظلم اُس نے یہ بیخوف و باک
نشاں کچھ نہ پایا فریدوں کا جب / کیا سارے ایواں کو مسمار تب
کہ آنے سے ضحاک کے پیشتر / اُسے لیگئی یاں سے ماں اسکی
فریدوں کو وہ لیگئی اسکے پاس / کہا یوں کہ اے مرد ایزد شناس
سرِ البرز سے پھر فریدوں کا سر / رکھا مرد درویش کے پاؤں پر
جو کچھ قوت اسکو پہنچا بہم / تو دیتا وہ دونوں کو بے رنج و غم
خداوند روئے زمیں ہوویگا / شہنشاہ با داد و دیں ہوویگا
کہ بدخواہ سے تخت و دیہیم لے / لے اُس سے وہ ہفت اقلیم لے
فریدوں نے صحرا میں مسکن کیا / نہ زنہار کچھ خوف دل میں کیا
کیا شاہ ضحاک نے اُنکو ہلاک / ملایا اُسے کیوں تہ خون و خاک
کہا سوئے ضحاک بیداد گر / میں اب جا کے لیتا ہوں خون پدر
تو بیکس ہے کچھ اسکے ہمسر نہیں / ترے پاس لشکر نہیں زر نہیں
ذرا صبر کر تو بالطاف رب / جو کچھ چاہیے سو مہیا ہو سب
فریدوں یہ سن کر ہوا خشمگیں / یہ پاسخ دیا اپنی ماں کو وہیں

یہ بچہ ہے بیچارہ و بے پدر / تو کر پرورش اسکی شام و سحر
اسی گاؤ پرمایہ کا دیکر شیر / کہ پروردہ ہو کودک دلپذیر
ہوئی واں سے رخصت اسے سونپکر / نہ دیکھا ذرا اسنے پھر کر ادھر
یہاں مالک اس گاؤ پرمایہ کا / فریدوں پہ کرتا تھا شفقت پدر
وہ مصروف تھا پرورش میں مدام / پلاتا تھا شیر اسکو ہر صبح و شام
سو عرصہ گزرا اب ذرا جائیے / وہاں سے فریدوں کو لے آئیے
کہا اسنے آکر کے اے مرد پیر / مجھے دے مرا کودک دلپذیر
وہ بولا کہ ہے یہ ابھی خرد سال / اسے ہوویگی واں اذیت کمال
وہ کہنے لگی یوں کہ اے مرد نیک / گذر جائیں گذرا ہے دو سال ایک
یہ کہہ کر اسے لیگئی بس وہاں / جہاں اس کا البرز میں تھا مکان
یہ سن کر ستمگار و بد روزگار / رہ کیں سے آیا سوئے مرغزار
گیا پھر وہ ظالم شتابی وہاں / فریدوں کے رہنے کا تھا جو مکاں
بد اندیش تھا گرچہ ضحاک شاہ / ولے تھا فریدوں پہ فضل الٰہ
سرِ کوہ اک مرد درویش تھا / کہ روشن ضمیر اور صفا کیش تھا
یہ بچہ ترا بندہ ہے اور غلام / کرم کی نظر رکھ تو اس پر مدام
کیا عجز ماں نے فریدوں کی جب / اسے رحم آیا فریدوں پہ تب
لگا کہنے درویش پھر ایکروز / کہ یہ طفل فرخندہ و نیک روز
زن خوش سیر بھی یہ بولی نہیں / کہ ہے طالع اسکا مجھکو یقیں
ہوا الغرض شانزدہ سال جب / سرِ کوہ البرز سے آگئے تب
یہ پوچھا کہ اے مادر مہرباں / ہمارے پدر کو تہ آسماں
وہ قصہ تھا جو کچھ کہا اسنے تب / یہ سن کر فریدوں ہوا پُر غضب
وہ بولی کہ ضحاک ہے بادشاہ / رکھے ہے وہ ساتھ اپنے گنج و سپاہ
نصیبوں میں ہے تیرے شاہی اگر / تو کیا اضطراب اسقدر اے پسر
کرے شاہ لطف الٰہی تجھے / میسر ہو اسباب شاہی تجھے
خدا نے کیا ہے مجھے بھی دلیر / اکیلا لڑوں گا میں مانند شیر

بزرگان اقلیم سے یوں کہا
کیا تم نے ہرگز نہ کار نکو
کہو اور بھی کچھ سخنہائے خست
ہوئی آفریں خواہ وہ سب شاہ کو
حضور خداوند عزت نگیں
شہادت یہ دی اب وہ انحراف
نہ فرمانبری کی جو گمراہ نے
کیا آن کے کاوہ نے جب خروش
خدا نے جو چاہا سو یاور کیا
طلب کرکے پھر چرم آہنگراں
یہ کہتا تھا ہر بار کرکے خروش
کئی چاکری پھر ضحاک کی
وہ کاوہ تھا بس آگے آگے رواں
غرض رفتہ رفتہ تفحص کناں
گیا عرض کی اے صاحب تاج و تخت
یہ سمجھا فریدون عالیجناب

کہ اے مرد ماں تم نے یہ کیا کیا
تو غم سے جو رخ رکھا سب نے تو
حضور خداوند دیہیم و تخت
یہ کہنے لگے اے شہ نامجو
زباں پر جو لائے سخنہائے کیں
کیا ہم نے بس ہو کے وہ بے خلاف
تو پھر کیوں تحمل کیا شاہ نے
تو کیا ہو گئی اڑ گئے میرے ہوش
اور آگے کریگا جو کچھ چاہے گا
بنایا وہیں اک علم اسکو ڈال
کہ اے نامداران با عقل و ہوش
رفاقت کرو ترک ناپاک کی
بس کاوہ انبوہ پیر و جواں
وہ پہنچے وہاں تھا فریدوں جہاں
ترقی پہ دولت بدو گا بخت
کہ تائید غیبی ہوئی ہمرکاب

خطر سے شہ دیو چہرہ کے اب
یہ کہہ کر شتابی بصد خوف و باک
پھر اس انجمن سے میں اٹھ گیا
ہوا کاوہ گستاخ اور بے ادب
از کینہ سے چاک محضر کیا
مگر دوستدار فریدوں ہوا
دیا شاہ ضحاک نے یہ جواب
لگا پیٹنے اپنے سر کو وہ جب
گیا جبکہ کاوہ وہ کینہ خواہ
علم ہاتھ میں لیکے وہ نامور
فریدوں کا ہو جسکے دل میں خیال
ہوئے جمع واں شہری و لشکری
کہاں ہے فریدوں یہ دریافت
جو کاوہ حضور فریدوں گیا
تو ضحاک کا چل کے بیہم لے
کیا شکر لطف جہاں آفریں

گرفتار عصیاں ہوئے ہیں سب
کیا اسنے یکدست محضر کو چاک
اور اس کا بیٹا بھی ہمراہ گیا
تو نعمت شاہ کی بھول سب
اطاعت سے پیچیدہ یوں سر کیا
کہ دشمن تر از ہر گروہ ہوا
تحمل کا مجھسے نہ پوچھو جواب
بس ایک خوف آیا مرے دل کو تب
فراہم ہوئی پاس اسکے سپاہ
روانہ ہوا وہاں سے بس پیشتر
سو آئے یہاں وہ خجستہ خصال
ہوا پھر فریدوں نے تنہ سر کری
مگر سر اٹھا کر وہ سیدھے چلے!
ادب سے جھکا اپنے سر کو دیا
جہاندار ہر ہفت اقلیم نے
بجا سجدۂ شکر لایا وہاں

رفتن فریدون و بمعیت کاوہ برائے جنگ ضحاک و نشستن بتخت شاہی و تسخیر ممالک بتائید خدا

مبصر ہوا جب یہ جاہ و حشم
علم پر جو تھا چرم آہنگراں
وہ یکدست تھا زر و دیبا منقش
کہ ہو جو کوئی بادشاہ جہاں
شہان کیاں نے بفرخندگی
گیا پاس ماں کے اسنے کہا
وہ جاہ و حشم دیکھ شادی ہوئی

سپاہ فراواں تاج و علم
کیا زیب دیبائے رومی نہاں
رکھا نام پھر کاویانی درفش
تو پہنے منگا چرم آہنگراں
یہ رسم رہی یوں ہی جاری رکھی
کہ رکھتا ہوں میں قصد ان کا
لیکن جلدی سی گریاں ہوئی

ہوا خوش فریدون فرخ سیر
تھی پیکر گوہر یک سپہ ایک
علم کی جو اس طرح زینت ہوئی
بنا کر علم اس کو زر کر کے
گیا پھر فریدوں نے یہ عزم جزم
دعا کر تو اے مادر مہرباں
دعا دے کے پھر رخصت اسکو کیا

کیا ملک جم شاہ ہشتی زیب پر
بہت نادر و خوب و خوش رنگ
ہمیشہ کرے یہ رسم و آئین ہوئی
مزین بدیبا و گوہر کرے
کہ ضحاک سے اب چلے رزم
کہ ہو میں ظفریاب جا کے وہاں
اور اسم عظم خدا سے کی التجا

کہ سونپا تجھے یا رب اپنا پسر
نگہدار رہنا تو شام و سحر

روانہ ہوا پھر وہ عالیجناب
ہوا کاوہ لشکر کو لے ہمرکاب

فریدوں کے تھے دو برادر بزرگ
ولیکن وہ تھے کینہ ور مثل گرگ

فریدوں نے ساتھ اپنے انکو لیا
وفور عنایت سے شاداں کیا

پھر آہنگر اُس شاہ نے کر طلب
کیا حکم اسطرح اوسکو کہ اب

بنا دے تو اک گرزہ گاو سر
مرتب کیا اُسنے بس زود تر

اُترنا تھا شب کو وہ لشکر جہاں
سحرگاہ ہوتا تھا وانسے رواں

اسی طرح ہر روز تھے رہ نورد
سر چرخ پہنچی تھی لشکر کی گرد

وہ پہنچے کہیں اُس جگہ ایکبار
کہ ایزد پرستوں کے تھے وان مزار

رہا شاہ تنہا وہاں وقت شب
اُور امداد کی اسنے وانسے طلب

فریدوں کو الہام اُس دم ہوا
فریدوں کا دل جس سے خرم ہوا

یہ آواز آئی کہ دل شاد رکھ
یہ افسوں تو تعلیم سے یاد رکھ

پھر اک شخص پیدا ہوا ناگہاں
کہ رکھتا تھا وہ صورت راستاں

فریدونکو سکھلائی افسوں گری
یہ بولا کہ اے لائق سروری

کوئی آوے درپیش مشکل جہاں
یہ افسوں تو پڑھنا وہاں بیگماں

کہ ہو جاوے آسان مشکل تمام
بن آوے شتابی سے ہر یکدست کام

یہ سنکر فریدون فرخ نہاد
ہوا دلمیں پھر بیشتر شاد

خوشی سے وہ مسرور و شاداں ہوئی
زیادہ فزوں کو ہمت ہوئی

ترقی پہ اقبال تھا شاہ کا
لگے کہنے باہم کہ ہے یہ غضب
کہا ایک نے ہے یہ مشکل کمال
کریں گے ہلاک اسکو تدبیر سے
گئے بس وہ دونو شقاوت نشاں
یکایک سنی اُسنے آوازِ سنگ
نہ غلطاں ہوا پھر ذرا شیر
یہ بولے کہ ہمکو تعجب ہے یاں
جہاں آفریں نے کہا اب نگاہ
نہ کچھ منہ پہ اُن کے کہا زنہار
بیابان اور کوہ کی راہ سے
گذر بلنے کشتی جو انکی طلب
نہ ہرگز ذرا دل میں آیا خطر
مکان وہ بنایا تھا ضحاک نے
طلسم ایک تھا وہ درون مکان
نمایاں ہوئی وہ بلائے عظیم
کیا گرز سے اُنکو ہیں ہلاک
ہر کا وہ سے پوچھا کہ کس کا تخت ہے
بعد فرخی پھر شہ نامور
کہ ضحاک بیداد گر ہے کہاں
اُدھر لیگیا لشکر بیکراں
رہی فوج تھوڑی سی باقی وہاں
لیا مال و زر اور توڑا طلسم
گیا پھر شہنشاہ گیتی پناہ
بتان پری چہرہ و مہ جبیں

ظہور اُسکی تھا دولت و جاہ کا
جو بولا اُسکے محکوم ہم زر و دشب
ہلاک فریدون ہے امر محال
بہانہ کسی حیلہ سے تدبیر سے
اد کھاڑا وہیں ایک سنگ گراں
ہوا شاہ بیدار بس بیدرنگ
بد اندیش حیران ہوئے دیکھ کر
بلا کس طرح ہلنے سنگ گراں
بجا لائے شکر لطف آلہ
زیادہ کیا ان کا جاہ و وقار
سپاہ و حشم شوکت جاہ سے
ندی اور ہوا شاہ پر غضب
گئے بحر زخار سے سب اُتر
کیا تھا بلند اُسکو ناپاک نے
بلاہائے دشوار تر تھیں جہاں
سیہ دیو اور اژدھائے عظیم
پھر آگے گیا شاہ بیخوف و باک
لگا کہنے یوں کاوہ نیکبخت
سر تخت زریں ہوا جلوہ گر
جو کچھ تجھ کو معلوم ہے کر بیاں
زرہ پوش مردان جنگی یلاں
طلسم و حرم خانے کی پاسباں
نہ چھوڑا خزانہ نہ چھوڑا طلسم
لبھوسے شبستان ضحاک شاہ
ہوئیں شادماں شاہ کو دیکھ کر

بڑے بھائی دونوں تھے جو کینہ ور
فریدونکو بس قتل اب کیجئے
دیا دوسرے نے یہ اسکو جواب
کہیں ایکدن باد پر جفا
سر کوہ سے اسکو غلطاں کیا
فسوں کو کیا شاہ نے ورد زباں
رہ مکر سے پھر خروشاں ہوئے
اگر کوہ سے آہ کرتا کبھی
ولیکن فریدوں نے سمجھا وہاں
بصد فرخی پھر شہ نیک مرد
جہاں دجلہ تھا شہر بغداد کا
گیا وہ وہیں دریا میں گھوڑا ڈال
وہاں سے جہاندار گیتی ستاں
بہت دور سے وہ نظر آگئے تھا
گیا اُس مکاں میں وہ شاہ دلیر
فریدوں نے افسونِ اسم پڑھا
وہاں ایک اور رنگ آیا نظر
کہ یہ تخت ضحاک تازی کا ہے
پھر اک شخص وہ اس شاہ کو ملگیا
یہ بولا سنئے شہ وہ زشت خو
درون طلسم اُسکا ہے مال و زر
ہوا اسکے خوش شاہ آفاق گیر
خدا کا ادا شکر نعمت کیا
ہوا قتل جو واں مقابل ہوا
یہ بولیں کہ ہم تھے اسیر بلا

حسد لیگئے یہ چشم دیکھ کر
نہ تاخیر کو راہ یاں دیجئے
نہیں لازم اس کام میں اضطراب
تہ دامن کوہ سوتا وہ تھا
کہ تا ریزہ ریزہ ہو سر شاہ کا
ہوا بند وہ سنگ غلطاں وہاں
وہ سرگرم فریاد و افغاں ہوئے
تو ضائع فریدون ہوتا ابھی
کہ یہ کام انکا ہی تھا بیگماں
دم صبح وانسے ہوا رہ نورد
فریدونکو کاوہ وہاں لیگیا
روانہ ہوئی فوج بھی بیگماں
ہوئے سوئے بیت المقدس رواں
فلک بھی اُسے دیکھ شرمائے تھا
دلیری کو جسکے نہ پہنچے تھا شیر
کہ عاجز ہوئے دیو اور اژدھا
مکلل بیاقوت و لعل و گوہر
علی اب فریدون غازی کا ہے
اور اُس شخص سے شاہ نے یوں کہا
فریدوں کی کرنے لگا جستجو
رکھا ہے یہاں گنج لعل و گہر
تصرف میں لا یاد وہ نہیں سر بسر
کہ جسنے خداوند دولت کیا
فریدوں شبستاں میں داخل ہوا
کیا آن کے تونے ہم کو رہا

وہی خواہران جسم نامور — لگی کہنے یوں چشم کو کرکے تر
اٹھایا تھا ہم نے جو رنج و عذاب — کہیں کیا وہ اے شاہ عالیجناب

کہ دیو پیکر کی صحبت میں تھے — گرفتار ہم اک مصیبت میں تھے
ادہر اس سے روکا تھا ہم پہ بلا — ادہر اژدھائے سیہ کا ہراس

ہوا ہمپہ بارے خدا مہرباں — کہ بھیجا بجاہ و حشم تجھ کو یاں
پھرے دن ہوا پھر مددگار بخت — کہ آیا تو اے وارث تاج و تخت

یہی اپنی دل کی ہے اب آرزو — کہ جبتک جہاں ہے جہاں میں ہو تو
یہ پوچھا فریدوں نے اے دلربا — سو تم سے نہ ضحاک اب کہاں گیا

وہ بولی کہ تجھسے تھا اسکو خطر — تجسس کو تیری گیا ہے ادہر
کہ شاید کہیں ہاتھ آجائے تو — سوا اسکے یہ ہی اُسے آرزو

کہ ہندوستاں کو مسخر کرے — دل غمزدہ کو وہ خوشتر کرے
بہم واں سے پہنچا ہے اک سحرکار — فسوں ساز و جادوگر ہوشیار

تجھے جس کے جادو سے پہنچے گزند — وہ بیخوف ہو زیر چرخ بلند
ولے چاہتا ہے یہ عالم تمام — دعا ہے یہ ہر ایک کی صبح و شام

کہ بدخواہ تیرا سدا خوار ہو — تو دائم جہاں میں جہاندار ہو
رہے تیرا اقبال و دولت قریں — نگہباں ہو تیرا جہاں آفریں

نشستن فریدون برتخت کیان و گرفتار ساختن ضحاک را و تسخیر کردن ملک

ہوا جبکہ ضحاک کا تخت گاہ — نصیب شہنشاہ گیتی پناہ
سراپا گلستاں ہوا وہ مکاں — ہوا تازہ یکدست باغ جہاں

ہوا ہمسر عرش و افلاک تخت — کہ بیٹھا جہاندار فیروز بخت
شبستاں ہوا غیرت صد چمن — ہوئی رشک باغ ارم انجمن

ہوئی کامراں وہ پری پیکراں — بہم بزمی خرم و کامراں
کیا شاہ نے ملک تسخیر جب — ہوا کامیاب نشاط و طرب

ہوا رونق افزائے تخت کیان — فروزندہ خورشید بخت کیان
جو تھا کندرہ نامی اک پہلواں — طلسم و زر و مال کا پاسباں

گیا پاس ضحاک کے بھاگ کر — وہاں جاکے اسنے کہی یہ خبر
کہ شاہان شہ گرد گردن بلند — دلیر و جوان و قوی ارجمند

کسیطرف سے لاکے فوج گراں — سوئے شہر بغداد آئی رواں
بزرگ انہیں وہ ہیں اور اک خرد ہے — دلاور ہے پر وہ کہ گرد ہے

نمایاں ہے چہرے سے فر کیان — خداوند دولت ہے وہ نوجوان
وہ سرکردہ ہے لشکر و فوج کا — سپہدار و حمتا و فرمانروا

رکھے ہے وہ پاس اپنے گرز گراں — جوانمرد ہے جنگجو پہلواں
بجاہ و حشم اسنے واں آنکر — وہ توڑا طلسم اور لیا مال و زر

تہے دیو گردان جنگ آزما — جو واں تھے انہیں قتل اسنے کیا
کیا زیر پا اپنے تیرا وہ تخت — ہوا لے گماں تیرا برگشتہ بخت

ہوا پھر وہ داخل شبستان میں — تصرف کیا تیرے ایوان میں
ستمگار سمجھا یہ سنکر خبر — کہ پہنچا فریدوں وہاں آنکر

ولے اپنے پنہاں کیا راز کو — کہ تا کوئی لشکر میں بددل نہو
کہا یوں کہ مہماں کوئی ہوئیگا — جو رخ اسنے سوئے شبستاں کیا

نہیں جائے اندیشہ کچھ زینہار — رہا چاہیئے شاد دل زینہار
یہ گفتار سنکر وہ کھا پیچ و تاب — دیا کندرو نے یہ اسکو جواب

کہ اب سچ کچھ تو سنا چاہیئے — اسے مہماں کیونکر کہا چاہیئے
رکھے جو کوئی گرز گاؤ سر — شبستاں میں شوخی کرے آنکر

وہ مہماں کوئی آفت دہر ہے — بڑا یہ غضب ہے بڑا قہر ہے
کریں یوں خواہران جہاندار جم — نہیں بیجا بانہ اس سے ہم

ادہر ہمکنارا اس سے ہو شہرناز — ادہر اسکے پہلو میں ہو ارنواز
پھرا شہر میں اسکا لشکر تمام — ہوئے آدمی اسکے چاکر تمام

یہ قصہ سنا جب کہ ضحاک نے
نری بات کا کچھ نہیں اعتبار
نہ اب ناظم شہر تجھکو کروں
تو ہرگز نہ ہو بہرہ ور تخت سے
ذرا کام کا اپنے ہو چارہ گر
کیا حکم ضحاک نے پھر وہیں
فریدوں شہ نامور تھا جہاں
کہ اسکے ستم سے وہ پرخوں تھے سب
دلیران مردان و برنا و پیر
وہ لشکر یوں ہو گیا بر خلاف
کیا مشورہ پھر یہ ملکر وہیں
ہوئی رات جس دم تو وہ بے حیا
کمند ایک لے کر گیا پھر وہیں
ہوئی شعلہ خیز آتش رشک و تب
بلندی سے بدخواہ آیا فرود
وہ گرز اسکے سر پہ جو مارا شتاب
لگا جب کہ اسکو تو خون و خاک
لیے قید کر کوہ کے درمیاں
کہیں کوہ تھا اک دماوند نام
بشاہی اسے سال گذرے ہزار
کہ نام انکو ہی ہے یادگار
ہوا جب کہ ضحاک پر فتحیاب
شتابی سے حاضر ہوئے انکر
کیا شاہ نے ان پہ لطف و کرم
نوازشگری شاہ نے کی اختیار

تو کی خواہش مرگ ناپاک نے
ذرا بھی نہیں رہتی زینہار
نہ خدمت کوئی تجھکو زنہار دوں
نہ ہو کامراں افسر و تخت سے
نہ گھٹے تری کام وہ کام کر
کہ گردن رہے اب سر اسپ زیں
وہاں شاہ ضحاک آیا دواں
طلبگار عہد فریدوں تھے سب
کہ تھے پہلوانی میں وہ بے نظیر
تو بیداد گر دل میں سمجھا یہ صاف
کہ تنہا مسلح ہوں اب کہیں
ہوا غرق آہن میں سر تا بپا
چڑھا پھر سر بام کاخ پریں
دل اس کا ہوا گرم کین و غضب
فریدوں نے اسکو جو دیکھا تو زود
تو ضحاک کو پھر رہی کچھ نہ تاب
زمیں تا کہ ناپاک سے ہووے پاک
رہی یہ گرفتار بند گراں
وہاں غار تھا اژدہا تھی تمام
ہوا بعد اسکے گرفتار و خوار
ہمیشہ نکو نام ہے برقرار
سعادت ہوئی شاہ کے ہمرکاب
حضور شہ عادل داد گر
فزوں تر کیا انکا جاہ و حشم
[illegible]

ہوا کندرو پر بہت خشمگیں
تو از خوف سے دل بہ پریشاں ہوا
اسے کندرو نے یہ پاسخ دیا
بھلا شہریاری نہ ہو جب تجھے
سنی جبکہ گفتار ارباب ہوش
غرض کر کے تیار لشکر تمام
ولے فوج بے دل تھی ضحاک سے
سنا فوج نے جب فریدوں کا نام
فریدوں کے آ کے ہوئے سب رفیق
کہ کرتا نہیں خیر خواہی کوئی
سوئے خوابگاہ فریدوں چلوں
یہ اسدم بنی صورت نابکار
جو دیکھا تو ایوان میں ارنواز
شتابی سے ایواں میں ڈالی کمند
اٹھا لیکے وہ گرز گاؤ سر
فریدوں نے پھر یہ ارادہ کیا
صدا غیب سے لیکن آئی تبھی
فریدوں نے جس دم سنی یہ صدا
کیا بند لیجا کے ضحاک کو!
یہ دنیا کہ ہر چند ہے بے ثبات
فریدوں میں تھی یہ صفت سر بسر
تو سب نامداران گردان شہر
کیا خیر مقدم ہیں شاہاں پذیر
سر تخت ایران و توران و چین
کیا شاد و کیا ان کو در گنج [illegible]

لگا کہنے یوں اس سے از روئے کیں
تو مارے خطر کے گریزاں ہوا
کہ مجھکو ہے اب یہ گمان خسروا
کرے ناظم شہر کیوں کر مجھے
تو آیا ستمگار کے دل میں جوش
روانہ ہوا دل سے وہ تیز گام
نہ راضی تھا کوئی بھی ناپاک سے
دل ان کا ہوا خرم و شادکام
کہ تھا حق شناس و کریم و خلیق
نہیں چاہتا میری شاہی کوئی
وہاں جا کے بس قتل اسکو کرو
کہ کوئی نہ پہچانے پھر زینہار
فریدوں سے ہے سو تیس گرم نام
کہ واں جا کے پہنچا وہ شہ کو گزند
مقابل ہوا اسکے وہ آن کر
کہ اک ضرب لگتے اس کے سر پہ لگا
کہ باقی ہے اسکی ابھی زندگی
تو ضحاک کو قید وہیں کیا
رکھا سرنگوں اسمیں ضحاک کو
ولیکن جہاں میں ہے کہتے یہ بات
کیا جز نکوئی نہ کارہ گر
کہ تھی دولت مال سے شاد بہر
پرستندۂ شاہ آفاق گیر
ہوا خواہ شاہنشہ دور بین
رعیت نوازی پہ باندھی کمر

نکوئی جو کی شہ نے زیر فلک ۔ تو نام نکوئی بھی ہے اب تلک
ہمیشہ کری جو کوئی کام نیک ۔ تو بیشک ہو آغاز و انجام نیک
جو کار فریدوں کری بیگماں ۔ فریدوں ہی ہے تو آسماں
سنو تم کہ آگے کروں میں بیاں ۔ فریدوں کے بیٹوں کی اب داستاں

تقسیم کردن فریدون ملک را بہر سہ پسران مشکل بردن سلم و تور و کشتہ شدن ایرج از دست آنہا

شہ ہفت اقلیم کے تھے سہ پور ۔ کہ تھا انکا نام ایرج و سلم و تور
ملک زادہ ایرج ولے خرد تھا ۔ خردمند و دانشور خوش لقا
ہوئے جب جوان بادشاہزادگان ۔ ہوئی ہیں تمنائے شاہ جہاں
شہ خسر جہاں ایک بادشاہ سے ہوں ۔ فرو دلیس حسن میں ماہ نو سے ہوں
تو ان کو وہاں تحفہ بھیجے ۔ ڈھونڈا خیر کو راہ تک دے بھیجے
کوئی مرد دانا فصاحت نشان ۔ طلب کر کے اسکو شہ والا کرام
یہ بولا اگر وہ جہاں پھر کے تو ۔ جو ہے مدعا اسکی کر جستجو
اسے جبکہ فرمان شاہی ہوا ۔ تو رخصت ہوا وہ انسے راہی ہوا
بہت ملک میں گشت اسنے کیا ۔ ملے جبکہ شہر یمن میں گیا
تو لوگوں نے دیکھے ہوا یہ عیاں ۔ کہ حسب تمنائے شاہ جہاں
رکھے تین دختر ہے شاہ یمن ۔ پری چہرہ و مہوش و سیمتن
سپہدار کے انکا تھا جہر نام ۔ گیا واں رسول مبارک پیام
فریدوں کا پیغام یک سے کہا ۔ وہ اقبال شاہ یمن نے کیا
فریدوں نے جب دم سنی یہ نوید ۔ ہوا خوش کہ دل کی بر آئی امید
بعید حشمت و شوکت و فر شتاں ۔ کیا شاہزادوں کو شاہ نے رواں
گئے جب وہ سوئے دیار یمن ۔ ہوا شاد تب شہریار یمن
پری طلعتوں کو کیا تحفہ دل ۔ بہت مال اور گنج ان کو دیا
ہوئے وہ انسے پھر سوئے ایران دوال ۔ ملکزادگان اور وہ مہوشاں
فریدوں کے دل میں یہ آیا خیال ۔ کہ اب ضعیف ہو پیر نہ سال
کروں ملک تقسیم ہر ایک کو ۔ کہ باہم برادر نہوں کینہ جو
دیا سلم کو روم و خاور ہیں ۔ ملا تور کو ملک توران و چین
ولے ملک زبدہ ایران تمام ۔ مقرر کیا شاہ نے ایرج کے نام
سد روم اور خاور لئے سلم تو ۔ رہا ایرج ایران میں با سکہ تو
وہ کرنے لگے بادشاہی وہاں ۔ ہوئی تخت و دیہیم سے کامراں
یکایک دل سلم بیدل ہوا ۔ سوئے کین ایرج وہ مائل ہوا
قناعت نہ کی دل میں روم پر ۔ نہ آیا پسند اس کو بخشش پدر
سوئے تور لکھ کر کہا نامہ شتاب ۔ رسول ایک بھیجا کہ لاؤ جواب
لکھا تھا یہ مضموں کہ ہیں ہم ۔ نہ زنہار ایرج سے کمتر ہیں ہم
ذرا سوچ اب اے خداوند تور ۔ کہ ہرگز نہیں پائے تجھ سے شعور
دیا اس کو اور تجھ کو ہیں زر ۔ کہ مجھ سے بھی اور تجھ سے خرد تر
کیا ملک ایران کا ایرج کو شاہ ۔ کہے ہے جائے آسائش و شوکتگاہ
مجھے اور تجھے ملک ایسا دیا ۔ جہاں جنگ کینہ جو ہیں ہمیشہ
پیارا کہ ہے حاصل بھی ایران کا ۔ غنیموں سے ہے روم و کین و بیم
یہ تقسیم مجھ کو بس ناگوار ۔ تری مصلحت کیا ہے اے شہریار
جو نامہ پڑھا تور نے سر بسر ۔ ہوا دل میں اپنے غضبناک تر
لکھا پھر وہیں سلم کو یہ جواب ۔ کرا اے بادشاہ ثریا جناب
بہ ہر نیک و بد تیرے شامل ہے ۔ یقیں جانیو تو کہ لیکن ہے عجب
ہے ساتھ میں تیرے جو ہو ۔ ہے عقل ایرج کم رستہ ہول
گر اس نامہ بر تو کہو پدر ۔ روا کر دو اب تو ہے خوب تر
یہ پیغام بھیجا کہ اے بادشاہ ۔ بزرگی خردی پہ دیکھے نگاہ
ہمیں تخت ایران سے ۔ ایرج کا ...
اسے ... وہ آجائے گا ۔ تو بہتر ہے پھر وہ تیغ و سپر

سنی گوش جانسے فریدوں کی پند / لگا کہنے یوں ایرج ارجمند
کہ زنہار اے شاہ فرخندہ بخت / نہیں کچھ مجھے الفت تاج و تخت
جو دنیا و دولت نہیں پائدار / تو غم کھائے کیوں مردم ہوشیار
یہ کینہ اگر بہر اورنگ ہے / پئے پادشاہی اگر جنگ ہے
تو گذرا میں اس تاج و اورنگ سے / بہم صلح بہتر ہے اب جنگ سے
حضور انکے جاؤں میں ایلچیانہ / نہ دو سو اس کو میں دوں اپنی راہ
کہ میں خوش ہوں اور وہ ہیں رنگ رنگ / بجاہ و حشم میں ہی مجھ سے سترگ
کروں عرض یوں میں فرمان پذیر / مبارک تمہیں ہووے تاج و سریر
مجھے دہر میں کچھ نہیں حب جاہ / نہیں کچھ تمنائے تاج و کلاہ
مری ساتھ کس واسطے خشمگیں / کہ ہوں بندہ خسرو روم و چین
یقیں ہے کہ پھر مجھسے الفت کریں / برنگانہ مجھ پر شفقت کریں
فریدوں نے ایرج سے پھر یوں کہا / کہ اے پور صد آفریں مرحبا
برادر ہیں تیرے سر خشم و کیں / تو ہے صلح جو اور محبت گزیں
مجھے خوب جانا ہے تیرا ادھر / وہ دونوں یکجا ہیں اب اے پسر
لئے میں بھی اک نامہ انکو لکھوں / رقم اس میں درد دل اپنا کروں
کہ بس بڑھ گئے انکا دل کینہ ور / سر پر آجائے پھر زود تر
تجھے پھر بخوبی و رخصت کریں / محبت کریں اور الفت کریں
مرا مجھکو دیدار حاصل ہو پھر / قرین مسرت مرا دل ہو پھر
یہ لکھکر فریدوں نے نامہ لکھا / رقم اس میں یعنی یہ مضموں کیا
کہ تم ہو بزرگ اے جوانان گرد / اور ایرج تمہارا برادر ہے خرد
سر تخت شاہی سے آیا فرود / کلاہ شہی سر سے لایا فرود
کمر اپنی باندھی پے بندگی / یہ آیا برائے پرستندگی
تمہیں بھی ہے لازم کہ شفقت کرو / سر کیں سے گذرو محبت کرو
کئی روز واں جب کہ جائیں گذر / تو پھر اس کو رخصت کرو تم ادھر
سر نامہ جب شاہ نے مہر کی / تو ایرج نے توران کی راہ لی
لئے اس قدر ساتھ برنا و پیر / لئے ساتھ واسطے راہ کے ناگزیر

داستان رسیدن ایرج نزد سلم و تور بی فوج برائے عذر و انکسار معہ نامہ پدر خود و قتل نمودن آنہا ایرج را از روئے کین و سرش را نزد فریدون فرستادن و ماتم نمودن فریدون

شہ روم و توران و چین سلم و تور / کہ تھا جنکو جاہ و حشم کا غرور
وہ بیٹھے تھے ایران کی طرف عزم / وہ تیار کرتے تھے اسباب رزم
وہ توراں میں آکر فراہم ہوئے / پئے خون ایرج وہ باہم ہوئے
خبر انکو پہنچی یہ اتنے میں واں / کہ بے فوج آیا ہے ایرج یہاں
فریدوں نے نامہ بھی اک لکھا / یہ سنکر وہ دونوں گئے پیشوا
خوشی جہاں اسکی تھی بارگاہ / اسے لیگئے واں وہ با عز و جاہ
ملکزادہ ایرج تھا فرخندہ خو / خرد مند و خوش منظر و خوبرو
مگر اب جو برپا ہوا یہ فساد / تو آئے پھر اس بات پر بد نہاد
کہ ہو بے خطا کشتہ وہ نامدار / سوئے خانہ جانبر ہنوز نہار
سوئے فوج پھر سلم نے کی نگاہ / بہایا طرف اپنے میل سپاہ
کہا طور سے کام ابتر ہوا / کہ ایرج سے دل بستہ لشکر ہوا
ہمیں قصد تھا ملک ایران کا / لئے اب یہ اندیشہ تو انکا
ہوا قتل ایرج کا اب ناگزیر / وگرنہ نہ ہم ہیں نہ تاج و سریر
بھری آہ اسبات سے تور نے / رکھا خون رو اس کا مغرور نے
گیا دوسرے دن جو انکے حضور / تو بولا یہ ایرج سے کمبخت تور
کہ اے بے ادب ہم سے کمتر ہے تو / نہ ہرگز سزاوار افسر ہے تو
ہمارا ادب کچھ نہ رکھا نگاہ / ہوا ملک ایران کا تو بادشاہ
نشیب و زیاں ہم تو کھینچیں یہ رنج / رہے تو وہاں شاہ با تاج و گنج

یہ باتیں جو تندی سے اُس نے کہیں — تو ایرج نے پاسخ دیا پھر یہیں
کہ اے بادشاہ جہانگیر و گرد — بزرگ آپ ہیں ہم ہیں چھوٹے و خرد

مجھے چاہیے اب نہ تاج و کلاہ — نہ گنج اور نہ کشور نہ تیغ و سپاہ
نہیں مجھ پہ لازم ہے اتنا عتاب — کہ ہوں بندۂ شاہ عالیجناب

یہ کرتا تھا عجز اور گفتار نرم — ملے تسپہ ہوتا تھا وہ تند و گرم
نہ گفتار ایرج کی بھائی اُسے — نہ اُلفت برادر پہ آئی اُسے

سر کرسی زر وہ بیٹھا جو تھا — وہاں سے وہ یکبارگی بس اُٹھا
وہ کرسی زر از رہ خشم و کیں — اُٹھا سر ایرج کے ماری وہیں

پھر اُسکے رکھا دست و بازو پہ — گزند برادر بس آیا پسند
بہت کر کے زاری و جب انکسار — لگا کہنے ایرج کہ اے نامدار

نہ کر قتل مجھکو خدا سے تو ڈر — نہ دے ہاتھ سے پاس شرم پدر
یقیں جان ہے تو کر انجام کار — تجھے رنج پہونچیگا کردگار

نہ رکھ ہاتھ خون برادر روا — مری جان پر رحم کر خدا
نہیں کچھ مجھے خواہش سروری — کروں رات دن محنت و چاکری

کہا عجز ایرج نے ہر چند پر — نہ آیا سر رحم بیداد گر
وہیں کھینچکر خنجر آبگوں — کیا اُسنے ایرج کو غرق خوں

سر نامور کر کے تن سے جدا — حضور فریدوں روانہ کیا
لکھا یوں کہ تو نے جسے دے دیا — دیا تاج و زر تھا یہ اس کا ہے سر

تو لاکھ اسکے اب سر پہ تاج شہی — بٹھا اسکو بالائے تخت شہی
فریدوں پہ پہنچے تھا داں اُٹھا — کہ آوے کہیں ایرج نامدار

کہ اتنے میں نالہ کناں مرد ماں — لئے اُس کا تابوت پہونچے وہاں
و تابوت کھولا تو آیا نظر — [illegible] پڑا [illegible] ہیں جو سر

فریدوں اُسے دیکھ گریاں ہوا — وہ بیخود سر خاک غلطاں ہوا
ذرا ہوش آیا فریدوں کو جب — وہ بولا کہ ہو دیں سیاہ روز و شب

وہیں توڑ ڈالے وہ کوس علم — فغاں اور نالہ تھا واں دمبدم
بنایا تھا ایرج نے اک گلستاں — سر اُس کا کیا [illegible] وہاں

اکھاڑے نہالان گلشن تمام — جلائے گل و سرو سوسن تمام
یہ کہتا تھا گریاں کہ اے شہریار — کہ افسوس اے گردش روزگار

ہوا کشتہ یوں ایرج نازنیں — کہ سر ہے کہیں اور تن ہے کہیں
ہوا سو ہوا لیکن اے کردگار — تو بخشش کی ہوں تجھ سے امیدوار

کرے تخم ایرج سے اک نامور — پئے رزم و کیں چست باندھے کمر
کہا تنگ کر دل سے غم کا بیاں — سنو اب منوچہر کی داستاں

تولد شدن دختر از بطن ہمشیر ایرج و کتخدا شدن او با پشنگ کہ او ہم از نسل فریدون بود و تولد شدن منوچہر و کینہ خواہی او

شبستان ایرج کے شاہ جہاں — گیا ایکدن تو یہ پوچھا وہاں
اگر ہاں کوئی [illegible] دار — تو شاہی سے مجھ پہ کرو آشکار

کسی نے دیا شاہ کو یہ نوید — کہ ہے حاملہ ایک ماہ آفرید
یہ سن کر بہت خوش ہوا شہریار — کہا یوں کہ اب ہو مجھے یہ امید

خدا سے اُسے ایک فرخ پسر — کہ ہے بدلہ [illegible]
اگر ہیں جب گئے نو مہینے وہاں — تو پیدا ہوئی دختر دلستاں

ہوئی جس میں ایک ماہ [illegible] — فریدوں نے رکھا [illegible]
کیا پرورش ناز و نعمت سے تھا — کہا ہم قریب ہیں کہ [illegible]

جوان ہوئی [illegible] پشنگ کیا تھا — اسے ساتھ اسکے کیا کتخدا
فریدوں کی نسل [illegible] — ہوا فرزند دانشور پہلواں

ہوئی حاملہ جب وہ [illegible] — [illegible]
— منوچہر نام اُس کا [illegible]

بہت شاہ کو شادمانی ہوئی
کہ جب تک فلک پر مہ و مہر ہو
ہوا دہ جواں وہ منوچہر جب
کہا یوں نظر کر کے سوئے سپاہ
در گنج شاہی کشادہ کیا
منوچہر سے مردمان سپاہ
جو پہنچی خبر سلم اور تور کو
فریدوں پہ رکھنا ہے اب غم جو ہم
کیا مشورہ یوں کہ گنج و گہر
عوض خون ایرج کے دیجے اسے ہم
حضور فریدوں وہ پیغام بر
لیے جا دو ان عالم افروز تو
زر و لعل اور گوہر شاہوار
دہ پیلان محمول سیم و زر
کیا ہمکو گمراہ شیطان نے آہ
اگرچہ ہیں ہم تو سراپا خطا
تمنا ہے یہ اپنی شام و سحر
رکھیں اسکی تارک پہ سیم و زر
بلایا منوچہر کو تب وہیں
نظر کر تہ گنبد نیلگوں
دیا اسکو پیغام کا یہ جواب
مگر تم نے اب گناہ و خطا
وہ سام نریمان وہ قارن دلیر
یہ مردان جنگ آور پہلواں
یہاں خواہش زر نہیں زینہار

سر نو اد سے زندگانی ہوئی
الٰہی جہاں میں منوچہر ہو!
ہنر پہلوانی کے سکھلائے سب
تمہارا منوچہر ہے بادشاہ
سپہ کو زر و سیم و گوہر دیا
گذارش یہ کرتے تھے شام و پگاہ
منوچہر ہے مرد پیکار جو
کہ بھیجے انہے اس طرف بہر رزم
رواں کیجئے اب سوئے پدر
اسے گوہر گنج و تاج و علم
جو پہنچا تو رکھ کے وہ سر خاک پر
ہمیشہ کرے جشن نوروز تو
سر پہ وزر و تاج گوہر نگار
حضور جہاندار گذران کر
جو سرزد ہوا ہم سے ایسا گناہ
ولے تو خطا بخش ہی خسروا
سوئے خاور آوے منوچہر گر
کریں پیشکش اسکے گنج و گہر
بٹھایا سر کرسی گوہریں
ہوئی تیرہ بدخواہ یکسر زباں
کہ جابر وہ ناپاک ہے کہ شغب
کیا قصد خون منوچہر کا
وہ کاوہ کہ ہے جنگجو مثل شیر
منوچہر کے ساتھ ہیں جنگجواں
نہیں چاہیے گوہر شاہوار

وہ لایا بجا شکر پروردگار
رہے اسکا اقبال دائم بلند
سکھائے سب آئین و رسم شہی
منوچہر کی تم اطاعت کرو
فراہم ہوا لشکر بے شمار
کہ عزم عدم سوزی اب کیجئے
قوی بازو و پہلوان دلیر
یہ لشکر بہت دیکھ لائے ہراس
منوچہر کو اب طلب کیجے یاں
غرض باز رو گنج بھیجا رسول
دعا و ثنا کی شہنشاہ کی
وہ تحفے جو لایا تھا پھر اسنے سب
وہ دیبائے رومی و خز و حریر
کہا سلم اور تور کا یہ پیام
خجالت زدہ ہم ہیں تقصیر سے
ہماری یہ تقصیر ہووے معاف
تو ہو تخت شاہی پہ جلوہ کناں
فریدوں نے دیکھا جو تحفہ تمام
کہا یوں کہ ای پور فرخ خصال
پھر آیا وہ شہ سوئے پیغامبر
ہوئے گر منوچہر پر مہرباں
منوچہر کو سر پہ خود و کلاہ
وہ گرشاسپ پور سر پہ یل
مجھے زر دیتے ہو تم کیا فریب
تو سب پیشکش جا ہے گنج و رسل

دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار
نہ پہنچے ذرا چشم بد سے گزند
پھر اس کے رکھا سر پہ تاج مہی
دل و جان سے تم اسکی خدمت کرو
دلیران جنگی و مردان کار
شتابی سے ایرج کا خوں لیجئے
حضور اس کے روباہ سے کم ہیں شیر
پریشان ہوئے انکے ہوش و حواس
یہ کہیے کہ ای بادشاہ جہاں
کہ شاید فریدوں کرے یہ قبول
کہ ای مہر رخشندہ سروری
رکھے شاہ کے آگے زر و طرب
وہ زریں طبقہائے مشک و عنبر
کہ بندے ہیں ہم ای شہ نیک نام
ولیکن ہیں ناچار تقدیر سے
کر و کینہ سے اپنے سینے کو صاف
ہم اسکی کریں چاکری جاوداں
سنا اور یوں سر کشوں کا پیام
تجھے ہی سعید و مبارک ہے فال
ہوا خندہ زن اسکی گفتار پر
تن ایرج نوجواں ہے کہاں
سوئے خاور آوے گا لیکر سپاہ
کہ ہیں پہلوانی میں سب بے بدل
یہ مکاریاں ہیں تمہارا فریب
کہ ہر گز نہیں [illegible]

کیا عذر جو نا بکار و نے اب ۔ نہیں بجا یعنی بیجا ہے سب
گیا اس جہاں سے وہ ایرج اگر ۔ تو پیدا ہوا ایک اور نامور
دلیر و قوی جوں ہزبر ژیاں ۔ نبرد آزما مثل شیر ژیاں
یہ پیغام بر لے جواب پیام ۔ سنا جب تو ہوش اڑ گئے بس تمام
غرض تیز رو مثل بادِ صبا ۔ جہاں سلم اور تور تھے واں گیا
کہا پھر کہ میں نے منوچہر کو ۔ جو دیکھا تو ہے مرد پیکار جو
اور اسکے جو لشکر میں ہیں پہلواں ۔ قوی زور میں مثل پیل دماں
وہ دونوں جفا کار بیدادگر ۔ ہوئے سنکے پاسخ بہت پرخطر
یہ بولے تو چرخ فیروزہ رنگ ۔ کہ ہم گر نہ پہلے کریں قصد جنگ

ستم ساتھ ایرج کے جو کچھ کیا ۔ سو اس کا مکافات دیگا خدا
گر ایرج نہیں تو منوچہر ہے ۔ فروزندہ مثل مہ و مہر ہے
کمر چست باندھی پئے کارزار ۔ نچھوڑے وہ ایرج کا خوں زینہار
ذرا ایک دم بھر نہ ٹھیرا وہاں ۔ ہوا بس میں سوئے خاور رواں
وہ پاسخ جو تھا اسکا جوں زہر مار ۔ لیا سلم اور تور نے آشکار
جوانمرد و شیر افگن و پیلتن ۔ یل نوجواں گرد شمشیر زن
نبرد آزما ہر جوانمرد ہے ۔ طلبگار پیکار ناورد ہے
پھر آراستہ ایک کی انجمن ۔ پے کینہ خواہی ہوئے رائے زن
مبادا منوچہر ہووے دلیر ۔ شتابی ادھر آئے مانند شیر

جنگ منوچہر با سلم و تور و فتح یافتن منوچہر نشستن بر تخت و وفات فریدون

یہی مصلحت ہے کرے کر سپاہ
کیا سلم اور تور نے جب یہ عزم
سواران رومی و ترکان چین
فریدونکو پہنچی یہ جب دم خبر
صبوری کرو تم نہ باندھو کمر
منوچہر نے یوں گذارش کیا
کیا اُس طرف شاہ نے پھر رواں
لئے سر بسر گرز و تیغ و سناں
صف جنگ آراستہ جب ہوئی
سوِ راست گرد و لاہو قباد
بجائے تعین تھی قایم سپاہ
گیا بڑھ کے آگے دلاور قباد
کہ اے بیخرد کہہ تو مجھے
دیا تور کو اُسنے پھر یہ جواب
تمہاری وہ محفل میں لایا پناہ
یہ سنکر نہ پاسخ کچھ اُسنے دیا!
سُنا تھا جو کچھ تور سے سب کہا
کروں قتل میں سلم اور تور کو
رکھیں جنگ کو آج موقوف ہم
ہوا خیمہ زن دشت میں وقت شب
سواران جنگی وہ مردان کار
ہوا گرم بازار کین و ستیز
تن و جان کا کچھ نہیں تھا دریغ
ولیکن بتائید لطف اِلٰہ
لگے کہنے باہم وہ دونوں لئیم

چلیں ہم بسوئے منوچہر شاد
کہ چلکر منوچہر سے کیجے رزم
ہنر و آزمایاں توران زمین
کہ خاور سے اب لشکر آیا ادھر
کہ تا آویں اب اور بھی بیشتر
کہ اب اے جہاندار کشور کشا
منوچہر کو با سپاہ گراں!!
نہ پروائے سر نے فرانکہ جاب
رہ صلح مسدود پھر تب ہوئی
سوِ چپ وہ گستاخ سب فرخ نہاد
منوچہر تھا رونق قلب گاہ
وہیں دونوں آگئے ہاں شل باد
بھلا کام کیا گرز و شمشیر سے
کہ پہنچاؤں پیغام تیر اشتاب
کیا غرق خوں تمنے ایرج کو آہ
خجل ہو کے میدان سے پھر گیا
منوچہر سن کے یہ باتیں ہنسا
کروں غرق خوں ہر دو مقہور کو
کریں حشر برپا یہاں صبحدم
بسر کی وہ شب با نشاط و طرب
ہوئے آگے صف زن ہاں دیبار
ہوئی ایک برپا وہاں رستخیز
وہاں کام سب کو تھا با گرز و تیغ
منوچہر کی غالب آئی سپاہ
کہ غالب رہی آج فوج غنیم

کریں چلکے ایران میں اُس سے جنگ
فراہم کیا لشکر بے شمار!
رواں سوئے اقلیم ایراں ہوئے
بلانا مداروں سے تب یہ کہا
خبر پھر یہ پہنچی کہ اب سلم و تور
نہیں مجھکو زنہار تاب درنگ
زرہ پوش مردان شمشیر زن
یہاں فوج کا کیجئے کیا شمار
وہ آگے ہما کا دیانی درفش
وسام و نریمان وہ قارن دلیر
اُدھر سے دونوں وہ گردنکشاں
قباد دلاور سے کہنے لگا
ہوئی دخت ایرج سے تیری نہاد
کیا تور اور سلم نے پھر یہ کام
یقیں جانیوں تم کو زیر فلک
وہیں رزمگہ سے پھر آیا قباد
یہ کہنے لگا پھر کہ ہنگام جنگ
جواب پھر گیا تور میدان سے
پھرا رزم گاہ سے منوچہر شاہ
سحر جب ہوئی تب منوچہر شاد
وہ دونوں ستمگار بھی لے سپاہ
جوانوں کا سر اور گرز گراں
ہوئے کشتہ جنگ آوراں بے شمار
ہوئے تور اور سلم سب دردمند
مبادا کہ غالب ہو کل اُدھر بھی

نہیں خوب اب تیں کچھ درنگ
یلان تنومند جنگی سوار
پے کینہ خواہی شاہان ہوئے
کہ اے شیر مردان جنگ آزما
قریب آگئے اب نہیں کچھ بھی دور
اجازت مجھے دیجئے بہر جنگ
جوانان جنگ آور و صف شکن
سواران جنگی تھی ششصد ہزار
کہ تھا انکا علم سرخ و زرد و بنفش
کہ تھے کینہ خواہی میں مانند شیر
پے رزم لائے سپاہ گراں
منوچہر سے جا کے کہہ تو ذرا
تو زنہار اسباب سے ہو نہ شاد
کہ دونوں کو نفریں کریں خاص و عام
رہی تم پہ لعنت قیامت تلک
حضور منوچہر فرخ نہاد!
عیاں ہوں نہ اور کہہ بیدرنگ
اماں اُس نے پائی غرض جان سے
گیا بس وہاں سوئے آرام گاہ
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ
ہوئے آگے میدان میں کینہ خواہ
دلیروں کا پہلو و نوک سناں
زمیں خوں سے انکے ہوئی لالہ زار
کہ آیا نظر اُن کو اپنا گزند
سو اس واسطے مصلحت ہے یہی

منوچہر پر آج شبخوں کریں
کہ شبخوں کا رکھتے ہیں وہ عزم جزم
غرض سونپکر اُسکو لشکر سیاہ
گئی نصف سے رات جب دم گذر
پے عزم شبخوں وہ آیا جدھر
ولیکن نہ زنہار پایا گذار
پہنچی خبر جب منوچہر کو
جہاں تور بدکیش تھا رزم ساز
اُٹھایا وہیں اُسکو ابن زین سے
ہوا شاہ جب تور پر فتحیاب
گیا بھاگ کر درمیان حصار
نگہبان وہ گڑھ کا اک گرد تھا
پھر اک تیر مارا بہت زور سے
ولیکن نہ زنہار کاری پڑی
تن اس کا کیا تیغ سے چاک چاک
ہوئی خیمہ زن فوج گرد حصار
منوچہر نے اُسکو بھیجا پیام
اگر شیر دل ہے تو ای پہلواں
یہ سن کر اُسے غیرت آئی وہاں
منوچہر شاہ ولایت ستاں
شہ وہ ہو ... ہوئے کشتہ جب
گیا غرض ہمت کیجے تیغ و کمیں
وزیر ... مسند رحمت ہوا
شہنشہ نے سب پر بلطف و خوشی
ملنا جب ہوئی شاہ کی مہرباں

تبہ اُس کو ہم زیر گردوں کریں
یہ چاہتے ہیں وہ غفلت میں نرم
کمیں گاہ میں آپ بیٹھا وہ شاہ
جہاں بس ہو گیا سر بسر
خبردار پائی سپہ سر بسر
ہوا گرم ہنگامہ کارزار
کمیں گاہ سے تب شاہ نامجو
دلیرانہ پہنچا شہ نیزہ باز
گرایا زمیں پر سر کمین سے
شہ سلم آیا اُدھر سے شتاب
ہوا جا کے محصور وہ نابکار
دلیر و جوانمرد و جنگ آزما
جگر پر منوچہر کے آن کے
ہوا شہ غضبناک پھر اُسکو دی
سپہدار کا کو ہوا یوں ہلاک
نہ تھا قلعہ میں پھر صبا کا گذار
کہ بس تیری ترکی ہوئی انجام
تو بس جان دے اپنی شکل سگاں
وہ غیرت سے سر رزم لائی وہاں
مقابل ہوا لیکے تیغ و سناں
ہوا لشکر اُن کا پراگندہ سب
گروہ بوسے پر... رہنے زمیں
کہ مشغول لطف و عنایت ہوا
عنایات شاہانہ مصروف کی
ہوا تب عنایات شاہ جہاں

منوچہر کو بھی یہ پہنچی خبر
وہیں کر کے قارن کو شہ نے طلب
سواران جنگ آزما سے ہزار
روانہ ہوا تور نخوت شعار
بنا چار چاہا کر پھر جائیے
ہوئی وقت شب تیغرانی وہاں
شتابی سے پہنچا سوز رزمگاہ
جو اک تیر مارا پس پشت تور
جدا تیغ سے کر کے سر تور کا
نپائی وے سلم نے تاب جنگ
منوچہر بھی سوئے حصن متین
سوئے رزم و پرخاش مایل ہوا
منوچہر نے کھینچ کر دہیں تیغ
کمربند اس کا پکڑ کمین سے
لگا کہنے پھر شاہ فیروز جنگ
رہا سلم مدت تلک قلعہ بند
ملا دوں گا تجھکو تہ خون و خاک
مقابل مری آ کے اب ہو شتاب
نکل قلعہ سے لیکے جنگی ہزار
کیا زخم شمشیر اُس پر رہا
سپہدار خاور کا تھا اک زیہ
سر رزم آیا وہیں شہریار
غرض سلم اور تور کی فوجکو
جو تھا منصب اُس کا وہ قائم رہا
جو نزدیک پہنچا وہ کشور کشا

کہ وہ بد نہاد ان ہیں اور اگر
کہا ہو خبردار لشکر سے اب
لئے ساتھ اپنے پٹے کارزار
سواران جنگی لئے سو ہزار
طرف اپنے لشکر کے پھر آئیے
ہوئے غرق خوں پھر ہزاراں دلیر
کئے قتل آ کر بہت کینہ خواہ
تو قالب سے اُسکے ہوئی جان دور
حضور فریدوں روانہ کیا
گریزاں وہاں سے ہوا بیدرنگ
گیا لیکے فوج اور گنجہ اور ہیں
منوچہر کے وہ مقابل ہوا
لگائی سر خصم پر بیدریغ
سر خاک پٹکا اُسے زین سے
کرو قلعہ کو گھیر کر خوب تنگ
ہوا تنگ زیر سپہر بلند
بنامردی آخر تو ہوگا ہلاک
خدا جس کو چاہے کرے فتحیاب
دلیرانہ آیا پٹے کارزار
کہ تن سے ہوا سلم کا سر جدا
وہ آیا حضور شہ بے نظیر
کیا اُسنے پیمان و عہد استوار
وہ لایا حضور شہ نامجو
زیادہ وہ کیا بلکہ کچھ مرتب
فریدوں پیادہ گیا پیشوا

پیادہ ہوا واں منوچہر بھی
بٹھایا منوچہر کو تخت پر
جہانسے ہُوں میں رفتنی اجکل
پھر آخر فریدوں جہانسے گیا
ہوا پھر بفضل خدائے کریم
کیا سام کو اپنا مختار کار
یہ کہتے تھے ہر شام و ہر بامداد
جہانمیں تو فرماں روا ہو سدا

گیا پھر قدمبوسی کو واں صد خوشی
رکھا اُسکے تارک پہ دیہیم و زر
کہ آتا ہے ہر دم پیام اجل
وہ سرو سہی گلستان کیا
منوچہر بھی بادشاہ عظیم!
کہ تھا کار رواں وہ دِل نامدار
کہ ہم اے جہاندار فرخ نہاد
یہی آرزو ہے یہی مدعا

جب آیا وہ ایوان شاہی میں تب
کہا پھر یہ سام و نریمان سے
بہت پند کی پھر منوچہر کو
فریدوں جہاندار اب ہے کہاں
بسان فریدوں کیا عدل و داد
سپاہ امیران و فرزانگان
ترے جان و دل سے ہیں خدمتگزار
لکھوں زال رستم کی اب داستاں

فریدوں نے بصد نشاط و طرب
کہ اپنے نبیرہ کو سونپا تجھے
دعا دی کہ قایم جہانمیں ہو تو
ولے نام نیکی رہے جاوداں
رکھا لطف و احسان سے سبکو شاد
ہوئی سب ثناخوان شاہ جہاں
کریں چاکری تیری لیل و نہار
کہ سنگر جسے پیر بھی ہوں جواں

داستان تولد شدن پسر بخانۂ سام و پرورش نمودن سیمرغ و نام نہادن زال و باز آمدن در سیستان!

شبستان میں سام کے اک پسر
یہ کہنے لگی تجھ کو اے نامور
وہیں سام نے آکے دیکھا اُسے
یہ کہتے تھے واں مردماں خاص و عام
یہ سن کر ہوا سام بل شرمگیں
مکاں واں جو تھا ایک سیمرغ کا
ہوا مہرباں رحم آیا اُسے
نہ سیمرغ کو صرف الفت ہوئی
کوئی کارواں اتفاقاً اُدھر
یہاں سام کو خواب آیا نظر
ہوا جب کہ بیدار وہ پہلواں
خوشی سے پھر اُسکی خبر کیلئے
کہا ایک نے یہ کہ اے بے شعور
سپید اُسکے مو ہیں اگر سر بسر
نظر میں تری گو ہے فرزند خوار

تولد ہوا گلرخ و سیمبر!
خدا نے دیا بچہ اک طرفہ تر
ہوا خوف و اندیشہ پیدا اُسے
کہ یہ طفل ہرگز نہیں پور سام
اُٹھا لیگیا زال کو بس وہیں
یکایک وہ سیمرغ اُدھر آگیا
اُٹھا آشیانے میں لایا اُسے
کہ بچوں کو بھی اک محبت ہوئی
جو گذرا تو شاداں ہوا دیکھکر
یہ کہتا ہے کوئی کہ اے نامور
تو پھر دل میں اپنے ہوا شاد ماں
رواں سوئے البرز مردم کئے
کیا تو نے خوف خدا سے دور
تو کیا عیب ہے اک نظر اسپہ کر
معزز ہے وہ پیش پروردگار

سفید اُسکے اندام پر مو تمام
کہ ہے مہ جبیں سرو قد لالہ رو
رکھا اس کا ماں باپ نے نام زال
پریزاد یا دیو ہے یا پلنگ
سوئے کوہ البرز ڈالا اُسے
جو دیکھا تو اک کودک شیر خوار
مثال اپنے بچوں کے با صد خوشی
وہ رہتے تھے باہم شب و روز شاد
وہ سیمرغ سے زال کو لے گیا
ترا پور زندہ ہے اور شاد ہے
ہوئی تازہ تر الفت مہر پور
پھر اک خواب دیکھا بزرگ
رکھا دور آنکھوں سے فرزند کو
کہ تیرا ابھی ابجن پرورش ہے
کہ خورسند ہوا دیکھکر بس یہ خواب

گئی دایہ یہ دیکھ کر پیش سام
ولے مثل خار اُسکے یکسر ہیں مو
تعجب تھا صورت پہ اُسکی کمال
یہ خلقت ہے انساں کی بد روپ و رنگ
شبستاں سے اپنی نکالا اُسے
پڑا ہے سر خاک روتا ہے زار
لگا پرورش کرنے وہ زال کی
ہوا نوجواں پھر وہ فرخ نہاد
محبت سے ساتھ اُسکو اپنے رکھا
جہاں میں بخوبی وہ آباد ہے
کہ ہے پور دلبند آنکھوں کا نور
نظر آئے وہ مرد فرخ سیر!
کیا خوار یوں پور دلبند کو
تو ناحق پسر کا بد اندیش ہے
نہ دلمیں رہی کچھ صبوری نہ تاب

ہوا صبحدم سام گھر سے رواں	سوئے کوہ البرز آیا دواں	خدا سے وہاں اُسنے کی التجا	بہت زاری و گریہ کرکے کہا
الٰہی مرے حال پر رحم کر!	کہ پھر پاؤں میں جلد اپنا پسر	پذیرا ہوئی اُسکی یکسر دعا	ہوا حال پر اُسکے لطف خدا
نظر کی جو سیمرغ نے ناگہاں	وہ سیمرغ آیا دم گریہ کناں	تو سیمرغ آیا دہیں پیش سام	سنا قصہ خواب اُسنے تمام

یہ سیمرغ نے سام سے پھر کہا	کہ دایہ ہوں میں تیرے فرزند کا	بہت عاجزی سام نے اُسکی کی	گیا پاس وہ کالیواں کو بھی
کیا زال کو کاروان سے طلب	حوالے کیا اُسنے با صد طرب	پھر ادا اسنے سیمرغ لے زال کو	لے آیا حضور شہ نامجو
کہا یوں کہ لیجے یہ اپنا پسر	یہ ہے لایق تاج و اورنگ و زر	ہوا پھر یہ سام خرم وہیں	لگا کہنے سیمرغ کو آفریں
دیئے اپنے سیمرغ نے چند پر	کہا زال سے یوں کہ اے نامور	جو مشکل کوئی پیش آئے تجھے	تو پر کو جلا یاد کیجو مجھے!!
شتابی سے پہنچوں میں واں آنکر	تری مشکل آسان کروں سر بسر	بھری ہے مرے دل میں اُلفت تری	زیادہ ہی مجھکو محبت تری!
مجھے یاد رکھنا تو لیل و نہار	فراموش مت کیجیو زینہار	یہ سنکر کیا زال نے یوں بیان	ترا بندہ ہوں اے شہ طائران
غریبوں کا بس پروردہ ہے تو	ترا گہ دعالم ہے نام نکو	روانہ ہوئے والنسے پھر زال و سام	بہت دلمیں اپنے تھے وہ شادکام
لگا کہنے پھر سام فرخ سیر	کہ شرمندہ ہوں تجھسے میں ای پسر	خدا سے کیا عہد اب استوار	کہ تجھکو رکھوں جاوداں با وقار
کروں تیری تعلیم صبح و مسا	تلافی مرے تا کہ ہو جرم کا	گئے جب کہ پھر شاہ کے متصل	ہوا خوش منوچہر کا سنکے دل
یہ نوذر سے ارشاد شہ نے کیا	کہ لے آ انہیں جاکے اے پیشوا	وہ شہزادہ تب لے گیا آن کر	گئے شہر میں وہ بصد کر و فر
حضور منوچہر پھر زال کو	گیا لے کے سام بل نامجو	وہ شہزادہ تب لیگیا آنکر	گئے شہر میں وہ بصد کر و فر

طلب کر کے انجم شناسو نکو داں
سوئے گردش انجم و آسماں
دلیر و شجاع و قوی پہلواں
کرم سے عنایت کیا زال کو
اُسے حاکم شہر زابل کیا
جو زابل میں پہنچا یل نامور
کیا سام نے ہر طرف سے طلب
کرو تربیت زال کو روز و شب
ہر اک فن میں تم اس کو کامل کرو
نصیحت لگا کرنے پھر زال کو
یہ کہہ کر وہ سام ہنر آزمائے
ریاست غرض ملک کی خوب کی
سپہدار کابل جو مہراب تھا
اور اس دستاں کا تھا وہ ہم پایہ
تو مہراب نے پھر بلطف و صفا
رکا جائے تھا وہ مدام اسکا دم
ہوا آکے حاضر وہ سیمرغ واں
کرے جسکی ہیبت سے قالب تہی
دیا اُس کے پھر زال نے یہ جواب
بیاباں کی لی اُسنے پھر نے ہی راہ
پھر اُس جا سے کر پہلو اسکا تو چاک
غرض زال نے پھر پلا کر شراب
وہ پیدا ہوا بچہ پیلتن
جدا دا کہ رودابہ صابر ہو اب
وہ کودک تھا صورت میں ہم شکل سام

کیا حکم پھر یوں کہ ای نجم داں
نظر کر کے بولے یہ دانشوراں
یہ ہوگا سر افراز گردنکشاں
جہانبیں تفاخر دیا زال کو
سپہدار اقلیم کابل کیا
تو پھر بہر تعلیم فرخ سیر
ہوے آن کے جب انجم وہ سب
ہنر پہلوانی کے سکھلاؤ سب
ہنرمند و ہوشیار و قابل کرو
کہ تے پور دانا خردمند خو
سوئے کشور گرگساراں گیا
بہت خلق نے پائی آسودگی
سو تھی اُس کی اک دختر مہ لقا
سمن بو صنوبر قد و لالہ فام
کیا زال سے دخت کو کتخدا
کہ بچہ کلاں تھا درون شکم
کیا زال نے ماجرا سب بیاں
ہنر یہ درماں میں اور نہ بھی
کہ تدبیر فرمایئے کچھ شتاب
وہاں سے وہ سیمرغ لایا گیاہ
کہ بچہ نکل آئے بے خوف و باک
کیا مست روداب کو بیشتاب
جسے دیکھ حیراں ہوئے مرد و زن
کیا مطمئن زال نے اسکو تب
رکھا رستم اختر شناسوں نے نام

ذرا طالع زال دیکھو تو اب
کہ طالع زال شاہا بلند
شہنشاہ اسپان تازی وود
کیا سام پر لطف پھر بے شمار
حضور جہاندار سے سام و زال
ہنر پروران جہاندیدہ کو
یہ کہنے لگا وہ یل نامور
بتاؤ اسے داب شاہی تمام
بفرمان شاہ جہاں بہر رزم
تجھے میں نے سونپا یہ ابلتاں
ہوا حکم اس ملک کابل کا زال
ہوئی پھر اُسے آرزوئے عروس
وضحاک کی نسل سے تھا مگر
ہوا زال جسدم بعیش و خوشی
غرض حاملہ رشک گلشن ہوئی
ہوا زال کو پھر بہت اضطراب
وہ بولا کہ اے سرور انجمن
نہ چیرو گے پہلوئی زن بے تبنگ
وہ تدبیر جس سے نہو خوف جاں
کہا زال سے پھر کہ اب زود تر
لگا اُسکے پھر زخم پر گیاہ
کیا چاک پہلوئی زن اسطرح
بنی ایک دایہ کی نام شیبن
لگائی جراحت پہ پھر وہ گیاہ
شبیہ پسر زال نے کھینچکر

حقیقت گذارش کرو ملکے سب
جہانبیں یہ ہوگا بڑا ارجمند
سلاح و زر و خلعت پر گہر
زیادہ کیا اور بھی اقتدار
مرخص ہوئے ہو کے شاداں کمال
فراست شناسان سنجیدہ کو
کرای اوستادان صاحب ہنر
کرو تربیت اس کو ہر چہ شتاب
سوئے گرگساراں مراب ہے عزم
تو داد و دہش خوب کرنا یہاں
رکھا خلق کو شاد و خرم کمال
ہوئی میل خاطر بسوئے عروس
خردمند دانشور نامور
طلبگار دختر کا مہراب بھی
گرفتار غم وقت زادن ہوئی
جلایا وہ سیمرغ کا پر شتاب
شکم میں ہے اک بچہ پیلتن
شکم سے نہ نکلیگا یہ تب تلک
رہے جان کی خیر اکبھر یہاں
پلایا وہ زن کو تو بیہوش کر
کہ ہو تندرستی بفضل الٰہ
بتایا تھا سیمرغ نے جس طرح
رواں اشک کرنے لگی پھر وہیں
ہوئی تندرست اس سے وہ رشک ماہ
شتابی سے بھیجی حضور پدر

سُوئی پیکرِ رستم شیرخوار
نگہ کر کے بولا وہ سام سوار

بعینہ مری شکل ہے یہ پسر
بجا ہے جو کہتے اسے شیر نر

تحائف بہت زال نے بعد ازاں
خوشی سے کئے سوئے کابل رواں

پہنچی خبر جب کہ مہراب کو
کہ پیدا ہوا رستمِ نامجو

یہ سنکر وہ مسرور و شاداں ہوا
برنگ گل تازہ خنداں ہوا

بجا لا کے شکر خدائے کریم
لگا دینے ہر اک کو دینار و سیم

وہ رستم کہ تھا کودک بے نظیر
اُسے ہفت دایہ کا ملتا تھا شیر

کبھی رہتی باقی جو کچھ اشتہا
تو شیر اُس کو دیتے بز و گاو کا

طعام اُس کو آنے لگا دلپسند
تو پھر پانچ آنے لگے گوسفند

وہ کھا جاتے تھا گوشت اُنکا تمام
تعجب میں تھے مردم خاص و عام

سہ سالہ ہوا جب کہ وہ شیرخوار
بخوبی ہوا اسپ پر وہ سوار

لیا ہاتھ میں اپنے گرز پدر
رہے لوگ حیراں اُسے دیکھکر

کہ اس طرح کودک ہے یہ زورمند
نہ دیکھا کہیں زیر چرخ بلند

یہ کہتے تھے رستم بفضل خدا
تنومند تر سام سے ہوویگا

سوئے گرگساران و مازندراں
بفرمان فرمانروائے جہاں

سرِ رزم تھا سام جنگی سوار
لڑائی تھی دیووں سے لیل و نہار

یکایک دل سام آیا اُدھر
کہ دیکھے رخ رستم نامور

محبت نے کھینچا تو وہ پہلوان
رواں ہو کے سوئے زابلستان

پیل سفید

رواں ہو کے کابل سے مہراب بھی
سوئے زابل آیا بلطف و خوشی

وہ پہنچا وے سام سے بیشتر
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھ کر

قریب آکے پہنچا وہاں سام جب
گئے پیشوا زال و مہراب تب

بہت خوب تھا ایک پیل بلند
سوار اُس پہ تھا رستم ارجمند

اور اک سر پہ رستم کے تھا تاج زر
خرد سالئے گھوڑ دنسے مہرب و زال
کہ اے پور تکلیف مت کھینچ تو
ہوا سام پھر تخت پر جلوہ گر
بصد لطف سام پل پیلتن
کہ اے پہلوان جہاں شاد رہ
نہیں چاہتا خواب آرام کچھ
خدنگ و سناں گرز و شمشیر لوں
کیا ایک ترتیب جشن و طرب
نہیں زال اور سام سے کچھ خطر
وہاں پھر کرے کون لشکر کشی
دو اس بادہ گوئی سے تھا شاد کام
اُدھر کا کیا قصد پھر سام نے
یہ کہہ کر وہیں سام فتح سیر
منوچہر شاہِ جہانگیر کا
لگا پوچھنے وہ کہ کیا ہو فغاں
بہت ... سے پہنچا گزند
لیا ہاتھ میں گرز سام دلیر
شب تیرہ ہے اور ہاتھی چھپا
کرنی، انفور بیچارہ وہاں مرا
گیا سوئے پیل دوندہ دلیر
کیا کام آخر جب اس پیل کا
سپاس خداوند جہاں آفریں
کہا دلیں اپنے نہیں کچھ عجب
کسی طرف ہے ایک کوہ سپند

ہوا سام خوش قدر سے دیکھکر
یہ چاہے تھا پھر رستم خرد سال
تفاخر ترا ہے مری آرزو
سو راست بیٹھا وہ زال اسکے
ہوا ساتھ رستم کے گرم سخن
جہاں جب تلک ہے تو آباد رہ
نہ عیش و طرب سے رکھوں کام کچھ
تن بد رگاں کو دوں تن سے جدا
ہوئے بادہ کش بزم عشرت میں سب
نہ شاہ جہانگیر کا مجھکو ڈر!
رہے پھر کسی طاقتِ لشکر کشی
تبسم کناں اُسپہ تھم زال و سلم
تو رخصت اُدھر چاہی آرام نے
روانہ ہوا پھر سوئے باختر
وہیں پیل مست سفید ایک تھا
کیا مرد ماں نے ایسدم بیاں
دواں ہر طرف ہو وہ پیل بلند
چلا سوئے بازار مانند شیر
تو ایواں سے اسوقت باہر چلا
گریزندہ پھر وانسے ہر اک ہوا
ہوا جا کے نعرہ زناں مثل شیر
تو پھر پیلتن سوئے ایوان گیا
وہ لایا بجا اور خوشی کی وہیں
خون نریماں یہ پیچ کے اب
تعدا اُس کوہ پہ ہے حصار بلند

گئے جب کہ وہ سام کے سامنے
اور پیل سے وہ پیادہ شتاب
یہ کہہ کر دعا دی کہ پروردگار
طرف چپ کے مہراب فرخندہ خو
ثناخواں وہ رستم ہوا سام کا
دعا دیکے پھر یوں گذارش کیا
مجھے چاہیئے اسپ و زندہ و خود
یہ گفتار سن سام شاداں ہوا
ہوا انشہ مے کا جسد مم و قور
جہاں میں ہوا رستم پہلواں
کروں تازہ آئین ضحاک اب
یہ آئی خبر سام کو بعد ازاں
کہا رستم و زال کو پھر وہیں
گئے زال و رستم سوئے سیستان
اٹھا ناگہاں رات کو ایک زور
کہ پیل سفید شہ نامور
بھرے اس خبر سے جو رستم کے گوش
وے حاجبوں نے کیا در کو بند
نہ مانا اور مشت سخت اسنکے
غرض توڑ کر وہیں وہ قفل بند
جو مارا بزور ایک گرز گراں
یہ سنکر خبر زال حیران ہوا
طلب رستم نامور کو کیا
نریماں کا جب جسم ہے بلند
بحکم فریدوں فرخندہ خو

تو پھر وہیں تعظیم کے واسطے
یہ بولا وہیں سام عالیجناب
رکھے تجھکو دایم بجاہ و وقار
وہ رستم بھی بیٹھا وہاں ... بود
تہمتن نے دی اسکو پھر یہ دعا
کہ ہوں بندۂ کمتریں سام کا
نہیں ہیں طلبگار ساز و سرود
رنگ اُس کا رنگ گلستاں ہوا
تو بولا وہ مہراب مستِ غرور
بشمشیر خونریز و گرز گراں
ملاؤں ... کو تہ خاک اب
کہ پر زور پھر ہو گئے دشمناں
کہ مت چھوڑ نا تم ... داد دیں
کہ تھا وہ حکومت کا انکے مکاں
یہ سنکر فغاں رستم نیک رو نہ
رہا ہو گیا بند کو توڑ کر!
کیا پہلوانی نے بس وہیں جوش
کہا یوں کہ اے کودک ارجمند
لگا یا وہیں سر پہ دربان کے
شتاباں ہوا رستم زورمند
گرا خاک پر بس وہ پیل دماں
ولے دلیں سرور و شاداں ہوا
سپر دوست و بازو پہ بوسہ دیا
... کو کہتا ہوں سننے ... زال
... نے گھیر تھا اس قلعہ کو

کہیں ایک سنگ گران قلعہ سے — زمیاں کے سر پر گرا آن کے
پے رستم سے قصہ بیاں کر دے سب — کہا زال نے یوں کہ اے پور اب
یہ سنکر وہیں رستم نامدار — روانہ ہوا جانب کوہسار
ہوا سام و نگیر دا اندیشہ مند — مبادا کہ رستم کو پہنچے گزند
سپاہ گراں لیکے وہ بے حساب — نمک کو سپید کی پہنچا شتاب
سال اور کیا وہ کیا واں قیام — رکھا سام نے اور بنا کچھ نہ کام
کیا اُسنے رستم کو رخصت اُدھر — اور اُس سے کہا یوں کہ اے نامور
تو چارہ گری کر سکے کچھ وہاں — یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلواں
کئی اونٹ محمول بار نمک — کہ درکار تھے دژ میں بے شبہ و شک
لے باندھ ہلے نمک ہیں سلاح — کہ یہ بات تھی واں قرین صلاح
آتا ہے اب کاروان نمک — وہ بولا کہ لاؤ اُسے یا تلک
تو ہر گوشہ سے آئے برنا و پیر — ہوا گرد انبوہ اُن کے کثیر
عقب اُسکے سب پہلوان دلیر — خرومندہ مانند غران شیر
مقام ہوا کوتوال حصار — ہوئی گرم واں اُنسے بس کارزار
ہوا کشتہ آخر جو سردار دژ!! — گریاں ہوئے سب نگہدار دژ
عجب طرفہ تر اُن کی اخبار تھی — کہ دیکھی نہ تھی مرد ماں نے کبھی
جو دیکھا تھا سنگ و خارا کا گھر — اور اُسکی ہی دیواریں تھیں سر بسر
لگا کہنے یوں دیکھ کر پہلواں — کہ یہ کار انساں نہیں بیگماں
کیا فتح ہم نے یہ حصن حصین — کہ ہمسر نہیں جس کا چرخ بریں
یہ نامہ پڑھا زال نے جب تمام — دل اُس کا ہوا خرم و شادکام
کیا تو نے تسخیر حصن متین! — ہزار آفریں صد ہزار آفریں
لگا آگ اب قلعہ کو کر شتاب — وہاں سے تو پھر اسطرف آ شتاب
جو پہنچا یہ نامہ تو وہ پہلواں — روانہ ہوا جانب سیستاں
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھکر — نثار اُس کے سر پر کیا سیم و زر
غرض سام نے جب نامہ پڑھا — تو پھر شوق سے چشم و سر پر رکھا

پراگندہ دل ہی ہوا مغز بل — گئی جان قالب سے اُسکی نکل
شتابندہ ہو سوئے کوہ بلند — زمیاں کا خوں لیکے ہوا ارجمند
یہ پہنچی خبر سوئے مازندراں — کہ رستم ہوا جانب دژ رواں
وہاں جنگ اک اُسکے درپیش تھی — سو یکدست موقوف اُسنے رکھی
جوانان و جنگ آور و پیلتن — ہوئے گرد اُس قلعہ کے خیمہ زن
پھر اُن سے ناچار وہ پہلواں — روانہ ہوا سوئے مازندراں
اکیلا پہن کاروان کا لباس — اگر قلعہ میں جائے تو بے ہراس
کہ کندہ کروں جا کے بیخ حصار — نچھوڑوں میں واں ننگ اک نابکار
بجائے شتربان تھے پہلواں — ہر اک گرد تھا صورت ساربان
در دژ پہ پہنچا یل نامور! — خداوند دژ کو یہ پہنچی خبر
وہیں آن کر لگ گئے مرد ماں — گیا قلعہ میں جبکہ وہ کاروان
ہوئی رات جب دم کہ تاریک تر — تو پھر بہر جنگ اُس نے باندھی کمر
خبر دار ہو قلعہ کی سب سپاہ — ہوئی آ کے سب رزم آور و کینہ خواہ
بشمشیر گرز و سنان و خدنگ — رہا صبح تک گرم بازار جنگ
دلیروں نے تاراج دژ کو کیا — بہت مال و اسباب اُنسے لیا
گیا پھر وہاں رستم نامدار — سوئے خانۂ حکمران حصار
ہوا اسکے اک گنبد زر نگار — بصد لطف و خوبی ہو رشک بہار
لکھا نامہ رستم نے پھر زال کو — کہ اے نامدار یل نامجو!!
جو ارشاد ہو سو بجا لاؤں میں — رہوں اب یہاں یا وہاں جاؤں میں
یہ پاسخ لکھا اے خردمند پور — رہے چشم بد تجھ سے ہر لحظہ دور!
فقط دل کو میرے نہ گلشن کیا — روان زمیاں کو روشن کیا
کہ دیدار کا ہے ترے اشتیاق — جدائی ہے تیری بہت مجھکو شاق
گیا زال با صد طرب پیشوا — بصد شوق اس کو بغل میں لیا
سو سام رستم نے نامہ لکھا — رقم مژدۂ فتح و نصرت کیا
نے اس قدر شادمانی ہوئی — کہ پھر تازہ گویا جوانی ہوئی

سنا کار نامہ یہ رستم کا جب
بسوئے منوچہر آتا ہوں پھر

ہوئے اہل ایران مرزن طرب
ہوا دل یہ ہر اک امید وار

کہ سارے بداندیش اب ہونگے خوار
یہ باقی بھی قصہ سناتا ہوں پھر

داستان نشستن نوذر بر تخت منوچہر پدر خود و وصیت کردن منوچہر اورا

جو گذر شاہی صد و بست سال
قریب آب اب تیرے رخصت کے دن
کہ میں ہوں کمربستہ سوئے عدم
سوئے حق پرستی تو رہیو مدام
وہ پیدا ہوا سوئے خاور زمیں
تو مت ہو جیو اس سے پرخاش جو
نہ کینہ خواہی سے پور پشنگ
بقصد نبرد از رہ سرکشی
بل نوجواں یعنی فرزند زال
منوچہر کرتا تھا جب یہ بیاں

تو اختر شناسان صاحب کمال
بسر ہو گئے بس خلافت کے دن
مبارک تجھے تخت و تاج و علم
نہ غیر از رہ راستی رکھیو کام
کیا خلق نے اختیار اس کا دیں
قبول اسکے اب کیجیو دین کو
کرے قصد تیری طرف بہر جنگ
کرے جب بداندیش لشکر کشی
نہیں پہلواں کوئی جسکی مثال
ملکزادہ نوذر تھا گریہ کناں
گرفتار بیماری جانگداز

لگے کہنے شاہ منوچہر کو
یہ سن کر جہاندار کشور کشا
تو مت چھوڑیو رسم آئین و داد
جہاں میں ہوئی تازہ اب داوری
دم ہو مرسل پاک یزدان پاک
مجھے پیش ہے اب مہم عظیم
تجھے ہاتھ سے اسکے پہنچے گزند
خبر کیجیو سام اور زال کو
وہ اس خاندان کا ہو خدمتگذار
نہ کچھ ان دنوں شاہ بیمار تھا
نہ جانبر ہوا پھر شہ منظیر

کہ اے شاہ دانشور نامجو!
طلب کرکے نوذر کو کہنے لگا
رعیت کو رکھنا تو آباد و شاد
ہوئی نام موسے کے پیغمبری
کیا اسنے فرعون کو اب ہلاک
تری اہل توراں ہیں ساری غنیم
تو عاجز ہو بس زیر چرخ بلند
کمک چاہیو اس سے ای نامجو
کریں یاوری آکے بیخ و بہار
نہ کچھ درد تھا اور نہ آزار تھا
جہاں سے سفر کر گیا گذر بر
سر تخت نوذر ہوا جلوہ گر
نہ قائم رہا خسرو نامور!

جلوس نوذر بر تخت سلطنت ایران

یکایک ہوا خسرو [illegible]
منوچہر کے بعد با کر و فر
رکھا سر پہ دیہیم شاہنشہی
نہ داد و دہش کی نہ انصاف و داد
یکایک ہوئی اس سے بیزار سب
ستمگار نے جب کہ دیکھا یہ حال
تجھے وقت رحلت کے کرنا تھا یاد
ہوئی سلطنت اندنوں کچھ خراب
ادھر تو یہ نامہ لکھا اور ادھر
پھر اتنے میں نامہ گیا شاہ کا
جو نزدیک پہنچا بل نیکنام

ہوا مسند آرائے فرماندہی
ز غفلت بجز و ستم دل نہاد
ہوئے منحرف بلکہ سردار سب
ہوا اپنے دل میں ہراساں کمال
منوچہر شاہ خجستہ نہاد
یہاں آپ کو اب تو پہنچا شتاب
ستمدیدگاں پہنچے واں بیشتر
تاسف بہت پہلواں نے کیا
بزرگان ایراں گئے پیش سام

لیکن منوچہر کی رسم پر
ہوئی بند یکسر مروت کی راہ
لکھے بادشاہان اطراف کو
سوئے سام نامہ کیا اک رواں
زباں پر تماشہ کے یہی بار بار
وگرنہ یہ پھر تخت شاہی نہیں
کئے تھے جو نوذر نے بیداد واں
روانہ ہو مازندراں سے وہیں
گذارش کیا یہ کہ اے نامور

ہوا بند سیم و زر و بادشاہ
کہ آؤ ادھر اور یہ ملک لو!
لکھا یہ کہ اے پہلوان جہاں
کہ رکن خلافت ہے سام سوا
بداندیش ہوں اور ایران ہیں
کئے سام سے جاکے یکسر بیاں
شتاباں ہوا سوئے ایراں زمیں
جہاندار نوذر ہے بیدادگر

تو بیٹھ اب سر تخت فرماندہی / تو رکھ اپنے سر پر کلاہ جہی
گرفتار کر شاہ نوذر کو اب / اطاعت کریں ملکے ہم تیری سب

یہ لایا زباں پر بل ارجمند / خدا کے یہ نزدیک کب ہے پسند
کہ نوذر نژاد کیان سے ہو یاں / اُسے قید کر تو نہیں شاہ جہاں

منوچہر کی دخت ہوتی اگر / سر تخت شاہنشہی جلوہ گر
کمر باندھتا میں پئے چاکری / شب و روز کرتا میں فرمانبری

جو نوذر نے پیشہ لیا ظلم کا / تو ای نامداران ہو اندیشہ کیا
اُسے باز لاؤں گا ہر آن سے / کروں تازہ پیماں شہنشاہ سے

نہ ہو منحرف اُس سے تم زینہار / کرو چاکری اُس کی لیل و نہار
یہ کہہ کر گیا پیش شاہ جہاں / جھکایا سر عجز جوں بندگاں

کیا شاہ سے سبکو گرویدہ پھر / رہا کوئی بھی واں نہ رنجیدہ پھر
سنو تو گے احوال پور پشنگ / کہ نوذر سے آگے ہوا گرم جنگ

جنگ افراسیاب پسر پشنگ با نوذر و فتح یافتن و نشستن بر تخت

پشنگ ایک مرد نبرد آزما / سپہدار اقلیم توران کا
سرافراز تھا نسل سے تور کی / اُسے جنگ نوذر سے منظور تھی!

پسر ایک تھا اُسکا افراسیاب / کہ ہیبت سے جسکی ہو خارا بھی آب
بل و زورمند و دلیر و جواں / نہ تھا اُس کا ہمسر کوئی پہلواں

پشنگ اُس سے کہنے لگا ایک روز / کہ اے پور خوش طالع و نیکروز
روانہ سوئے ایراں ہو لیکر سپاہ / تو نوذر سے اب جا کے ہو کینہ خواہ

شتاباں ہو تاخیر مت رکھ روا / کہ لینا ہے خوں سلم اور تور کا
جو قصہ سنا یہ تو افراسیاب / گیا بھول آسائش خورد و خواب

ہوا میل خاطر سوئے رزم و کین / یہ پاسخ دیا باپ کو بس وہیں
کہ شائستہ جنگ شیراں ہوں میں / سزاوار رسم دلیراں ہوں میں

کروں جا کے سالار ایراں سے جنگ / کروں ملک تسخیر سب بے درنگ
یہ سنکر ہوا خرم و شاد وہ / جو ابنائے غم کے آزاد وہ

پھر افراسیاب اُس سے بولا وہیں / کہ ہر چند نوذر دلاور نہیں
ولیکن منوچہر کے پہلواں / جو اُس کے ہیں ہمراہ یکسر جواں

اور اپنے یہ گرداں لشکر تمام / نہیں ہمسر قارن و زال و سام
نہیں خوب ہے اِن دنوں عزم جنگ / یہی مصلحت ہے کہ کیجے درنگ

یہ بولا پشنگ اے خردمند پور / یہ گفتا ہے عقل و دانش سے دور
یہی وقت ہے جا کے لے انتقام / شتابی سے کر کار نوذر تمام

یہ سن کر سپہدار افراسیاب / روانہ ہوا سوئے ایراں شتاب
جوانان شمشیر زن سی ہزار / جوانمرد و شائستہ کارزار

بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ / کمر چست باندھے ہوئے بہر جنگ
خزرواں شماساس دو پہلوان / سپہ کے تھے سالار با فر و شان

سپہدار کو پھر یہ پہنچی خبر / کیا سام نے اس جہاں سے سفر
یہ سن کر ہوا شاد افراسیاب / کہ اب بخت بدخواہ آیا بخواب

گئے ساتھ نوذر کے مردان کار / سواران جنگی صد و چل ہزار
لکھا یوں کہ اے شاہ فیروز جنگ / ملکزادے نے نامہ سوئے پشنگ

کروں میں نبرد دلیران اب / کروں غارت ایرانکے لشکر کو اب
مقابل ہوئے جبکہ دونوں سپاہ / تو باہم ہوئے پہلواں کینہ خواہ

تھا اک تازیانہ گرد افراسیاب / بڑھا فوج سے لیکے نیزہ شتاب
ہوا آکے میدان میں رزم جو / کہا یوں کہ ہووے جسے آرزو

کرے آن کر مجھ سے اب کارزار / نہ تاخیر کو راہ دے زینہار
پسر کاوہ کا قارن نامور / کہ سردار لشکر تھا با کر و فر

برادر سے اپنے یہ بولا وہیں / کہ اے پہلواں جا کے ہو گرم کیں
قباد اُس جوانمرد کا نام تھا / کہ ہر گونہ جنگ آزما [illegible]

کودا اسپ کو سوئے میداں گیا
قبا دولا در ہوا کشتہ جب
پھرا بوہ دیکھا تو افراسیاب
ہوئی خوں سے روئے زمیں لالہ زار
ہوا جبکہ رخشندہ پھر آفتاب
اُدھر لشکر آرائے توران زمیں
ہر سینہ تھا وقف پیکان و تیغ
اور آفوج توراں ہوئی چیرہ دست
ہوا آپ تب عازم کارزار
رکھے ہو اگر غیرت افراسیاب
یہ سنکر وہ افراسیاب دلیر
بیاں کیجے کیا جو ہم حرب تھی
کہیں سے نوذر کے دہیم و زر
کیا تھا نہ بدخواہ نے کچھ خیال
ہوا شاہ دلگیر و اندوہگیں
سران سپہ کو فراہم کیا
ظفر اپنی آتی نہیں کچھ نظر
یقیں ہے کہ پھر دشمنان شریر
جدا ہوئے تن سے مرا سر اگر
دلا اپنے بیٹوں کو رخصت کرو
دو فرزند جو طوس و گستہم تھے
یہ سالار توراں کو بھیجا پیام
رہی جنگ موقوف دو روز تک
سواران جنگی ہیں دب
اُدھر تھا صف آرا وہ افراسیاب

ہوا تازیاں سے نبرد آزما
وہ قارن دلیر و جوانمرد تب
کمک کو سپاہ لیکے پہنچا شتاب
پھر اتنے میں واں شب ہوئی آشکار
تو قارن پے جنگ افراسیاب
پھرے کے آیا پئے رزم کیں
نہ جاں کا اتہا اپنی کیسو دریغ
دل اہل ایراں کو پہنچی شکست
پکارا یہ میدان میں تاجدار
تو آ کر مقابل ہو میرے شتاب
ہوا آن کے زرہ جوش شیر
سناں پر سناں ضرب پر ضرب تھی
گرا وقت پیکار تھا خاک پر
ولیکن جہاندار تھا پر ملال
سخن باپ کا یاد آیا وہیں
جہاندار نے پھر یہ اُنسے کہا
کہ لشکر ہے اپنا زبوں سر بسر
مجھے یاں سے لیجائیں کر کے اسیر
تو قائم رہے ننگ نام پدر
یہاں سے سوئے پارس اب جیو
آ نہیں لیکے آغوش میں باپ سے
کہ لشکر تبنگ آ گیا ہے تمام
رہا لشکر آسودہ نہ بر فلک
ہوا جلوہ گر قلب میں شہریار
کہ ترکان میں بیکے تھے ہم رکاب

دلے خشت فولاد کی ایک ضرب
سوئے تازیاں لیکے آیا سپاہ
ہوا گرم بازار جنگ نبرد
سواران جنگ آور و کینہ خواہ
کیا کر کے آراستہ فوج کو
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
ہزاروں ہوئے کشتہ و خستہ واں
جہاندار نوذر نے دیکھا یہ جب
کہ ہرگز نہیں اس میں کچھ فائدہ
ہے نصرت و فتح دے کردگار
ہوئے نیز دو نو طرف سے رواں
ستیزہ کناں ہو گئی شام پر
غرض رزم موقوف کر ہر دو وہ
ملازم کوئی شہ کی سرکار کا
کہا تھا منوچہر نے یہ کہ ہاں
کہ بدخواہ کی غالب آئی سپاہ
اگر بھاگئے تو کدھر جائیے
یہ بہتر ہے کشتہ ہوں میدان میں
سران سپہ نے یہ سنکر کہا
کہ تخم فریدوں سے تا یکدو تن
کیا شاہ نے سوئے پارس رواں
لڑائی ہیں دو روز کیجے و رنگ
غرض تیسرے روز وقت پگاہ
وہ شاپور و قارن و سران سپاہ
یکایک ہوئے ترک چیرہ دست

جو کھائی تو دی بن ہنگام حرب
ہوا ساتھ بدخواہ کے رزم خواہ
کسیکو کسی کا نہ تھا کچھ بھی درد
وہیں پھر گئے سوئے آرامگاہ
کہ کیسر تھے مردان پیکار جو
قیامت ہوئی ایک پاداں
زمیں بن گئی سر بسر گلستاں
کہ لشکر ہوا بیدل و خیرہ اب
کہ کشتہ ہوا ناحق یہ خلق خدا
کرے بادشاہی وہ لیل و نہار
ہوا کار منجر بنوک سناں
ہوا زخم کاری نہ کچھ کارگر
پھرے رزم گہ سے سوئے خوابگاہ
وہاں سے وہ دہیم لا اُٹھا
کہ تجھپر فوج ایران سے پہنچے زیاں
یہ سوچا کہ ہو کام اپنا تباہ
حفاظت کی اب جا کہاں پائیے
نہ جاویں اب زندہ زنداں میں
کہ جز جنگ چارہ نہیں ہے شہا
رہیں زندہ اے سرو انجمن
ہوئے دیدۂ تار گوہر فشاں
لڑے تیسرے روز پھر سے جنگ
گیا سوئے میدان پھر انکا شاہ
بہر سو ستیزندہ و کینہ خواہ
سپہدار ایراں نے کھائے شکست

ہوا کشتہ شاپور میدان میں
فراہم نہ آئندہ لشکر ہوا
رواں سوئے فارس ہوا تازیاں
ہوا جب کہ آگاہ افراسیاب
نکلکہ ہوا سوئے وادی رواں
ستیزندہ وہ بھی ہوا تا گزیر
بیک گردش چرخ بیداد گر
ہوا بعد ازاں جا افراسیاب
ہوا تازیاں کشتہ ہنگام جنگ

پڑا تفرقہ فوج ایران میں
نہ میداں میں قائم وہ نوذر رہا
گرفتار ہوں تا کہ شہزادگاں
تو فوج اور بھیجی کمک کو شتاب
ولے بر سر کینہ تھا آسماں
ہوا آخر کار نوذر اسیر!
نہ نوذر رہا اور نہ وہ کر و فر
سریر فریدوں عالیجناب
گریزاں ہوئی فوج سب بے درنگ

وہ کارن بھی دل سے گریزاں ہوا
غرض شاہ نوذر ہوا قلعہ بند
ہوا سدرہ قارن نامدار
جو کم رہ گئی فوج گرد حصار
سپہدار توراں یہ سنکر خبر
سو اسکے آگے گرفتار واں
جہانیں رہا حکمراں ہفتساں
سپہدار کو پھر یہ پہنچی خبر
ہوا پر الم سنکے افراسیاب

سوئے ملک پارس شتاباں ہوا
مخالف نے پھیر احیا ر بلند
لگی ہونے باہم وہاں کارزار
تو پھر قلعہ سے نوذر نامدار
تعاقب کو اسکے گیا زود تر
ہزار دو صد اور بھی پہلواں
پھر اقبال کا اسکے آیا زوال
کہ غالب رہا قارن نامور
بہت دلکو اسکے ہوا اضطراب

فرستادن افراسیاب خزرواں و سماساس را بسمت سیستان و کشتن نوذر و اغریث را

سپہدار نے یہ ارادہ کیا
خزرواں سماساس نامی یلان
کمر کینہ خواہی پہ باندھی وہیں
کہا شاہ مہراب نے زال کو
مقابل ہوئی جب سپاہ عدد
شکستہ ہوا مشعر پہلواں
خزرواں ہوا کشتہ جب وقت جنگ
گریزاں ہوئی اسکی ساری سپاہ
ہوا پر غضب سنکے افراسیاب
گیا قصد یہ کر کے وہ کینہ جو
گیا پیشوا یہ خبر سنکے زال
وہ قارن تھا ہمراہ شہزادگاں
جو نوذر کے پروردہ تھے پہلواں
ہر اک کو سلاح و زر و گنج و مال

کہ ملک اب لیا چاہیئے زال کا
گئے بنکے سالار فوج گراں
زرہ پوش ہو کر لیا گرز کیں
کہ ہوں متفق تیر الے ناجو
تو باہم مبارز ہوئے کینہ جو
ولیکن نہ کچھ سر کو پہنچا زیاں
تو آیا سماساس پھر بیدرنگ
پراگندہ لشکر خراب و تباہ!
کیا قتل نوذر کو اسنے شتاب
کہ لاؤں پکڑ کا گستہم و طوس کو
کیا اسنے اغرارد کا کام
سوا اسکے تھے اور بھی پہلواں
سو آنے لگے ہر طرف سے وہاں
کیا زال نے دیکھے فرخندہ حال

روانہ کئے پھر لیے کاروزار
سنی زال یل نے یہ جسدم خبر
روانہ ہوا سیستاں سے شتاب
ہوئے پہلوانان کابلستاں
خزرواں نے آ کر عمود دو سپر
پکڑ گرز توڑا خزرواں کا سر
ولے حملہ آور ہوا زال جب
تعاقب کیا زال نے پھر وہیں
ہوا پھر وہیں سے گو پارس رواں
دہانے سے وہ دو تو گریزاں ہوئے
بجو بی انہیں سیستاں میں رکھا
ہوا انپہ شفقت کناں زال زر
فراہم ہوئی پھر فراواں سپاہ
رکھا نامداروں کو تکریم سے

سواران جنگ آزما تیس ہزار
کہ بدخواہ کا لشکر آیا ادھر
کہ تا خبر کی تھی نہ زنہار تاب
رفیق سپہدار زابلستاں
یکایک جو مارا سر زال پر
زمیں اس کے خون سے ہوئی تر بتر
نہ ٹھیرا سماساس انہیں تب
ہزاروں کئے متفق ترکان چین
گئی ساتھ اسکے سپاہ گراں
طرف سیستاں کے شتاباں ہوئے
رکھو جمع خاطر یہ اسنے کہا!
کیا لطف مصروف ہر ایک پہ
جوانان رزم آور و کینہ خواہ
کیا خرم و شاد تعظیم سے

ولیکن یہی زال کو سوچ تھا
نہیں ہے کیانی جو ہوں بادشاہ
تو کرکے بد اندیش کو پائمال
بلند اقتدار و معلے جناب
اُسے زال نے ایک نامہ لکھا
اگر آوے یا فتنک تو اے نامدار
بد اندیش وہ جو ہے افراسیاب
گیا رے سے زابل کو وہ نامور
ملکزادہ کے پاس آئی سپاہ
برادر نوازی کی تھی آرزو
کرے سب پر قناعت کی تو نے بس
دیا پاسخ اُسنے کہ اے نامور
جفا پیشہ تھا بس کہ وہ شہریار
غرض سیستاں میں یہ پہنچی خبر
کیا نامداروں کو اُس نے طلب
دلے چاہیئے شاہ والا شکوہ
نہیں یہ سزاوار تاج شہی
کہ وہ وارث تخت ایران ہو
منوچہر کے ہاتھ سے وقت جنگ
جو رے کی جانب گریزاں ہوا
ملکزادہ زو اُس جو اُن کا ہے نام
کرے آج زرے سے زو کو یہاں
کسے تاجور کیجے ایران کا
کیاں کہیں ہے پیوند تاج و کلاہ
ابھی ملک ایران سے دیجیے نکال
بڑا بھائی تھا جسکا افراسیاب
یہ مضمون فرخندہ مرقوم تھا
تو اقلیم ایراں کا ہو شہریار
نکال اُسکو ایران سے دیں پھر شتاب
یہ چاہے تھا ہو عازم شمشیر
نہ تھی ساتھ اُسکے جو ہو وہ زنخواہ
گیا بے خطر بھائی کے رُو برو
ہوئی تخت ایراں کی اسکو ہوس
خدا کیلئے تو نہ بہتان کر
برادر نوازی نہ کی زینہار
ہوا کشتہ اغریرث نامور
کہا یوں پئے کیں کمر باندھ صواب
دلیر و جوانمرد و دانش پژوہ
نہیں لایق تخت فرماندہی
شہنشاہ با شوکت و شان ہو
ہوا کشتہ جب سلم تب بے درنگ
وہاں خوف سے جاکے پنہاں ہوا
سزاوار شاہی ہے وہ ذو الکرام
ابھی طوس و گستہم نادان ہیں
جو شاہ زبردست پہنچے بہم
جواں ایک تھا حاکم شہر رے
ملکزادہ اغریرت اُسکا تھا نام
کہ ہیں نے بہت کی فراہم سپاہ
تری چاکری اہل ایراں ہیں
روانہ ہوا پڑھکے اُس نامہ کو
خبر سنکے اتنے میں افراسیاب
کیا لاجرم پیش افراسیاب
ولیکن لگا کہنے افراسیاب
جو دشمن ہوں اُنسے موافق ہوا
مری تاب کیا جو کروں ہمسری
رکھا جور و بیداد ناحق روا
یہ سنکر ہوا زال اندوہگیں
بدر ملک سے خصم کو کیجئے!
شہنشاہ نوذر کے دو نو پسر
سوا اُنکے نسل فریدوں سے گر
کیا زال نے جب بیاں یہ سخن
ملکزادہ طہماسپ اُس کا پسر
غرض ہو پسر ایک طہماسپ کا
سنا زال نے جبکہ یہ ماجرا
نہیں بادشاہی کو شایان ہیں
سزاوار ہو جسکے تاج و علم
سزاوار اورنگ شاہان کے
جوانمرد و خوش خلق و شیریں کلام
ولیکن نہیں ہے کوئی بادشاہ
ترے آگے کا نمایاں کریں
سو زال اغریرث نام جو!
سپاہ گراں رے کے پہنچی شتاب
کہ پرخاش کی تھی نہ زنہار تاب
طرح شعلے کو کھا کے بس پیچ و تاب
مرا تو جہاں میں منافق ہوا
نہیں مجھکو دعویٰ بجز چاکری
کیا تن سے بیچارے کا سر جدا
زیادہ ہوا اور بھی ونمیں کہیں
شتاب اُس سے نوذر کا خوں کیجیے
نہیں دانش و عقل سے بہرہ مند
کوئی ہو مجھکو کرو تم خبر!
تو کہنے لگے موبدان کہن!
فراری ہوا بادل پر خطر!
جوانمرد دانشور و خوش لقا
تو یوں قارن نامور سے کہا
ہوا دوں ہی القصہ قارن رواں!

داستان آمدن ملکزادہ زو پسر طہماسپ ہمراہ قارن طرف سیستان وجلوس بر تخت شاہی ایران!

حضور ملکزادہ پہنچا وہ جب
دیا زال کا اُس کو پیغام تب
کہا یوں کہ چلیے سوئے سیستاں
بٹھائیے اورنگ شاہی وہاں

خوشی سے وہیں تخت قارن نو
طرف بیستاں کے ہوا تیز رو
جب آیا خداوند تاج و سریر
ہوئے گرد سب اُسکے فرماں پذیر

ہوا جلوہ گر تخت شاہی پہ زو
ہوئی اک جہاں میں خوشی نو بنو
سوئے ملک پارس رواں کی سپاہ
ہوا اُس ولایت میں پھر دخل شاہ

گیا شاہ پھر سوئے افراسیاب
لڑائی کی لایا نہ ہرگز وہ تاب
گیا بھاگ بدخواہ توران میں
تصرف ہوا شہ کا ایران میں

گیا خوار ہو کر جو پور پشنگ
نہ عزت ہوئی کچھ حضور پشنگ
پشنگ اُس سے بولا کہ اے نابکار
نہ آئی تجھے شرم کچھ زینہار

ترا بھائی اغریث نامور
ترے پاس حاضر ہوا آنکر
کیا تو نے اے وائے اسکو ہلاک
خدا کا نہ ہرگز کیا خوف و باک

روا تو نے رکھا برادر کا خوں
کیا فوج ایران نے تجھکو زبوں
نہیں کام تیرا مرے روبرو
مرے سامنے سے ہو بس دور تو

رہی پھر نہ کچھ قدر افراسیاب
ہوا نا گوار اُسکو آرام و خواب
جہاندار زو خسرو دیں پناہ
ہوا جبکہ ایران کا بادشاہ

کیا اُسنے ہر روز و شب عدل و داد
جہانکو رکھا خوب آباد و شاد
بیں زال زر اور سب پہلواں
شب و روز تھے شاہ کے مدح خوان

جہاں میں باقبال و جاہ و جلال
رہا شاہ فرمانروا پنج سال
پھر آخر کو پہنچا پیام اجل
گئی جان قالب سے اُسکی نکل

داستان نشستن گرشاسپ شاہ بر تخت و باز آمدن افراسیاب از تسخیر ایران

ہوا باپ کے بعد گرشاسپ شاہ
خداوند اورنگ تاج و کلاہ
ولے تھا پذیرندۂ رائے زال
کہ تھا بادشاہ جہاں خرد سال

پشنگ دلاور کو پہنچی خبر
کہ اک طفل ایراں کا ہے تاجور
پشنگ اپنے دل میں لگا کہنے تب
کہ تسخیر ایران آساں ہے اب

بصد لطف تقصیر افراسیاب
معاف اُسنے کرکے کہا یوں شتاب
کہ لشکر کشی سوئے ایران کر
پئے کینہ خواہی تو باندھ اب کمر

سپاہ گراں لیکے پور پشنگ
ہوا سوئے ایراں رواں بیدرنگ
بزرگان ایراں یہ سنکر خبر
لگے زال سے کہنے اے نامور

پھر آیا سپہ لیکے افراسیاب
کیا چاہیئے اب تدارک شتاب
وہ بولا کہ میں تو ہوا سالخورد
ستیزہ ہے کار جوانان گرد

مگر کرکے رستم کو اب سرگروہ
اُدھر بھیجتا ہوں نہیں با صد شکوہ
یہ سنکر ہوئے شاد سب نامجو
کیا سب نے اقبال اثبات کو

لگا کہنے رستم سے پھر زال زر
کہ حیراں ہوں میں کروں اے پسر
ہوا ایک در پیش دشوار کار
کہ جس سے گریزاں ہو تاب و قرار

تو کار آزمودہ نہیں اب تلک
کہ ہے ناز پروردہ زیر فلک
تجھے کیونکہ بھیجوں پئے کارزار
سوئے شیر مردان جنگی سوار

تری مصلحت کیا ہے کہہ تو شتاب
جو ہو تجھکو منظور سو دے جواب
غرض آزماتا تھا رستم کو زال
کہ دیکھا نہیں جنگ کا کچھ خیال

یہ بولا تہمتن کہ ہوں مرد رزم
کروں خیرہ بدخواہ کو ہے یہ عزم
ہیں بازو پر زور دست دراز
نہیں کچھ طلبگار آرام و ناز

کُداؤں اگر اسپ کو وقت جنگ
نہ ٹھہرے مرے آگے شیر و پلنگ
یہ گفتار سن خوش ہوا زال زر
دعا دی کہ باہم ہو تجھسے ظفر

کہا پھر یہ رستم نے اے پہلواں
مجھے چاہیئے اسپ گرز گراں
حضور اسکے لائے ہیں گرز سام
تہمتن ہوا دیکھ کر شاد کام

دکھائے تہمتن کو پھر سر بسر
وہاں گلہ اسپ تھے جس قدر
رکھا پشت پر ہاتھ جس اسپ کی
وہ شبدیز خم ہو گیا بس وہیں

ولے راہوار ایک تھی سخت جنگ
نگار اُسکے تھی جسم پر لالہ رنگ
اور اُس کا تھا اک بچہ پیلتن
ہوا دیکھ کر خوش یل صف شکن

یہ چاہے کہ ڈالے کیانی کمند
کرا ماد رہے گنگ کی خونخوار تر
تہمتن نے آخر کو ڈالی کمند
یہ چاہا چبادے تہمتن کا سر
غرض رخش تھا نام اُس کرگی کا
کیا زور اُس رخش نے اس قدر
کیا رخش کو زیں ہوا پھر سوار
سپاہ گراں ساتھ دیگر شتاب
گیا آپ بھی بعد دو روز کے!
جو مجھسے کہے رزم کی آرزو
سپہ اُسکی تھی پُر دل و شاد و کام
کوئی چاہیئے بادشاہ دلیر
نژاد فریدوں سے کوئی اگر
فریدوں نسب شاہ فرخ نہاد
یہ رستم سے بولا کہ اے نامور
تمنا یہ رکھتے ہیں سب پہلواں
دو ہفتے میں تو پہنچیو واں تلک

کرے تا کہ اُس گرہ کو پا ئیند
غضبناک اور مردم آزار تر
پھر رخش لایا وہیں زیر بند
کہ اتنے میں رستم بھی جوش شیر نر
توانا و زور آور و خست تھا
کہ رستم کو بس سیل کھینچکر
بصد کامیابی بل نامدار
روانہ کیا سوئے افراسیاب
بلا جاکے پھر رستم گرد سے
وہ کیا چیز ہے بس مرے روبرو
اور افواج ایراں تھی پہلی تمام
کہ یاں جسکی ہیبت ہو مانند شیر
کہیں ہو تو دو مجھکو آکر خبر
دلیر و جوانمرد ہے کیقباد
کمر باندھ اور رخش کو زین کر
کہ تو چلکے ہو بادشاہ جہاں
زیادہ ہو دیر زیر فلک

لگا کہنے رستم سے پھر گلہ بان
گئے اس نے ہیں پیشتر چند خون
غضبناک ہو کر وہیں ناودیاں
ہوا جبکہ میداں میں نعرہ زناں
کمر اُسکے سر پر ٹوٹی جبکہ بند
ولیکن تہمتن بھی پُر زور تھا
در گنج پھر زال نے وا کیا
ولیکن ہُوا مضطرب زال زر
یہ کہتا تھا ہر روز افراسیاب
ہوا زال بھی پیر دیرینہ سال
یہ تھا زال کو سیچ شام و پگاہ
روانہ کئے ہر طرف مردماں
کسی نے کیا آن کر یوں بیان
ہوا یہ خبر سن کے دلشاد زال
رواں ہو شتابی سو کیقباد
مددگار دولت ہے یار ہے بخت
یہ سُنکر وہیں وہ بل باشکوہ

کمند اسپہ مت ڈال اے پہلواں
مباد اتجھے بھی کرے سرنگوں
دواں آئی مانند شیر زیاں
تو ہیبت سے خیرہ ہوئی مادیان
لگا کھینچنے تب یل ارجمند
بزور اُسکو قابو میں اپنے رکھا
تہمتن کو گنج فراواں دیا
نہ لایا و تاب فراق پسر
کہ رستم ہے کودک کہاں اُسکو تاب
نہیں اب ہے تسخیر ایراں محال
کہ نماداں نہایت ہے گرشاسپ شاہ
کہا زال نے یوں ہر اک سے کہاں
کہ ہے کوہ البرز میں اک جواں
ہوا بند سے غم کے آزاد زال
یہ کہہ جاکے اے شاہ فرخ نہاد
مہیا ہے تجھکو وہاں تاج و تخت
روانہ ہوا سوئے البرز کوہ

روان کردن رستم را برائے طلب کیقباد بکوہ البرز آمدن کیقباد و نشانیدن زال کیقباد را بر تخت

اُتر کوہ البرز سے کیقباد
لگا کہنے دلمیں عجب ہے جواں
کہ تند اس قدر تو نہ جا ایجواں
مگر اے جوانمرد فرخ نہاد
ترے ساتھ اک مرد عاقل کرو
یہ بولا تہمتن کہ اے نامور

کہیں آکے بیٹھا تھا مسند نشاں
تماشائے رخش اور گرز گراں
اتر کر ذرا اسپ سے بیٹھ یاں
مجھے دے نشاں شہ کیقباد
مکاں تک تجھے جسکے دو خلکرو
پدر میرا ہے پہلوان زال زر

ہوا رستم گرد گاواں گذر
ہوا میل خاطر کہ ہو ہمنشین
می و نقل یہ دیکھ طیار ہے
وہ کہنے لگا پھر کہ آ تو یہاں
لگا پوچھنے پھر کہ اے پہلواں
کہا اُسنے مجھکو کہ جا سوئے کوہ

وہ شہزادہ حیراں رہا دیکھ کر
تہمتن کو آواز دی بس وہیں
وہ بولا نہیں مجھکو دیر کا رہے
تو اُس نامور کا ابھی جان دوست
بتایا تجھے کس نے یہ داں نشاں
وہاں ہے ملک زادہ با شکوہ

جوانمرد ہے کیقباد اُس کا نام ۔۔۔ تو جا کے یا دسکو پہنچا پیام
یہ سنکر وہ بولا کہ میں ہوں قباد ۔۔۔ پدر بر پدر نام رکھتا ہوں یاد
تجھے تخت ایراں مبارک مدام ۔۔۔ ہمیشہ ترا تخت و دولت بکام
دو باز سفید آئے ایرانسے ۔۔۔ سر تخت شاہی بٹھایا مجھے
ہوا اُس طرف کو تراب گند ۔۔۔ بلطف خدا اے یل نامور
سمجھ تو مجھے اور مرے باپ کو ۔۔۔ دو باز سفید اے یل نامجو
غرض سوئے ایراں وہیں شاد شاد ۔۔۔ روانہ ہوئے رستم و کیقباد
پہ سرحد میں پہنچے جب ایران کے ۔۔۔ ہوا سد رہ وہ بھی تب آنکے
قلوں نے کیا نیزہ اُس پر رواں ۔۔۔ کہ سینہ ہو رستم کا وقف سناں
تو کشتہ قلون دلاور ہوا ۔۔۔ گر پڑا نہ یکدست لشکر ہوا
وہیں تھے نہاں دشت میں شام تک ۔۔۔ رواں شکو ہتے تھے زیر فلک
اُسے اُسنے یک ہفتہ پنہاں رکھا ۔۔۔ بشعل مثے تاب شاداں کہا
قباد دلاور کو پا کر بفر ۔۔۔ سر تخت شاہی کیا جلوہ گر
جو لشکر سے لشکر مقابل ہوا ۔۔۔ سوئے رزم ہر ایک مایل ہوا
اُدھر سے سماساس آیا وہیں ۔۔۔ ہوا ساتھ قارن کے لیکن گرم کیں
وہیں زال سے رستم نوجواں ۔۔۔ یہ بولا کہ اے پہلوان جہاں
پکاروں کہ اب آگئے افراسیاب ۔۔۔ مرے ساتھ رزم جو تو شتاب
تو پھر زہرہ شیر نر ہوئے آب ۔۔۔ اگر سامنے آئے افراسیاب
یہ کہکر گیا سوئے میدان دلیر ۔۔۔ ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
اُسے دیکھکر مرد ماں سے وہیں ۔۔۔ لگا کہنے سالار ترکان چیں
کہ ہے پور زال اور رستم ہے نام ۔۔۔ رکھے ہاتھ میں اپنے ہے گرز سام
کہ اک طفل آیا جو تو بہر جنگ ۔۔۔ تو کیا احتیاج سنان و خدنگ
تہمتن نے پھر گرز کو رکھدیا ۔۔۔ ہوا ای براق اُس سے جنگ آزما
کمربند اُس کا پکڑ کین سے ۔۔۔ اُٹھا کر تہمتن نے بس زین سے
گیا ٹوٹ لیکن دوال کمر ۔۔۔ وہ چھٹکر وہیں گر پڑا خاک پر

کہ ہے پہلوانوں کی یہ آرزو ۔۔۔ کہ نوشاہ ایراں ہووے نامجو
تہمتن نے سر کو دیا پھر جھکا ۔۔۔ بجا شرط خدمت کی لا کر کہا
تہمتن سے بولا یہ پھر نامور ۔۔۔ مجھے شب کو اک خواب آیا نظر
دم صبح پھر با دل شادماں ۔۔۔ اُتر کوہ سے آ کے بیٹھا یہاں
یہ کہکر وہاں نوش کی پھر شراب ۔۔۔ کہی پھر یہ رستم نے تعبیر خواب
بس اب اٹھئے تا سوئے ایراں چلیں ۔۔۔ ترے سر پہ ہم تاج شاہی رکھیں
قلون دلاور یل باوقار ۔۔۔ طرف سے تھا گرشاسپ کے راہدار
تہمتن قلوں کے مقابل ہوا ۔۔۔ سوئے رزم وہ پرخاش مایل ہوا
وہیں نیزہ رستم نے لیں چھینکر ۔۔۔ قلون کے جو مارا وہیں سینہ پر
بصد شادمانی وہ دونوں جواں ۔۔۔ ہوئی ہشتیر اُس مکانسے رواں
غرض رفتہ رفتہ وہ پہنچے وہاں ۔۔۔ یل نامور زال زینت جہاں
ہوئی یکدل اتنے میں پیر جواں ۔۔۔ تو پھر زال نے زور رستم وہاں
کیا قصد پھر سوئے افراسیاب ۔۔۔ ہوئے پہلواں شاہ کے ہمرکاب
اُدھر سے تو قارن یل نامدار ۔۔۔ گیا سوئے میداں پئے کارزار
سماساس یکسر ہوا غرق خوں ۔۔۔ زمیں پر گرا اسپ سے سرنگوں
مرے دل میں ہے جاؤ نمید انہیں ۔۔۔ کروں خوار دشمن کو اک آنمیں
مگر قصد جنگ اُس سے بولا یہ زال ۔۔۔ مقابل ہو اُس سے یہ کسکی مجال
تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں ۔۔۔ اُسے اسپ سے لاؤں زیر زمیں
کہا یوں کہ اے ترک افراسیاب ۔۔۔ مقابل تو مجھسے ہوا گر شتاب
بتاؤ کہ ہے کون یہ نوجواں ۔۔۔ یہ سنکر کہا مرد ماں نے بیاں
مقابل تہمتن کے آیا وہ ترک ۔۔۔ زباں پر یہ گفتار لایا وہ ترک
ذرا زور سر پنجہ دکھلاؤ نہیں ۔۔۔ ابھی باندھ کر تجھکو لیجاؤں میں
کیا ترک نے زور ہر چند پر ۔۔۔ رہا وہیں قایم یل نامور
یہ چاہا کہ لے جائیے شاد شاد ۔۔۔ شتابی حضور شہ کیقباد
بس اتنے میں آ پہنچے لشکر سوار ۔۔۔ ہوا گرم ہنگامۂ روزگار

اُدھر سے بھی دیں بفرمان شاہ / کمک کو تہمتن کے پہنچی سپاہ
ہزاروں صد شصت جنگی جواں / ہوا کشتہ ہاتھوں سے رستم کے واں
گریزاں ہوئے ترک و سالار ترک / ہوئی سرد گرمی بازار ترک
اُتر آب جیحوں سے پور پشنگ / گیا خستہ خاطر حضور پشنگ
لگا کرنے فریاد جوں باب سے / کہ پہلے ہی کہتا تھا میں آپ سے
کہ ایرانیوں سے نہ کیجے مصاف / سمجھے رکھئے اسباب ہے بس معاف
ہوا کیقباد اب وہاں تاجدار / وہ ہے مرد جنگ آور و ہوشیار
بہت ہو تو ایران میں ہیں پہلواں / ولے نسل ہے سام کی اک جواں
عجب صاحب نور پیدا ہوا / نہ ہم پنجہ شیر نر اس کا ہوا
بل سیلتن رستم اُس کا ہے نام / زبوں اُس سے ہے اپنا لشکر تمام
بیاں اُسکی قوت کا ممکن کروں / کہ بس بعد اُس کے میں تشبیہ ہوں
جدا کر کے یکبارگی زین سے / پکڑ لے چلا تھا رہ کین سے
کمر سے ہیرا جو کوٹا وہیں! / تو میں ہاتھ سے اُسکے چھوٹا وہیں
ہوا جو ہوا پیشتر اے پدر / ولے اب گزشتہ تو مت یاد کر
یہ ہے مصلحت آشتی ہو بہم / نہوں کینہ جو کیقباد اور ہم
کہی یہ حقیقت جو پیش پشنگ / تو اک نامہ اُسنے لکھا بیدرنگ
کیا دیکے دیشہ کو نامہ دلاں / سوئے کیقباد و شہ خسرواں

فرستادن نامہ صلح پشنگ والی توران بکیقباد

حضور جہاندار دیشہ گیا / سپہدار توراں کا نامہ دیا
پڑھا کر کے دانشور نے سربسر / یہ اُس میں لکھا تھا کہ اے تاجور
اگر تور نے خون ایرج کیا / منوچہر نے اُس کا بدلہ لیا
ہوا پھر اُدھر عازم افراسیاب / تحمل کی تھی اُس کو ہرگز نہ تاب
بہت ہمدگر کینہ خواہی ہوئی / بہت فوج کی بس تباہی ہوئی
یہ بہتر ہے اب آشتی کیجیے / نہ کینہ کو بس دل میں رہ دیجیے!
کہ ہم تم نہیں غیر کچھ زینہار / برادر ہیں یکجدی اے شہریار
موافق فریدوں کی تقسیم کے / رہیں گے جدا اپنی اقلیم کے
کریں تازہ پیمان و عہد استوار / نہ لشکر کشی پھر کریں زینہار
غرض آب جیحوں ہے در درمیاں / اُدھر ہم اُدھر تم رہو حکمراں
یہ پاسخ لکھا شاہ نے پھر وہیں / کہ ہرگز نہیں ہم سے آغاز کیں
اُدھر سے ہوئی ابتدا ظلم کی / ولیکن خدا نے سزا اُسکو دی
نہیں عہد و پیماں پہ تم استوار / تمہاری نہیں بات کا اعتبار
سہو تو اگر ہوئے قول و قسم / تو ہوں صلح پر راضی البتہ ہم
لگا کہنے رستم کہ اے تاجدار / نہ کہہ صلح اور آشتی زینہار
کیا گرز نے پیسے اُسکو نگوں / ملایا عدو کو بہ خاک و خون
یہ سنکر وہ شاہنشہ نامجو / طلب کرکے سہراب اور زال کو
یہ بولا تمہارا جو ہو مشورہ / کرو مجھکو آگاہ اُس سے ذرا
یہ بولے وہ شاہ قوی جنگ سے / کہ ہے صلح بہتر شہا جنگ سے
غرض شاہ نے با نشاط و خوشی / سپہدار توراں سے کی آشتی
دیا رستم و زال کو گنج و زر / عنایت کئے خلعت پر گہر
کہا یوں کہ اے رستم نامجو / ترے جسم کا ایک بھی نا مو
بعد ملک توراں شہ دیں نہار / کرونگا فزوں تیرا عز و وقار
شہ ہفت اقلیم نے بعد ازاں / روانہ کئے جابجا پہلواں
وہ لائے تصرف میں ملک وسیع / ہوئے شاہ کے شاہاں عالم مطیع
بہت نامداروں نے پھر شاد شاد / نہ فرمانسے پھیرا سر انقیاد!
بصد کامیابی و فتح و ظفر / گیا سوئے پارس شہ دادگر
یہ داد و دہش شاہ نے کی وہاں / کہ اک خلق تا خاطر شادماں
ہوئی مدح خوان شہ کیقباد / فریدونکو ہرگز کیا پھر نہ یاد
رہا سو برس شاہ گیتی پناہ / جہاں میں خداوند تاج و کلاہ
یہ سوجھا شہنشہ کو یکبارگی / کہ آخر ہوئی اپنی اب زندگی
شہ دادگر کے تھے فرزند چار / انہیں ایکدن شاہ فرخ تبار

طلب کرکے بولا کہ کاؤس کے — عزیزو تمہارا بڑا بھائی ہے
معاون رہو اسکے شام و سحر — کہ فتنہ نہ برپا ہو بار دگر!!
وہ بولے کہ ہم اے شہ نامدار — اطاعت سے پھیریں نہ سر زینہار

یہ ہوئے خداوند تاج و سریر — رہو تم سب انکے فرماں پذیر
سبھوں نے پذیرا کیا یہ سخن — بجالائے فرمان شاہ زمن
کئی روز کے بعد پھر ناگہاں — ہوا ملک ہستی سے عدم شہ رواں

داستان جلوس کیکاؤس برتخت سلطنت ایران

ہوئے بند جب دیدہ کیقباد — تو پھر شاہ کاؤس فرخ نہاد
لگا کرنے داد و دہش روز و شب — لگا رہنے مشغول عیش و طرب
کہ آب و ہوا ہے بہت خوشگوار — سدا فصل گل ہے ہمیشہ بہار
کہ ہرگز نہیں ایسے جیسے ارم — ہوا دل شگفتہ بدید ارم
فریدوں و ضحاک جمشید سے — نہیں کم ہے کچھ زور و قوت مجھے
یہ جی میں ہے کشور ستانی کروں — ہر اک ملک میں حکمرانی کروں

خداوند اورنگ و افسر ہوا — جہاں پرور و عدل گستر ہوا
ہوا ایک سازندہ حاضر وہاں — لگا کہنے تعریف مازندراں
پہ شکر کیا قصد مازندراں — وزیروں سے بولا یہ شاہ جہاں!
سپاہ اگر ہوں ہیں آرام گیر — تو برباد ہو ملک تاج و سریر
مشقت بھی لازم ہے ہو انکی [illegible] — کہ قائم رہے افسر و ملک و تاج
سپاہ کھینچوں اب سوئے مازندراں — کروں سکہ و خطبہ اپنا وہاں

یہ گفتار خاقان آفاق گیر
ہوئے سنکے حیراں امیر و وزیر
بظاہر یہ بولے کہ ہے بات نیک
دلے جی میں کہنے لگا ایک ایک

فریدوں و جمشیدؔ عالی وقار
منوچہر ہے شہنشہ نامدار
رکھیں خوب تھے یاد افسونگری
اطاعت میں تھی انکی دیو و پری

بایں زور و قوت وہ شاہنشہاں
نہ عازم ہوئے تھے سوئے مازندراں
نہیں ہے مناسب عزیمت اُدھر
کہ آتی نہیں کامیابی نظر

وہ گرساسپ و نریمان و طوس جواں
وہ گودرز اور گیو نامی بلاں
وہاں تھے ولی تھی یہ طاقت کسے
کہ شہ کو رکھے باز اسبات سے

ہوئے یکدل اسبات سے گرد سب
کیا چاہیئے زال کو یاں طلب
وہیں زال کو ایک نامہ لکھا
تھم انہیں احوال سارا کہا

پہنچتے ہی نامہ کے وہ نامور
روانہ ہوا سیستاں سے اُدھر
یہ سنکر تعجب ہوا شاہ کو
کہ بے حکم آتا ہے کیوں نامجو

یلاں سے جہاندار کشور کشا
یہ بولا کہ اب جاؤ تم پیشوا
ملے جاکے جب زال سے پہلواں
یہ اُنسے کیا زال نے تب بیاں

کہ ہم اور تم جاکے شہ کے حضور
رکھیں شاہ کو اس ارادے سے دور
جب آئے حضور شہ نامور
لگا کرنے تعریف شہ زال زر

کہ تجھسا شہنشاہ بادا و دیں
نہ دیکھا کہیں اور سنا ہے کہیں
ہمیشہ تو شاہ جہاں گیر ہو
ولایت ستاں تیری شمشیر ہو

شہنشاہ نے گفتار لطف و کرم
کہیں ہیں نہ زال سنو وہ شمیم
وہیں رستم یل کی پہنچی خبر
وہ بولا دعا گو ہے شام و سحر

کیا اُسنے پھر ذکر مازندراں
یہ سنکر کہا زال نے یوں کہ ہاں
ارادہ مرا اسطرف ہے درست
کمر ملک گیری پہ باندھی ہے چست

کیا زال نے غرض انکے حضور
یہ سنکر خبر میں بھی آیا ادھر
رکھوں تاکہ اس عزم سے تجھکو باز
ذرا سوچ اے خسرو سرفراز

فریدوں و جمشید نے بیشتر
کیا تہا ارادہ کہ جاویں اُدھر
سنا جب کہ ہے خانۂ دیو سا
طلسم اور جادو وہاں بیشمار

کیا تب نہ رخ سوئے مازندراں
حذر تو بھی کر اے شہ خسرواں
نہ تسخیر ہو زور و شمشیر سے
نہ ہاتھ آئے افسون و تدبیر سے

لگے پھر یہ کہنے سرانِ سپاہ
کہ ہم ہیں ترے بندۂ نیکخواہ
یہ ہے عرض ایشاہ عالیجناب
نہیں یہ ارادہ قرانِ صواب

یہ پاسخ دیا شاہ نے زال کو
کہ اے گرد دانا و فرخندہ خو
فریدوں سے افزوں ہے میرا حشم
منوچہر و جم سے نہیں کچھ بھی کم

خدا ہے مرا یاور و دستگیر
کروں جاکے دیوؤں کو فرماں پذیر
طلسم اور افسوں کو توڑوں تمام
سر بد سگالوں کو پھوڑوں تمام

تو اے زال اور رستم پہلواں
طرف سے مری یاں رہو حکمراں
لگا کہنے پھر شہ سے وہ نیکخواہ
کہ ہیں بندے ہم اور تو بادشاہ

بدلسوزی ایشاہ کشورکشا
جو کچھ عرض کرنا تھا ہمنے کیا
مجھے کیجے رخصت سوئے سیستاں
کرو حکمرانی کوئی اور یاں

معاون ہیں اُسکا رہونگا مدام
مددگار و یاور میں ہونگا مدام
غرض شاہ سے پھر سوئے سیستاں
رخصت ہوا پہلوان جہاں

رفتن کاؤس بر تسخیر مازندراں و گرفتار شدن بدست دیوان!

بلا نامور ایک میلاد تھا
اسے شاہ کاؤس نے یوں کہا
کہ سونپا تجھے میں نے ایرانگاہ
کوئی جو تجھ سے ہو کینہ خواہ

تو پھر زال و رستم کو بھیج خبر
معاون ترے ہونگے وہ نامور
یہ کہہ کر جہاندار کشورستاں
روانہ ہوا سوئے مازندراں

گیا لیکے واں لشکر بیشمار
بلان جہانگیر و جنگی سوار
بفرمان شاہنشہ نامور
گیا گیو لشکر کو لے پیشتر

جب آئی حد ملک مازندراں　　تو پھر اُس نے وہ جنگجو پہلواں
زراعت کو یکسر جلاتا گیا　　مکاں خاک میں سب ملاتا گیا
ہوا سامنے جو بعزم ستیز　　ز کھینچا اُسے بس بہ تیغ تیز
گیا تا در شہر غارت کناں　　بہت مال و زر ہاتھ آیا وہاں
گلستاں سے وہ شہر کچھ کم نہ تھا　　زن و مرد خوش منظر و خوش لقا
ہوا شاہ مازندراں قلعہ بند　　کہ غالب ہوئی فوج شہ ارجمند
روانہ کیا ہو کے پھر نا اُمید　　کسی دیو کو سوئے دیو سپید
کہا یوں کہ اب جانتے ننگ ہاں　　کیا شاہ ایراں نے مجھکو زبوں
شتابی مدد کر تو اے اہرمن　　وگرنہ نہ جانبر ہو یاں ایک تن
ہو سنکر شتاباں ہوا نابکار　　وہ لایا بہت لشکر دیو ساز
ہوا شاہ سے آ کے کینہ خواہ　　ہوئی قتل ایراں کی ساری سپاہ
ہوئے گیو اور شاہ کاؤس بھی　　وہ گودرز و گستہم اور طوس بھی
گرفتار چنگال دیواں ہوئے　　پراگندہ دل اور حیراں ہوئے
کہا دیو اژرنگ نے شاہ سے　　کہ تم خوش ہوئے اسطرف آنکے
ہوا اس مکانکی خوش آئی تمہیں　　فضا اس گلستاں کی بھائی تمہیں
یہ سنکر کہا شاہ نے دیو سے　　کہ آگاہ نہ تھا یاں کے میں ریو سے
وزیروں نے مجھکو کیا منع تھا　　ولے میں نے انکا نہ مانا کہا
ہوا پھر میں آخر یہاں آکے خوار　　نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
جہاں قید تھا شہریار زمن　　نگہباں تھے بارہ ہزار اہرمن

اسیر شدن کیکاؤس در مازندراں و فرستادن گرد را پیش زال بطرف سیستان و مخلصی یافتن باعانت رستم

بوقت اسیری سوئے سیستاں　　روانہ کیا شہ نے اک پہلواں
کہ پہنچا دے تا زال زر کو خبر　　سو اُس پہلواں نے یہاں آنکر
بیاں زال سے ماجرا سب کیا　　طرف سے پر کاؤس کے بھیجا کہا
کہ اس وقت میں اے پل پیلتن　　سنایا جو خاطر میں تھا سخن
سو پائی سزا میں نے آخر کو آہ　　ہوئی کشتہ یکدست ساری سپاہ
رہو زندہ باقی جو یاں چند تن　　سو ہیں قید میں پنجۂ اہرمن
یہ پیغام بھر نے کہی جب خبر　　تو دلگیر یوں ہی ہوا زال زر
یہ رستم سے بولا بصد افسوس ہے　　کہ والی ہمارا جو کاؤس ہے
سو ہو قید اور ہم ہوئی جام سے　　گذاریں شب و روز آرام سے
یہ ہے وقت یاری و امداد کا　　کر حق نے تجھے زور بازو دیا
نہ ہرگز رہی مجھکو اب تاب جنگ　　کہ یکسر ہوئے سست بازو چنگ
تو ہمت کو اب کام فرما شتاب　　سو شہر مازندراں جا شتاب
قلم نے قضا کے یہ فتح و بلند　　لکھے تیرے نام اے پل ارجمند
خوشی سے یہ بولا پل نامجو　　کہ ہے جنگ دیواں مری آرزو
سنے دور ہی راہ سے ہے خطر　　کہ واں میرے جانے تلک اے پدر
کہیں بد سگالان ناپاک کو　　مبادا کہ ضائع کریں شاہ کو
کہا زال نے اُس سے اے پہلواں　　کہ ہیں تین رستے پہنچنے کے واں
دو راہ جو واں کا ہے دور و دراز　　نہیں اسمیں ملتا کوئی حیلہ ساز
کہا دور کی راہ کاؤس تھا　　تو اس راہ سے اے تہمتن نہ جا
جو نزدیک کی اُس کی ہے اک راہ　　نہیں آدمی کو وہاں سے پناہ
بہت راہ میں ہیں بلائے عظیم　　ہر اک منزل اُسکی ہے پر خوف و بیم
گر اس راہ سے جائے اے پہلواں　　تو پھر سات دن میں تو پہنچے وہاں
تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں　　بتائید حق زیر چرخ بریں
کروں دفع میں ہر بلا کو شتاب　　طلسم اور جادو ستاں کو خراب
کروں قتل و لشکر دیو کو　　چھڑا لاؤں کاؤس اور گیو کو
یہ کہہ کر ہوا رخش پر جب سوار　　دعا زال نے دی کیں لیل و نہار

تو ہو کامیاب اے بل نامور
لگی کہنے درد جدائی مجھے
اب انکو چھڑانے کو جاتا ہوں میں
نہ ساتھ اپنے کوئی لیا زینہار

ہے عنقریب تیری فتح و ظفر
سنائے تو کیا فائدہ ہو تجھے
بفتح و ظفر ہاں پھر آتا ہوں میں

بوقت وداع بل نوجواں
تہتن نے ماں کو یہ پاسخ دیا
غرض ہو کے رخصت سوئے ہفتخواں

ہوئی خوب رو رو کے گریہ کناں
کہ زنداں میں ہیں بندگان خدا
روانہ ہوا رستم پہلواں
فقط رخش تھا اور وہ شہسوار

داستان رفتن بر پر بلائے ہفتخوان برائے رہائی کیکاؤس بطرف شہر مازندران و احوال منزل اول

ہوا گام فرسا بیابان میں
دیا چھوڑ صحرا میں پھر رخش کو
لگا ورسو جنگ مائل ہوا
پھر آخر ہوا شیر جنگی زبوں
کہا رخش سے ہو کے پھر خشمناک
اگر پھر بلا ہو کوئی آشکار

سر شام پہنچا نیستان میں
گیا خواب میں وہ بل نامجو
ہژبر دماں کے مقابل ہوا
رواں اسکے تن سے ہوا بحر خوں
کہ تجھکو اگر شیر کرتا ہلاک
تو ہوتا مقابل نہ تو زینہار

کیا صید اک گورگوں شتاب
نمایاں ہوا ایک شیر ژیاں
اٹھا شیر کے سر پہ مارے دو دست
ہوا جب کہ بیدار وہ شیر نر
تو لے کون چلتا سلاح و سلب
تو بیدار وہ ہوشیار کرنا مجھے

لگا کر وہیں اسنے کھائے کباب
طرف رخش کے دوڑ ہی آیا وہ ٹل
چبا کر گیا اسکو دانتوں سے پشت
تو حیراں نہایت ہوا دیکھ کر
بڑا ہی کیا تھا یہ تونے غضب
شتابی خبردار کرنا مجھے

احوال منزل دوم و ماجرائے ہلاک نمودن اژدہا بتائید ایزد تعالٰی

ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
غذائے تہتن نے کی التجا
پھر آہستہ کرنے لگا وہ خرام
ہوا پھر وہ دنبال آہو رواں
کیا گور کو تیر سے پھر شکار
گئی جب گذر نصف شب واں
ہوا رخش گرم و خروش و فغاں
خفا رخش سے ہو کے بولا وہ یوں
کہا رخش نے پھر جو دیکھا اسکو تو
نہ آیا نظر کچھ اسے وانپہ تب
اگر پھر ہوئی تجھ سے ایسی خطا

تو رستم روانہ ہوا پیشتر
کہ مت رکھ تو نب و نپہ سختی روا
تو یہ سمجھا وہ رستم تشنہ کام
تو پہنچا سر چشمہ وہ پہلواں
اور آتش بھی کی سنگ سے آشکار
ہوا ظاہر اک اژدہا ناگہاں
کہ بیدار ہو خواب سے پہلواں
کہ ناحق کیا مجھکو بیدار کیوں
تو جاگا وہیں رستم پیل تن ور
کیا رخش پر اسنے خشم و غضب
تو سر تن سے تیرا کروں گا جدا

نظر چاہ و چشمہ نہ آیا کہیں
نمایاں ہوا ایک آہو وہاں
کہ بیشک ہے بخشائش کردگار
سپاس خداوند لایا بجا
تناول کئے بس بنا کر کباب
کہ ہشتاد گز وہ درازی میں تھا
ہوا وہ تو بیدار اسد پر اژدہا
یہ کہہ کر تہتن تو پھر سو گیا
ولے پھر وہیں اژدہائے پلید
وہ بولا دوبارہ جگایا ہے مجھے
پیادہ سوئے شہر مازندراں

ہوا تشنہ پانی نہ پایا کہیں
نہ آیا تہتن کے آگے دواں
یہ دیکھ اسکے دلکو پھر آیا قرار
اتر رخش سے اسنے پانی پیا
ہوا بس وہیں گرم آرام خواب
غضبناک تھا قہر تھا وہ بلا
نہاں دم میں زیر زمیں ہو گیا
پھر اتنے میں نکلا وہیں اژدہا
بزیر زمیں ہو گیا ناپدید
خوش آیا نہ آرام میرا تجھے
رواں ہیکے ہوں تیغ لرزاں

گیا خواب میں جب یل ارجمند
تو نکلا وہیں اژدہائے بلند
ہوا پاس رستم کے استادہ رخش
ہوا جانفشانی کو آمادہ رخش

جدھر آئے تھا اژدہائے سیاہ
اُدھر رخش ہوتا تھا بس سد راہ
وہ جب آ گیا متصل ناگہاں
ہوا تب خروشاں وہ حملہ کناں

پھر اتنے میں بیدار رستم ہوا
وہیں گرم پیکار رستم ہوا
تہمتن نے پھر کھینچ کر ایک تیغ
دلیری سے ماری دہن بے دریغ

ولیکن نہ ہرگز ہوئی کارگر
قوی اژدہا کی دم اپشت پر
یہ چاہا کرے زخم دیگر رہا
کہ تا ہو دو پارہ تنِ اژدہا

کہ اتنے میں آیا سوئے پہلواں
دہن کر کے وا اژدہائے دماں
دمِ اژدہا کم نہ آتش سے تھا
وہ ناچار سوئے عقب ہٹ گیا

جو دیکھا کہ رستم پہ ہے وقت تنگ
کیا کام کیا رخش نے بیدرنگ
کہ دانتوں سے پکڑا اُسے دوڑ کر
پھر اُس اژدہا نے اُٹھایا نہ سر

تہمتن نے اک تیغ ماری وہیں
ہوئی خون سے اُسکے رنگیں زمیں
ہوا کشتہ جب اژدہائے دماں
تو کرنے لگا شکر حق پہلواں

بیان احوال منزل سوم راہ ہفتخوان قطع کردن بتائید پروردگار جہاں

روانہ ہوا وانسے پھر صبح گاہ
ور آئی اُس روز در پیش راہ
پہر شام پہنچا وہ اک چشمہ پہ
کہ سبزہ بھی تھا خوب واں تازہ تر

ہوا جب کہ رستم سکونت گزیں
تب آئی وہاں ایک زن مہ جبیں
صراحی مئے ہاتھ میں اُسکے تھی
نہ تنہا صراحی کہ طنبور بھی!

بہت خوب تھا اُسکی بر میں لباس
غرض بیٹھی آکر وہ رستم کے پاس
تہمتن نے اُسکو بغل میں لیا
اور ایک جام مے اُسنے لیکر پیا

پھر احوال رستم نے پوچھا تمام
لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام
کہ ہوں میں زن صالح و حق پرست
مجھے وہ خداوند بالا و پست

بیاں اُسنے پہنچے ہے نقل وہی
جو کچھ چاہیے یاں سو موجود ہے
زخم میں سر پر ہوئی نازنیں
ہوا سنکے رستم مسرت قریں

کیا تنگ وہ محفوظ و خرم ہوا
کہ پھر نغمہ سنج آپ رستم ہوا
سمجھا نا کہ یہ زن ہے اک سحر کار
ہوا راز پنہاں نہ کچھ آشکار

ہوئی وہ بھی مستغرق حال جب
زباں پر وہ لایا وہیں حمد رب
سنا جونہی نام جہاں آفریں
ہوا تیرہ رنگ رخ نازنیں

تہمتن پہ تب یہ ہوا آشکار
کہ ہے ساحرہ یا کوئی دیو سار
کیا اسکو دوں ہی اسیر کمند
غضبناک ہو پھر یل ارجمند

یہ بولا کہ تو کون ہے سچ بتا
زن ساحرہ ہوں یہ اُسنے کہا
قلم تیغ سے کرکے پھر اسکا سر
گیا خواب میں وہ یل نامور

بیان احوال منزل چہارم راہ ہفتخوان

جو وانسے ہوا منزل چہارم رہ نورد
تو پہنچا عجب دشت میں شیر مرد
کہ ہوتا تھا خورشید کم جلوہ گر
اندھیرا رہے تھا وہاں بیشتر

وہ طے کر گیا راہ تاریک کو
سر شب پہنچا یل نامجو
گیا خواب میں وقت شب پہلواں
تب آیا وہاں دشتباں ناگہاں

چری ایک چوٹ آ کر پاؤں پر
ہوا دوں ہی بیدار وہ نامور
لگا کہنے رستم سے وہ دشتباں
کہ اولاد گرد دلاور جہاں

یہاں کل ہے جا کم بڑا ہی دلیر
کہ جسکے مقابل ہو نرہ شیر
تصرف میں ہے چند فرسخ زمیں
پرندوں کا بھی یاں گذارا نہیں

تو ہو جان سے سیر آیا مگر
گریزندہ ہو یانسے اب زود تر
وگرنہ جو اولاد آجائے گا
تو پھر ہاتھ سے جاں تو نہیں پائیگا

مجھے تجھ پہ آتا ہے رحم اے جواں
کہ ضائع کہیں تو نہ ہووے یہاں
یہ سنکر تہمتن نے ہو خشمگیں
پکڑ کان اسکے اکھاڑے وہیں

طمانچہ جڑا منہ پہ پھر اسقدر
کہ بیٹھی وہ دنداں جھڑی سر بسر
گیا دشتباں پاس اولاد کے
کیا حال سے جاکے واقف اسے

وہ مشغول صید افگنی تھا کہیں
یہ سنکر سپہ لے کے آیا وہاں
اسے دیکھ کر خشم پر ہو سوار
مقابل ہوا رستم نامدار

یہ اولاد رستم سے کہنے لگا
مجھے ٹک بتا نام تیرا ہے کیا
کہ بے نام مارا نہ جاوے یہاں
یہ گفتار سنکر کہا نوجوان

لگا کہنے یوں نام میرا ہے ابر
تو ہی نعرہ ہوں میں اس پیل ہزبر
دلیروں کا زہرہ وہیں آب ہو
سنیں گر کہیں وہ مرے نام کو

پھر اولاد بولا بتا یہ مجھے
کہ آیا ہے تو کونسی راہ سے
یہ بولا وہیں رستم نامور
رہ ہفتخواں سے میں آیا ادھر

بہ نیروئے بازوئے فضل خدا
سہ منزل ہیں کیں طے ہر سہ بلا
چہارم یہ منزل جو درپیش ہے
تو تو سدرہ اے اندیش ہے

ترے تن سے بھی اب جدا سر کروں
تہ تیغ یکدست لشکر کروں
سنا جبکہ اولاد نے یہ کلام
تو بس اڑ گئے ہوش اسکے تمام

کیا خوف و دہشت نے دل پر اثر
نہ ہرگز بڑھا آپ پھر پیشتر
سواروں سے بولا کہ یکبارگی
کرو حملہ دوڑا کے اب بارگی

وہ جنگ آوراں کھینچکر تیغ کیں
سوئے رستم گرد آئے وہیں
کوئی پہلواں پیشتر سب سے تھا
اسے پہلے رستم نے کشتہ کیا

لگا قتل کرنے چپ و راست پھر
نہ آیا کوئی پہلواں پیش پھر
سپاہ مخالف گریزاں ہوئی
بیاباں میں یکسر پریشاں ہوئی

وہ اولاد سے فراری ہوا
وہیں دشت پہلے خواری ہوا
کیا پھر نہ آرام رستم نے واں
ہوا اسکے دنبال وہ بھی رواں

وہ جاتا تھا گاہے ادھر گہ ادھر
غرض مثل باد وہ تھا جلوہ گر
ہوا گرچہ عاجز یل نامدار
ولیکن نہ چھوڑا اسے زینہار

پہنچ اسکے نزدیک ڈالی کمند
لیا کھینچ اولاد کو کرکے بند
اسے بند کر وہ پھر اشہسوار
پھر اک چشمہ کے پاس پکڑا قرار

[illegible] با باندھ اولاد کو
ہوا استراحت کناں نامجو

بیان احوال منزل پنجم راہ ہفتخوان

کہ دیو سفید اور کاؤس شاہ
کہی اسنے القصہ سب داستان

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار
ہوئے تھے جو قید اور کینہ خواہ
وہ احوال کر تو مفصل بیان
تو بولا یہ اولاد سے نامدار

یہ رستم نے چاہا وہیں بے دریغ
کہ اولاد کو کیجیے زیر تیغ!
بصد عجز اسنے کیا یہ بیان
کہ مت قتل کر مجھکو اے پہلواں

کروں میں شب و روز فرمانبری
کروں رات دن خدمت چاکری
لگا کہنے رستم کہ کاؤس تھا
مقید جہاں ہے بحال تباہ

وہاں تک اگر پہنچے تو مجھے
تو کشتہ کروں نہ ہرگز تجھے
بتادے تو گر جائے دیو سفید
تو بر آوے تیری بھی دل کی امید

پذیرا کیا اسنے اس بات کو
یہ ظاہر کیا پھر کہ اے نامجو
مکاں ایک ہے درمیان دو کوہ
وہاں شاہ کاؤس کرد دل شکوہ

گرفتار ہے اور سر کوہسار
نگہبان ہیں دیو بارہ ہزار
کیا جبکہ زنداں کا اسنے نشاں
تب اسپر تہمتن ہوا مہرباں

رہا وہ وہیں اولاد کو پھر کیا
دیے قول اور عہد و پیماں کیا
کہا یوں کہ اب رہنمائی تو کر
مراعات تجھپر کروں بیشتر

وہ بولا کہ نزدیک ہے وہ مکاں
جہاں قید ہے بادشاہ جہاں
وہی شہر مازندراں کی ہے راہ
کہ ہے دیوزادوں کی آرامگاہ

اور اک دشت پرگوش ہے درمیاں
کہ سنگ گراں سنگ رہتی یہاں
سوا اسکے اے پہلواں جہاں
ہزار و دو صد فیل جنگی ہیں واں

سراپا ہو تو سنگ و آہن اگر
گذر اس مکاں سے ہے دشوار تر
یہ گفتار سنکر ہوا خندہ زن
لگا کہنے اولاد سے پیلتن!

کہ ہو راہبر تو اگر واں تلک / تو داں دیکھا پھر کو زیر فلک
ہوا ساتھ اولاد کے پھر رواں / بل پلتین رستم پہلواں
غرض ایک شب روز وہ نیکمرد / ہوا دشت میں بیخطر رہ نورد
کہ آتش ہے افروختہ جابجا / جو پوچھا تو اولاد نے یوں کہا
وہ دیو سفید اور بھی دیو سب / سکونت گزیں ہیں وہاں روز و شب
یہ سنکر ہوا وہ مسرت قریں / ہوا دشت میں وہ سکونت گزیں
درخت ایک تھا اس سے اولاد کو / دیا باندھ اور سوے ہامون چلا
کروں ہو نہیں کسطرح سبکو ہلاک / ملاتا ہوں کیونکر نہ خون و خاک
جہاں تک تعلق تھا اولاد کا / مقابل نہ آئی کوئی واں بلا
کہیں نصف شب قلعۂ کوہ پر / تہمتن کو ناگاہ آیا نظر
کہ وہ دانۂ شہر مازندراں / یہی ہے کہ آتش ہے روشن جہاں
فروزندہ ہر سو ہے آگ کی / کہ دستوراں کا ہے ہر شب یہی
کہا اب تو ہے شہر نزدیک تر / رواں ہانسے ہو وینگے وقت سحر
بہم گرچہ تہا عہد اور اختلاف / ولے راہ میں شرط تھی احتیاط

بیان احوال پر اختلال منزل ششم راہ ہفت خوان

دم صبح اولاد کو ساتھ لے / رواں ہوا رستم اس دشت سے
یہ اولاد بولا کہ اے نامور / یہ منزل ہے پر خوف و بیم و خطر
نہ اندیشہ رستم نے ہرگز کیا / جہاں دیو ارژنگ تہا داں گیا
تہمتن کے مارے کمر میں دو دست / کہ تا پہلواں کو کرے وہاں پست
اُسے خاک پر پھر فگندہ کیا / سر دیو ناپاک کندہ کیا
ہوئے پھر گریزندہ سب دیوزاد / ہوا اسنے رستم رواں شاد شاد
رواں ہوا پھر بل ارجمند / غرض کر کے طے راہ پست و بلند
موکل وہاں خواب غفلت میں تھے / لبِ لشکر سلطاں ہوا گرد سے
گرفتار زنجیر کاؤس تہا / تہمتن نے آسدم ارادہ کیا
بیاگھیر رستم کو بس آن کر / ولے پہلواں کو نہ تہا کچھ خطر
وہ بولا کہ میں نے بفضل خدا / کیا تن سے ارژنگ کا سر جدا
مرے ہاتھ ہے مرگ دیو سپید / ہیں آیا یہی کر کے دل میں امید
اطاعت مری کر تو اب اختیار / کہ پرخاش بہتر نہیں زینہار
ہوا دیو فرمانبر اسکا وہیں! / کہ پیدا ہوا ہیبت تیغ کیں
گرفتار تھے جتنے ایرانیاں / انہیں لا کے حاضر کیا پھر وہاں
ہوا تیرے گر ہاتھ سے کشتہ واں / تو فرمانبری ہم کریں سب بجاں
دلے تھی کمند اسکی گرز بند / وہ رہبر تھا پیش بل ارجمند
نگہداں ہیں اور نگ بیدار زنگ / نہیں جنسے انسان کو تاب جنگ
دلیرانہ جا کر کیا جب غریو / تو خیمہ سے نکلا وہ ارژنگ دیو
تہمتن نے ہاتھ اسکے رکھ کتف / پکڑ دو سرے ہاتھ سے اُسکا سر
جہاں اور دیو کی تھی انجمن / دیا پھینک والیسے سر اہرمن
سر کوہ جس وقت رکہا قدم / وہاں پر توقف کیا ایک دم
جہاں شہ ایران گرفتار تہا / وہاں ساتھ اولاد کے وہ گیا
شہنشہ نے پوچھا جو احوال راہ / تو رستم نے یکسر کہا پیش شاہ
کہ یکدست توڑے وہ بند گراں / کہ تنے میں جا کے ہاں میباں
جو سردار تہا قوم کا بند دیو / مقابل ہوا وہیں کر کے غریو
خدا نے دیا اس قدر مجھکو زور / کہ دیووں کو سمجھوں میں مانند مور
کروں قتل اس دیو ناپاک کو / نہ جان اپنی دے ہو کے تو رزم جو
اگر جنگ کی دل میں کچھ ہو ہوس / تو سر تیرا اور تیغ براں ہے بس
کہا اور دیوان ناپاک کو / کہ مت آؤ پیش بل نامجو
نگہ کیجے رستم سے پھر اہرمن / کہ دیو سفید ای بل ارجمند
تہمتن رواں اس مکانسے ہوا / اور اک دیو ساتھ اسکے والسے ہوا

بیاباں میں تھا وقت شب رہسپر ۔ وہ اولاد اور دیو تھا راہبر
پڑا ایک لشکر نظر دور سے ۔ کہ افزوں ملخ سے تھا اور مور سے
یہ اولاد سے پوچھنے وہ لگا ۔ کہ یہ فوج کسکی ہے مجھکو بتا
وہ بولا کہ ہے فوج دیو سپید ۔ سنایا سوا اُسکے اور اک نوید
کہ نکلے ہے جب چرخ پر آفتاب ۔ ہر اک دیو ہوتا ہے پھر گرم خواب
گر اسوقت تو اُنسے ہو کینہ خواہ ۔ تو پھر ہو مظفر بفضل آلہ
ہوئی بات اولاد کی دلپذیر ۔ ہوا رات کو رستم آرام گیر

احوال منزل ہفتم وکشتہ شدن دیو سپید

سحر جبکہ خورشید تاباں ہوا ۔ پل پیلتن تب شتاباں ہوا
جہاں لشکر دیو تھا واں گیا ۔ کوئی خواب میں کوئی بیدار تھا
تہمتن کمر سے وہیں کھینچ تیغ ۔ لگا قتل کرنے اُنہیں بے دریغ
ہوئے پھر خبردار یکدست دیو ۔ گیا گرد رستم بھی کرکے غریو
چپ و راس تھا تیغزن پہلواں ۔ جو آیا مقابل ہوا کشتہ واں
رہی جب نہ زنہار تاب ستیز ۔ تو لی وانسے دیووں نے راہ گریز
پھر آیا وہ پل با دل پر اُمید ۔ سوئے خانہ جائے دیو سپید
پر از جادواں تھا بہ پیچ مکاں ۔ نہ تھا نام کو روشنی کا نشاں
وہی دیو رہبر ہوا رہنما ۔ پل پیلتن کو وہاں لیگیا
کوئی غار تاریک تر تھا وہاں ۔ کہ دیو سپید بعیں تھا جہاں

رستم
دیو سفید

نکل غار سے وہ مقابل ہوا ۔ سوئے رستم گرد مائل ہوا
دلیری سے پھر لیکے نام خدا ۔ کیا زخم شمشیر اُس پر ہا
اُسے دیکھ رستم ہوا خوفناک ۔ پنہ لیگیا سوئے یزدان پاک
ہوئی خستہ اُس زخم سے ران دیو ۔ ڈلے دور کر اُسنے کرکے غریو

بغل میں لیا اپنی رستم کو داب لگا زور کرنے وہ خانہ خراب
جواں نے بھی اُس دم کیا خوب زور دلیرانہ باہم ہوا خوب زور

ادھر یوں کہے تھا یل نامجو کہ اب دیکھئے جانبری کیونکر ہو
کہے تھا ادھر دل میں یو سپید کہ ہوں جان سے آج میں نا اُمید

غرض حد سے گزر خوب کشتی ہوئی ادھر اور اُدھر سے درشتی ہوئی
بہم ہو کے عاجز ہوئے پھر جدا جدا ہو کے یکدم توقف کیا

زمیں پر پڑی یک بیک جو نظر تو دیکھی زمیں خوں سے رستم نے تر
یقیں یہ ہوا زخم کاری لگا ہوا دل قوی رستم گرد کا

اُٹھایا پکڑ کر کمر دیو کو دیا پھر پٹک خاک پر دیو کو
کیا دوں ہی خنجر سے اُسکو ہلاک نکالا جگر دل کیا اُسکا چاک

لگا کی جو رستم نے پھر سوئے غار تو کشتہ وہاں پائے دیوان سار
یہ پوچھا اُنہیں قتل کس نے کیا جواب اُسکو اولاد نے یہ دیا

کہ با جان دیو سپید لعیں ہر اک کی وابستہ جان حزیں
ہوا کشتہ جب وہ تو سب مر گئے جہنم میں ساتھ اُسکے یکسر گئے

یہ کہہ کر کہا پھر کہ اے نامدار کچھ انعام کا ہوں میں امیدوار
تہمتن یہ بولا تجھے اے جواں کروں حاکم شہر مازندراں

پھر اولاد کو وہ جگر دیو کا یل سپلتن نے حوالے کیا
تہمتن وہاں سے پھر اشاد شاد گیا پیش کاؤس فرخ نہاد

دیا مژدہ فتح جب شاہ کو تو شاداں ہوا خسرو نامجو
لگا کہنے پھر شاہ با داد و دیں کہ ہے مرحبا آفریں آفریں

داستان برتخت نشستن کیکاؤس شاہ مازندران و نامہ نوشتن بشاہ جادواں

جو سردار دیووں کا تھا نام ہوا وہ مطیع شہ ذوالکرام
وہ لایا وہاں ایک اورنگ زر ہوا اُس پہ کاؤس کے جلوہ گر

وہ گودرز و گستہم و طوس و گیو وہ گرگین و بہرام اور خیل دیو
ہوئے ایستادہ وہ چپ راست سب کمر بستہ چون بندگان با ادب

یل نامور رستم پہلواں سر کرسی زر تھا جلوہ کناں
سر نو ہوئی محفل انبساط مہیا ہوا ساز و برگ و نشاط

رہا سات دن تک جشن و طرب رہے روز و شب مائل عیش سب
سوئے شاہ مازندراں بعد ازاں کیا شاہ نے ایک نامہ رواں

فرستادہ کا نام فرہاد تھا غرض نامہ شاہ وہ لیکے گیا
دیا شاہ مازندراں کو شتاب کہا یوں کہ لکھ بھیج اسکا جواب

شہ جادواں نے پڑھا کر کے وا لکھا تھا کہ اک گرد زور آزما
رواں ہو کے ایران سے آیا یہاں قوی زور ہے مثل شیر ژیاں

دلیر و جوانمرد رستم ہے نام ہزبر افگنی ہے سدا اُس کا کام
وہ دیو سفید اور ارژنگ دیو جہاں میں تھا قوت کا جنکی غریو

ہوئے ساتھ رستم کے جب ہم جنگ تو وہ دونوں کشتہ ہوئے بیدرنگ
کہاں ہے تجھے رزم کی اُس سے تاب تو حاضر ہو یاں آن کر اب شتاب

ہمیں ملک اپنا حوالے تو کر تجھے خواہش خیر ہے کچھ اگر
ترے حق میں بہتر ہے فرمانبری وگرنہ ہو دشوار پھر جانبری

یہ مضموں پڑھا جب تو ہو کر خفا شہ جادواں نے یہ پاسخ دیا
کہ دیو سفید اور ارژنگ گر ہوئے کشتہ تو یاں ہوا کیا ضرر

ہزاروں ہیں یاں دیو پیکار جو قوی بازو و کینہ ور تند خو
سوا اُنکے ہیں پیل میرے شہا ہزار و دو صد پیل جنگ آزما

تو نازاں ہے اک رستم گرد پر یہاں ہیں ہزاروں یل نامور
ارادہ کروں گر تو فرصت نہ دوں بس اک دم میں تسخیر ایراں کروں

تجھے ساتھ میں نے برا کیا کیا گزند ان میں تجھکو زندہ رکھا
رہائی تری ہو گئی ناگہاں غنیمت سمجھ اس کو اب بے گماں

تو جا خیر سے سوئے ایراں زمیں کہ ہرگز مری ساتھ ہو گرم کیں
فرستادہ لے کر جواب پیام پھر آیا حضور شہ فوج الکرام
پڑا فکر میں شاہ فرخندہ خو لگا کہنے تب رستم نام جو
یہ سنکر ہوا خرم و شاد شاد ہوا بندے غم کے آزاد و شاد
لکھا یوں کہ بیہودہ گوئی تو چھوڑ ہماری اطاعت سے منہ اب نہ موڑ
سمجھ گر تو ہے عاقل و پیش بیں کہ پرخاش تمہارا بہتر نہیں
وگرنہ تجھے خوب پہنچے زیاں رہے پھر نہ تو اور نہ مازندراں
حضور سپہدار مازندراں کہا جاکے یوں مرد دانے بیاں
قد و جسم ہے مثل پیل بلند کہ کہتے ہیں وہ پاس اپنے تیغ و کمند
شہ جادواں نے وہیں پیشوا روانہ کئے گرد زور آزما !!
اُسے دیکھ جولاں طرح نیزہ کے جو نزدیک پہنچا تو چھوڑا اُسے
اشارو نہیں کہنے لگے سب ہم کہ دکھلاویں کچھ زور اپنا بھی ہم
تہمتن نے کی خوب پنجہ کیا کہ ہم پنجہ کا دست رنجہ کیا
وہ بے تاب و بیخود ہوا اس قدر کہ بس گر پڑا اسپ سے خاک پر
کلاہور اک گرد پر زور تھا سے شاہ مازندراں نے کہا
کلاہور آیا غضبناک ہو لگا کہنے یوں رستم گرد کو
مقابل وہیں پھر تہمتن ہوا کلاہور سے پنجہ افگن ہوا
حضور خداوند آیا وہ مرد ہے آگ وہ خاطر گرفتار درد
کہا یہ کہ بہتر نہیں کارزار رہ آشتی اب تو کر اختیار
کیا پھر طلب رستم گرد کو گیا جب حضور اُسکے وہ نام جو
یہ سنکر دیا اُسنے پاسخ وہیں کہ رستم کا ہوں چاکر کمتریں
تہمتن یہ بولا کہ لکھئے جواب لکھا پاسخ نامہ اُسنے شتاب
ہمارا تو ہو بلکہ فرماں پذیر کہ قایم رہے ملک و تاج و سریر
تو باہر نہ انداز سے دھر قدم نہ پھر اپنی جاں پر روا رکھ ستم
نہ برباد کر اپنا دیہیم و تخت روانہ ہوا اسکے دشوار و سخت

کہ دوں گا تجھے قید گر اب کی بار تو جیتا نہ چھوڑوں گا پھر زینہار
سنا اور دیکھا تھا جو کچھ وہاں کیا پیش کاؤس یکسر بیاں
مجھے نامہ لکھ دیجئے اگلی بار کہ تا جاؤں میں واں فرستادہ وار
تہمتن کی تعریف کرنے لگا پھر اُسنے رقم وہیں نامہ کیا
نہیں تیرے لشکر سے ڈرتے ہیں ہم تجھے پھر خبردار کرتے ہیں ہم
اگر آکے حاضر ہو یہاں ایکبار ترا ملک تجھ پر رہے برقرار
ہوئی مہر کاؤس جب نامہ پر رواں تب ہوا رستم نامور
کہ آیا ہے پھر اے شہ نامور فرستادہ اک اور باکر و فر
قوی ہیکل اک اسپ ہے زیر راں عجب شان و شوکت کا ہے وہ جواں
یلی پیلتن نے اُنہیں دیکھکر اکھاڑا دہاں ایک شاد و شجر
بہت گرد اُسکے تلے دب گئے یہ دیکھا تو حیرت میں پھر سب گئے
کیا ایک نے اپنا پنجہ دراز ہوا خندہ زن رستم سرفراز
جدا ہو گئی اُسکی لگھٹے دست ہوا مرد زور آزما وہیں پست
خبر سنکے یہ شاہ مازندران یہ سمجھا کہ رستم بھی ہے نوجوان
کہ تو بھی اُسے زخمی و خستہ کر دل اور پنجہ کو اُسکے شکستہ کر
ذرا مجھ سے ہم پنجہ ہو ایکواں کہ دیکھوں تو ہیں بھی دلاوراں
اُسے بھی کیا ایکدم میں زبوں کیا اُسکے سر پنجے کو غرق خوں
دکھایا اُسے دست آویختہ کہ رگ اور ناخن سے سب ریختہ
کلاہور نے جب کیا یہ بیاں ہوا پر غضب شاہ مازندراں
لگا کہنے پھر شاہ مازندراں کہ تو ہے مگر رستم پہلوان
یہ کہہ کر وہ نامہ حوالے کیا وہ پڑھکر ہوا پھر نہایت خفا
کہ یاں تجھ سے ہے دعوئے ہمسری نہو ہم سے جو بائے فرمانبری
بزرگوں نے تیرے بچایا کبھو کہ تا سوئے مازندراں لاویں رو
تہمتن نے یوں وقت رخصت کہا کہ کاؤس کی کر اطاعت شہا
حضور شہنشاہ کاؤس جب وہ آیا تو بولا ز روئے طرب

کر اب ہیجے آراستہ سازِ جنگ

جنگ کاؤس شاہ با والی مازندران

رواں ہو جے شوق سے بیدرنگ

و کشتہ شدن شاہ مازندران از دست رستم و ظفر یاب شدن

ادھر سے جیاندار کشورستان
کوئی دیو تھا جو وہاں بیدرنگ
شہ جادواں نے کہا فوج کو
ہوا بوق اور کوس کا پر خروش
وہ لشکر بہم حملہ آور ہوئے
ہوا ازدرہم خشم درشند عجب

ادھر سے سپہدار مازندراں
ہوا آگے رستم سے جویائے جنگ
کہ یکبارگی اب تو حملہ کرو
کہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش
ہزاروں تن اک دم میں بے سر ہوئے
یہ مانگی دعا شاہِ ایران نے تب

صف آرا ہوئے جا کے میداں میں
لگا جبکہ اک زخم نوکِ سناں
ہوا گرم ہنگامۂ کشت و خوں
ہوا گیر ہو کر غبار زمیں
بشمشیر گرز و سنان و خدنگ
کہ یا رب مرے ہمقریں ہو ظفر

ہوا حشر برپا پھر اک آن میں
رہی دیو کے پھر نہ قالب میں جاں
ہوئی خون سے یکسر زمیں لالہ گوں
گیا تا سر سقف چرخ بریں
رہا گرم یکہفتہ بازار جنگ
زبوں ہو گئے دیو ان بیدادگر

وہیں غیب سے پھر یہ آئی صدا
کہا حملہ آور ہو سپاری سپاہ
کھڑے اُسکے آگے تھے پیلان مست
رہا ہاتھ سے گرز اُسدم ہوا
یل پیلتن لیکے اُس نیزہ کو
جو دیکھا وہ کوہ گراں ستدرہ
مرے ساتھ جب کے گرز گراں
کہ اس زخم سے ہو کے اغراق خون
لگا کہنے پھر بادشاہ جہاں
لگے زور کرنے ولیکن وہ کوہ
پس پشت تھے وہ دلیران تمام
غرض لاکے رکھا وہ کوہ گراں
نکل ای شہ جادواں سنگ سے
یہ آواز سنکر شہ جادواں
وہیں کھینچکر پھر تہمتن نے تیغ
گریزاں ہوئے مردم داہرمن
شہ جادواں کا جو تھا تختگاہ
بہت ہاتھ آیا وہاں مال و گنج
جب اِس فتح سے شاہ خوشدل ہوا
کنیزوں غلامان زریں لباس
پھر اولاد کو با نشاط و طرب
بہت اسنے کی خدمت و چاکری
شہنشاہ نے خرم و شاد ہو
پہ گستہم اور طوس عالی وقار

کہ ہو فتح تیری بفضل خدا
کرو فوج مازندراں کو تباہ
کیا گرز سے اُسنے ہر اک کو پست
طلبگار نیزہ وہ رستم ہوا
شہ جادواں سے ہوا رزم جو
تو حیراں رہا رستم کینہ خواہ
ہوا رزم جو شاہ مازندراں
ہوا شاہ مازندراں سرنگوں
کہ جتنے ہیں ایران کے زور آوراں
ہلا بھی نہ اُنسے ہوئے سب تو وہ
خوش و خرم و آفریں خواں تمام
کہ شاہنشہ نامور تھا جہاں
رہائی نہیں اب تری جنگ سے
جو نکلا تو کاؤس شاہ جہاں
کیا پارہ پارہ اُسے بے دریغ
پریشاں ہو گرز پر چرخ کہن
ہوا جلوہ گاہ شہ دیں پناہ
ہوا دور یکدست پھر دل سے رنج
سو بخشش و جود مایل ہوا
بصد بہجت و شفقت و بیقیاس
حضور جہاندار کرکے طلب
یہ ہے لایق و عزت و برتری
زروئے عنایات اولاد کو
وہ گودرز اور گیو جنگی سوار

یہ سنکر شہنشاہ فرخ نہاد
تہمتن سوی شاہ مازندراں
کشادہ ہوئی راہ جب سر بسر
وہیں گیو نیزہ وہاں لیگیا
وہ نوبت تھی جادو کی ہنگام جنگ
پہنچکر وہیں شاہ کاؤس کو
تو میں نے کیا زخم نیزہ رہا
ولیکن یہ جائل ہوا ایک کوہ
اُٹھا لادیں اُس کوہ کو زود تر
پھر آخر کو وہ رستم پہلواں
خوشی سے پھر رستم نامدار
خروشاں ہو جوں شیر نر سوی جنگ
وگرنہ ابھی لیکے تیغ و تبر
لگا کہنے کچھ اسمیں لاؤ نہ باک
جو کشتہ ہوا شاہ مازندراں
بفیروزی و فتح شاہ جہاں
ہوئے مردم شہر و دیواں تمام
سپاس و عنایات و لطف خدا
دو بے بہا خلعت پر گہر!!
تہمتن کو دیکر کیا سرفراز
کیا عرض رستم نے ای بادشاہ
حکومت یہاں کی اُسے دیجئے
کیا حاکم شہر مازندراں
یہ جتنے تھے گردان جنگ آزما

گیا سوئے ناورد کہ شاد شاد
شتاباں ہوا مثل پیل دماں
گیا راست تب رستم نامور
تہمتن کو جاکر حوالے کیا
شہ جادواں بنگیا شکل سنگ
یہ بولا کہ اے شاہ فرخندہ خو
اور اُسدم یہ دلیں گماں پھر ہوا
یہاں سخت حسرت میں ہے اک گروہ
یہ سُنکر وہ زور آوراں سر بسر
اُٹھا لیچلا وانسے کوہ گراں
بہت گوہر و زر کیا واں نثار
تہمتن یہ بولا کہ ہاں بیدرنگ
کروں ٹکڑے اس کوہ کے زود تر
لاؤ اب اس کو نہ خون و خاک
ہزیمت پڑی فوج کے درمیاں
ہوا داخل شہر مازندراں
پرستار شاہنشہ ذوالکرام
جہاندار کاؤس لایا جب
زر و ملک و اسپان با زین و زر!!
ہوا پہلواں کا فزوں اعتبار
یہ اولاد ہے بندۂ نیک خواہ
جہاں ہیں سرافراز اب کیجئے
فزوں کی وہیں اسکی توقیر شاں
زر و ملک ان کو عنایت کیا

داستان لشکر کشی کردن کیکاؤس بر شاہ ہاماوران و ہزیمت

خوردن شاہ ہاماوران و دادن دختر خود شاہ کیکاؤس را

بتائید اقبال و نیروی بخت / جو مازندراں سے لیا تاج و تخت
تو کچھ سوچ ایراں بفتح و ظفر / روانہ ہوا خسرو نامور

ہوئی ایک عالم کو یہ آگہی / کہ با شوکت و فر شاہنشہی
خدیو جہانگیر کاؤس کے / بلند اقتدار و زبردست کے

کیا جسنے تسخیر مازندراں / ہوا خیل دیواں پہ جب حکمراں
ہوئے سرکشاں سنکے اندیشہ مند / مبادا کہ ناگاہ پہنچے گزند

بہت بادشاہان گردن فراز / ہوئے گام فرسائے راہ نیاز
ہر اک نے زر و گوہر و طوق و تاج / حضور اسکے بھیجا بہم بہر باج

اطاعت پہ جسنے نہ باندھی کمر / تو اسکی ولایت کو پہنچا ضرر
بہت کجرواں شاہ نے سیدھے کئے / مکاں ملک توران کے اکثر لئے

نہ لیکن ہوا شاہ ہاماوراں / مطیع شہنشاہ کشورستاں
نمایاں ہوئی اس سے جب سرکشی / تو کی شاہ نے اسپہ لشکر کشی

کیا اس قدر پیلتن نے تنگ / کہ ہرگز رہا پھر نہ یارائے جنگ
وہ رکھتا تھا اک دخت سرو اندام / صنوبر قد و گلرخ و لالہ فام

جہاندار اس کا ہوا خواستگار / نہ انکار اسنے کیا زینہار
بندھا عقد باہم برسم شہاں / ہوا شاہ کاؤس پھر مہرباں

رہا ملک ہاماوراں برقرار / مراعات کی اور بھی بیشمار
پیام سپہدار ہاماوراں / یہ آیا حضور شہ خسرواں

کہ تشریف اب قلعہ میں لائیے / یہاں تک قدم رنجہ فرمائیے
قبول اب مری میہمانی کرو / مرے حال پر مہربانی کرو

کیا شاہ نے قبول اسبات کو / ولیکن وہ دلدار فرخندہ خو
یہ بولی کہ اے خسرو نامدار / مرے باپ کا کچھ نہیں اعتبار

وہ کمبخت ظالم ستمگار ہے / بڑا ہی دغاباز و مکار ہے
نہ جاؤ غرض قلعہ کے درمیاں / کہ ہرگز نہیں خوب ہاماوراں

داستان مہمان نمودن شاہ ہاماوران کیکاؤس را و گرفتار نمودنش و خبر یافتن رستم و نامہ نوشتن آں بہ شاہ ہاماوران

ہوا جاکے مہماں شہ کامگار / گئے ساتھ اسکے کئی نامدار
وہاں سات دن رونق افزا رہا / نہ وسواس و اندیشہ ہرگز کیا

تمنائے سالار ہاماوراں / برائی کہ آیا وہ شاہ جہاں
شب و روز خدمت میں حاضر رہا / جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا

کہوں کیا کہ خدمت سے خوشدل کیا / شہنشہ کو حیلے سے غافل کیا
کیا قید پھر شاہ کاؤس کو / کیا بند گودرز اور طوس کو

ہوا جب گرفتار کاؤس شاہ / تو راہی ہوئی سوئے ایراں سپاہ
یہ سنکر سپہدار افراسیاب / سپہ لیکے توراں سے پہنچا شتاب

تصرف کیا آکے ایران میں / کیا ملک تسخیر اک آن میں
بزرگان ایراں نے بیزینہار / اطاعت نہ کی ترک کی اختیار

گئے زابلستاں میں رستم کے پاس / شکستہ دل و پر غم و بے حواس
کیا جاکے احوال سارا بیاں / کرے تاکہ تدبیر کچھ پہلواں

سنا جبکہ رستم نے یہ ماجرا / تو یوں شاہ ہاماوراں کو لکھا
سنا ہوگا احوال مازندراں / کہ نیرنگ بازو سے میرے وہاں

ہوا شاہ مازندراں بھی ہلاک / ملے دیو سرکش تہ خون و خاک
تمہیں ہے یہ لازم کہ کاؤس کو / باعزاز و اکرام یاں بھیجدو

دگرنہ سواران زابلستان — نچھوڑینگے ہاماوران کا نشاں

جواب نامہ نوشتن شاہ ہاماوران برستم و روانہ شدن رستم بہ ہاماوران وجنگ کردن وظفریاب شدن کیکاوس شاہ

لکھا اُسنے پاسخ کہ کاؤس کی — نہایت ہے دشوار اب مخلصی
اگر تو بھی آویگا میدان میں — تو ہوگا گرفتار اک آن میں
پڑھا جب کہ نامہ کا اپنے جواب — تو پھر زابلستان سے جوں موج آب
روانہ ہوا سوئے ہاماوراں — یل پیلتن لیکے فوج گراں
مخالف نے پھر جمع لشکر کیا — شہ مصر و بربر کو یاور کیا
غرض با سپاہ گراں ہر شاہ — تہمتن سے آکر ہوئے کینہ خواہ
کیا پہلواں نے مبارز طلب — کہ جی چاہئے جس کا مقابل ہو اب
ہوا دل میں ہر اک کے پیدا خطر — کیا زعم سے اُسکے سب نے حذر
ہوا شاہ ہاماوراں پُر غضب — گئے پہلواں بھی ناچار تب
کیا قصد رستم نے پیکار کا — ولے جبکہ رستم نے حملہ کیا
سراسیمہ وہ ہوں اب گریزاں ہوئے — یلاں ہر سہ کشور ہراساں ہوئے
پھر آیا نہ میدان میں اک سوار — مقابل نہ کوئی ہوا زینہار!
جو دیکھا کہ بیدل ہے ساری سپاہ — تو غیرت سے پھر مصر و بربر کا شاہ
گئے سامنے پہلوانکے دلیر — مقابل ہوا وہ بھی مانند شیر
ہوئے تارک ستر در مصر یا — کیا گرز رستم نے جسدم رہا
بجا کر وہ ضرب اسکی بھاگا وہیں — ولے بخت بد سے تھا چارہ نہیں
تہمتن نے پھر اسپہ ڈالی کمند — ہوا الغرض وہ گرفتار بند
شتابی سے گرز ہیں سے اُسکو جب — اُسے مردماں کے حوالے کیا!
سپاہ لیکے پھر حملہ آور ہوا! — شتابان سوئے فوج بربر ہوا
گریزان سواران بربر ہوئے — شہ یک لخطہ وہاں وہم آور ہوئے
تباہ و پراگندہ لشکر ہوا! — گرفتار پھر شاہ بربر ہوا
نہ تنہا ہوا شاہ بربر اسیر — ہیل نامداراں ہوئے دستگیر
تہمتن سے پھر شاہ ہاماوراں — ہوا آرزومند امن و اماں
ہوئی شاہ کاؤس کی مخلصی — چھٹے قید سے طوس و گودرز بھی
جہاندار کاؤس با کر و فر — ہوا تخت شاہی پہ تب جلوہ گر
سپاہ و سہ کشور بعد آرزو — ہوئے ہمرکاب شہ نامجو
رواں سوئے ایران ہوا وہ شاہ — زیادہ تھی شش لاکھ سی بھی سپاہ

مراجعت فرمودن کیکاوس شاہ بسمت ایران و بجنگ آمدن افراسیاب والی توران و ہزیمت او از دست رستم

جب آیا جہاندار عالیجناب — سپہ لیکے پہنچا تب افراسیاب
صف جنگ آراستہ واں ہوئی — جہاں میں قیامت نمایاں ہوئی
سپہدار توران نے پھر یوں کہا — کہ اے پہلوانان جنگ آزما
پکڑ لائے رستم کو گر کوئی مرد — کہے قتل یا آنکہ وقت نبرد
کہ یوں صاحب تاج و افسر ہے — سوا اسکے دوں اپنی دختر اسے
یہ سنکر کئی مرد میدان میں — گئے آور ہوئے کشتہ اک آن میں
پھر آیا سوئے رستم افراسیاب — ولیکن نہ ہرگز ہوا کامیاب
یل پیلتن لیکے گرز گراں — ہوا جبکہ میدان میں حملہ کناں
تو سالار توران ہراساں ہوا — سراسیمہ وا نے گریزاں ہوا
دلیروں نے پھر کھینچکر تیغ کیں — ہزاروں کئے قتل کان حسین

ہوئے کشتہ تورانیاں تا بتلک
گرے کشتوں کے پشتے ہوئے تا فلک
گیا سوئے توراں پھر افراسیاب
ہوا شاہ کاؤس کے فتیاب

ہوا ملک ایرانیوں پھر بدست
ہوئی سرکشان جہاں خوب پست
ہوئی شاہ کے محکوم دیو و پری
لگے کرنے جوں بندگاں چاکری

مکاں پائے نادر بزیر فلک
بنائے بہت کوہ البرز تک
کروں اُن مکانوں کی تعریف کیا
کہ تھا ہر مکاں دُر دریا قوت کا

سوا اسکے ہر جا تھے شیشے لگے
جہاندار کاؤس کے حکم سے
غرض دیو فرمائش بادشاہ
سرانجام کرتے تھے شام و پگاہ

ولیکن ہتنگ آگئے تھے تمام
وہ ناچار اس فکر میں تھے مدام
کہ شہ کو کسی طرح کیجے ہلاک
جہاں میں رہیں تاکہ بیخوف و باک

پھر ابلیس سے سنکے دژخیم دیو
گیا بس وہیں پیش کیان خدیو
کیا عرض اے بادشاہ جہاں
تو ہے خسرو خسروان جہاں

ولے حیف ہے یہ کہ راز فلک
نہیں تجھکو معلوم کچھ اب تلک
کواکب کی گردش کا بھی نہ نہار
نہیں تجھ پہ احوال کچھ آشکار

اگر تو ہو عازم سوئے آسماں
تو ظاہر ہو تجکو سب راز نہاں
سنی بات جب دیو گمراہ کی
تو گم ہوگئی عقل پھر شاہ کی

یہ کہنے لگا اُس سے پھر تاجور
کہ تو پہنچے گا مجھے چرخ پر
تو میں تجھکو انعام دوں بیشمار
زیادہ کروں عزت و افتخار

وہ بولا کہ تدبیر اُسکی کروں
سر چرخ پر آپ کو پہنچاؤں

رفتن کاؤس شاہ سیر آسمان و افتادن بدشت و آوردن سواران در ایران و باز بر تخت نشستن

گیا پیش ابلیس دژخیم دیو
کہا یوں کہ راضی ہے کیہان خدیو
ولے اُسکی تدبیر فرمائیے!
کہ گردوں پہ کس طرح پہنچائیے

بتائی وہیں اُسنے تدبیر ایک
کہ نزدیک ابلیس کے تھی وہ نیک
گیا پھر حضور شہ نامدار
عقاب اُسنے جنگل سے منگوائے چار

کھلایا اُنہیں گوشت شام و سحر
قوی زور اُنکے ہوئے بال و پر
اُنہیں ساتھ مردم کے خوگر کیا
گئے روز پھر ان کو فاقہ دیا!

رکھی ران پھر لاکے اک نیزے پر
کیا ایک تیار پھر تخت زر
عقابوں کو باندھا سر تخت سے
کہا پھر یہ شاہ قوی بخت سے

کہ اب بیٹھئے آپ اس تخت پر
ہوا جلوہ گر خسرو نامور
مگر قصد یہ تھا سر آسماں
کہ ہو برزم آور بہ تیر و کماں

اُڑے تخت کو لیکے چاروں عقاب
سوئے گوشت پرواز کی پھر شتاب
جہاں تک اُنہیں زور پروا تھا
اُڑے اوج گیر ابر و سے ہوا

نہ ہرگز رہی تاب پرواز جب
سر خاک پر گر پڑا تخت تب
گر اندیشہ چین ہیں یہ نا بجا
گیا تا اُسے کو پہنچا نہ کچھ زینہار

کہ پکڑے ہوئے تھا قوی تخت کو
غرض دشت میں خسرو نامجو
چہل روز غمگیں و خستہ رہا
پراگندہ دل و شکستہ رہا!

شب و روز روتا تھا وہ زار زار
خدا نے کیا رحم انجام کار
بشارت ہوئی خواب میں رات کو
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو

وزیروں نے القصہ کی جستجو
روانہ کئے دیو ہر چار سو
کہی آکے دیووں نے پھر خبر
کہ ہے بیشہ چین میں تاجور

نشانہ ہوئے تب سران سپاہ
شہنشاہ کو لائے سوئے تخت گاہ
ہوا جلوہ گر شاہ جب تخت پر
تو گودرز و رستم نے واں آنکر

ملامت بہت کی کہ ہر بار ہائے
ہوئی یکقلم گم تری عقل و رائے
ستم ہے کہ ہر بار اے بادشاہ
تو دیتا ہے بدخواہ کو تخت گاہ

بنا خوب کیا تجھسے کار زمیں
کیا پھر جو قصد سپہر بریں
ہوا تو گرفتار خواری سہ بار
ولیکن نہ سمجھا در از ینہار

یہ سنکر شہنشہ پشیماں ہوا
خجالت سے سر در گریباں ہوا
کیا بس کہ عدل و کرم صبح و شام
شہنشہ سے راضی ہوئے خاص و عام
جہاں میں کوئی شاہ گیتی پناہ
نہ ہرگز ہوا مثل کاؤس شاہ
کمر باندھتا جاوداں بندہ وار
شب و روز ہوتا وہ خدمتگار
سمند قلم کی ہیں پھیروں عناں
لگا عذر کرنے وہ شاہ جہاں
سر تاجداراں تہا گیہاں خدیو
کیا شغل داد و دہش بعد ازاں
پرستار تھے اسکے افغان و دیو
دلے دہر میں اب جو ہوتا اگر
تو پہر پیش اکبر شہ نامور
الٰہی یہ شاہ خلائق پناہ
رہے اس جہاں میں یہ تیغ و سپاہ
لکھوں آگے سہراب کی داستاں

داستان تولد شدن سہراب از بطن تہمینہ دختر والی سمنگان

کہیں ایک دن جو یل نامدار
گیا دشت میں جبکہ بہر شکار
کسی سمت سے آگئے ناگہاں
سواران ترکان عیار دل
گئے جبکہ نزدیک اس رخش کے
تو اسنے لگد اور دندان سے
پکڑ لے گئے ترک والے اسے
کیا جفت اک ہا دہاں سے اسے
وہ لیتا ہوا پھر سراغ اسپ کا
پیادہ بھوٹے سمنگاں گیا
تو وہ بھی پیادہ گیا پیشوا
تہمتن سے جاکر یہ اسنے کہا
ادہر اب قدم رنجہ کیونکر کیا
یہ رستم نے تندی سے پاسخ دیا
جہاں ہو وہاں سے بلا رخش کو
کہ آفت یہاں کوئی برپا نہو
کرم کیجئے میرے ایوان پہ اب
بسر کیجئے اب بعیش و طرب
یہ گفتار سن کر وہ شاداں ہوا
سمنگاں کے سلطان مہمان ہوا
پس پردہ وال رات کو ناگہاں
نمایاں ہوئی اک بت دلستاں
جو دیکھی وہ دلدار آئینہ رو
تو حیراں رہا رستم نامجو
کہ شاہ سمنگاں کی دختر ہوں میں
پری چہرہ و ماہ پیکر ہوں میں
ولے تیری مدت سے دیوانی ہوں
قرار و صبوری سے بیگانی ہوں
کسیکی نہ ہوں جفت تیرے سوا
تمنائے دل تھی یہ صبح و مسا
بجا لاتی ہیں شکر الطاف رب
کہ وارد ہوا اس مکاں میں تو اب
غرض جبکہ خورشید ہو جلوہ گر
مری باپ سے میری درخواست کر
یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی دلستاں
ہوا خوش بہت رستم پہلواں
وہ لاکہ بجا شرط آئین دین
تہمتن کو دی شہ نے دختر وہیں
ہوا سیر اک گور کے کہا کباب
کیا پھر وہاں اسنے آرام و خواب
تو اترے سوتے رخش ڈالی کمند
کیا گردن رخش کو زیر بند
کئے چند کس کشتہ اک آن میں
رہائی ہوئی پھر نہ میدان میں
ہوا جبکہ بیدار وہ نامجو
نہ دیکھا کہیں دشت میں رخش کو
جو شاہ سمنگاں کو پہنچی خبر
کہ آیا یہاں رستم نامور
ترے ہم ہیں فرمانبر و نیک خواہ
خدا ہے ہمارے سخن کا گواہ
ہیرا رخش لائے ترے مرزباں
سراغ اسپ کا مجھکو پہنچا یہاں
وہ بولا کہ اتنا نہ گھبرائیے
نہ تندی کو اب کام فرمائیے
رکھو جمع خاطر کہ رخش آپ کا
سحر آپ کے پاس آجائیگا
مہیا کیا شہ نے چنگ و رباب
شراب مصفا و نقل و کباب
سمنبر گل اندام و شمشاد قد
پری چہرہ مہ روئے خورشید خد
یہ پوچھا کہ تو کون ہے کیا ہے نام
لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام
مرا نام تہمینہ ہے اے جواں
رہوں جوں پری مرملنے نہاں
ہوئی والہ سنکر تری خوبیاں
خدا سے کیا عہد میں نے یہاں
تعین کئے میں نے یہ مردماں
کہ لائیں تجھے رخش کو وہ یہاں
یہ سنکر ترے پاس آئی دواں
کروں تا حقیقت مفصل بیاں
وہ چاہے ہے مجھسے زیادہ تجھے
کریگا نہ انکار اسبات سے
سحر ہوئی تو شاہ کو کر طلب
تہمتن نے بھیجا یہ پیغام تب
ہوا اس سے ہمخواب یکشب جواں
ہوئی حاملہ وہ بت دلستاں

کوئی مہرہ سام و نریماں کا تھا
تو یہ مہرہ تو اسکے بازو سے باندھ
تو اسکے مقابل نہو پیل و شیر
جدائی سے تہمینہ گریاں ہوئی
جسم وہ قوی پنجہ مانند سام
سہ سالہ ہوا جب کہ وہ شیر خوار
تہمتن نے زابل سے تہمینہ کو
ولیکن بخت دلستاں نے وہاں
یہ ہر کوئی پوچھے ہے یا صبح و شام
ترا باپ ہے رستم پہلواں
اسی بعد ازاں وہ بت مہ جمال
نہ بھیجی کسیکو حضور پدر
سنا سنکر جو رستم تجھے
کہے ہے تیرے باپ بغض و کیں
ہوا شندہ وہ کودک ارجمند
سواران ترکان و مردان کار
بٹھاؤں تہمتن کو میں تخت پر
جو رستم پدر ہو اور میں پسر
ہوا گرم سہراب پیکار سان
پسند اسکو لیکن نہ آیا کوئی
ہوا بچہ رخش جب رو برو
سوار اسپہ ہو کر یل شیر زاد

سو رستم نے اسکے حوالے کیا
اگر ہووے دختر تو گیسو سے باندھ
وہ ہو مثل سام و نریمان دلیر
بہت اسکی خاطر پریشان ہوئی
رکھا شاہ نے اسکا سہراب نام
لگا بھرنے مہینہ انہیں لیل و نہار
سہ یاقوت بھیجے تھے اور لعل دو
لکھا تھا کہ پیدا ہوئی دخت یاں
کہ تیرے پدر کا بھلا کیا ہے نام
یل پیلتن گرد کشورستاں
نشا گوئی سام و نریمان و زال
کہ پہنچا دے دونو طرفکی خبر
بلادے تو پھر رنج و غم ہو مجھے
یقیں ہے کہ تجھکو وہ چھوڑینگے نہیں
وہ بولا نہیں بات یہ دلپسند
فراہم کروں لشکر بے شمار
کروں اسکو ایران کا تاجور
نہ دنیا میں کوئی رہے تاجور
کہا اسپ اسنے طلب بعد ازاں
سواری کے لایق نپایا کوئی
تو شاداں ہوا وہ یل نامجو

کہا یوں کہ اے دلبر سیمبر
بیاں کیجئے کیا اثر مہرے کا
طلب رخش اپنا کیا بعد ازاں
غرض نو مہینے گئے جب گذر
وہ یکماہہ نظروں میں یکسالہ تھا
ہوا جب وہ سالہ وہ پیلتن
طلب کی تھی یہ نازنیں سے خبر
غرض آکے تہمینہ سے کہ رو
کہوں کیا میں انکو تباہ و تہمن کیا
دلیران و گردان رٹے رہیں
سنا جبکہ سہراب نے یہ سخن
وہ بولی کہ ای پور فرخندہ فال
سوا اسکے وہ شاہ افراسیاب
غرض یہ ہے بہتر کہ زینہار
رکھوں میں پوشیدہ نام پدر
پھر اکدم میں توں تخت کاؤس کل
کروں قصد پھر سے افراسیاب
پریچہر مانند ابر بہار
دکھلائے اسے گلے شہ نے تمام
مہ پیکر ہاتھ اسنے جسکے رکھا
کروہ باد پا چست شائستہ تھا

اگر تجھ سے ہوئے تو لد پسر
کہ ہو پاس جسکے بفضل خدا
سوار اس پہ ہو کر ہوا پہلواں
تو پیدا ہوا نازنیں سے پسر
رخ خوب و رنگ گل و لالہ تھا
لگے ڈرنے مردان شمشیر زن
کہ دختر تولد ہوئی یا پسر
لگا کہنے وہ کودک دلفروز
یہ سنکر پریچہر نے یوں کہا
کوئی اسکے دنیا میں ہمسر نہیں
تو پھر یوں لگا کہنے ای پیلتن
نہ لانا یہ زینہار دل میں خیال
کیا جسکو رستم نے اکثر خراب
نہ گر باپ کے نام کو آشکار
نہیں مجھکو ہر گز کسی کا خطر
مٹا دونگا نام و نشان طوس کا
تخت لوں اسکا جا کر شتاب
یہ گفتار سنکر ہوئی اشکبار
کہ جنمیں ہر اک اسپ نہا تیز گام
شکم اس کا ہونکا زمیں سے لگا
قوی زور و چالاک و بایستہ تھا
نہایت ہوا دل میں مسرور و شاد

روانہ شدن سہراب از توران

بسمت ایران برای جنگ کیکاؤس مع ہومان و بارمان و کردن اسیر ہجیر ایران را

جوانمرد نے قصد ایران کیا
مہیا لڑائی کا ساماں کیا
فراہم کیا لشکر بیکراں
سواران جنگی و پیل دماں

رگا کہنے پھر یوں کہ اب ہے یہ عزم
ہوئے متفق اُسکے تورانیاں
یہ سُنکر ہوا شاد افراسیاب
کمر باندھکر کینہ خواہی پہ چست
روانہ کیا فوج کو پھر اُدھر
یہ افراسیاب اُسنے کہنے رگا
پدر سے پسر اور پسر سے پدر
قوی زور سہراب ہے اور دلیر
کسی حیلہ سے کیجیو تم ہلاک
نہ دشوار تسخیر ایراں ہو پھر
سپاہ گراں لیکے وہ نوجواں
اکیلا نکل وہ مقابل ہوا
یہ سہراب نے اُس سے پوچھا کہ ہاں
کروں سر کو اب تن سے تیری جدا
دلیری سے سہراب نے بعد ازاں
وہاں ایک تھا گرد ہم پہلواں
جہاں میں تھا گرد آفرید اُسکا نام
تو مانند مردان شمشیر زن
خروشاں ہوئی جب کہ وہ سیمبر
غرض سوئے سہراب وہ شیر زن
سناں سے اُٹھایا اُسے زین سے
سوار اسپ پہ ہو کے وہ دلربا
اسیر کمند اُس پری کو کیا
درخشاں ہوا جب رُخ مہ جبین
تو دیکھو وہ سمجھے گنج و زر بیشمار

کروں شاہ کاؤس سے جا کے رزم
لگے کرنے اغوا اُسے ہر زماں
پھر اُسنے یہ پیغام بھیجا شتاب
کیا قصد ایراں جو لینے درست
لئے اُسمیں لشکر وہ دو نامور
کہ رکھیو ذرا دھیان اسباب کا
نہوں آشنا زینہار ہمدگر
یقیں ہے کہ گر یہ تہمتن کو زیر
اسے بھی ملانا تہِ خون و خاک
ہلاکِ بداندیش آساں ہو پھر
ہو اسکے اقلیم ایراں رواں
سوئے جنگ سہراب مائل ہوا
ترا نام کیا ہے بتا اے جواں
یہ کہہ کر کیا زخم نیزہ رہا!
رواں کر کے پہلو میں سے آشنا
اور اُسکی تھی اک دختر دستاں
ہنر جنگ کے یاد اُسکو تمام
لباس نبرد اُسنے کر زیب تن
تو سہراب حیراں رہا دیکھ کر
ہوئی جوں نگہ پائی ناوک فگن
سر خاک ٹپکا رہ کین سے
ہوئی مثل مردان نبرد آزما
سر زین سے پھر ہوئی وہ جدا
تو سہراب عاشق ہوا بس وہیں
کہ اس قلعہ میں ہے مرا انتہا

سر تخت کاؤس رستم کو دوں
کہ ہم جانفشانی کو حاضر ہیں سب
کہ بدخواہ میرا ہے کاؤس شاہ
تو رفیق ہوں اب ترا اے حسیں
سنو نام کا اُنکے مجھ سے بیاں
کہ سہراب رستم سے واقف نہو
کرو جہد و کوشش یہ صبح و مسا
بوقت دغا رستم نام جو
جو کشتہ ہوں یہ دونوں جنگی سوار
سو فوج لے اُسنے بیدرد و رنج
کوئی قلعہ تھا راہ میں استوار
مبارز کیا جبکہ اُسنے طلب
دیا اُسنے پاسخ کہ ہو نہیں ہجیر
بہت زور اُسنے کیا کین سے
اُٹھا زین سے ٹپکا وہیں خاک پر
سو وہ پہلوانی میں تھی بےنظیر
سُنا جبکہ گرد دلاور ہجیر
شتابی سے ہو بادپا پر سوار
کماں لیگیا زن ہے یہ ماہرو
لگی بے خطا چھوٹنے تیر جب
دلے دخت نے کھینچ کر تیغ کین
دلیری پہ جب اُس کی آئی نظر
گرا خود تا ک سے پھر خاک پر
کہا دلستاں نے یہ سہراب سے
کہا اُس کو سہراب نے پھر کیا

سپہدار اقلیم ایراں کروں
پچھوڑیگے کاؤس کو زندہ اب
یہ ہے آرزو اسکو کیجے تباہ
کروں تیرے شامل سپہ گراں
کہ ہو ماں تنہا اک دو ہمراہاں
تہمتن نہ پہچانے سہراب کو
کہ سہراب اور رستم ہوں جنگ آزما
مگر ہووے کشتہ تو سہراب کو
رہے پھر کسے طاقتِ کارزار
روانہ کیا پیش سہراب گنج
ہجیر دلاور تھا داں قلعہ دار
گیا سامنے اُسکے سہراب تب
قوی بازو و روز مند و دلیر
ہلا پر نہ سہراب جب زین سے
اُسے لیگیا پھر گرفتار کر!
ہنرمند و دانا شجاع و دلیر
ہوا وقت پیکار زندہ اسیر
دلیرانہ آئی پئے کارزار!
ہوا پا کوئی طفل پیچیدہ جو
سپہر کے سہراب نے منہ پہ تب
وہ نیزہ کیا نیزہ کو بس وہ پھر
تو مشتاق سہراب نے زور تر
پریشاں ہوئے مہر سے پھر چھوٹے سر
کہ ہو بند سے گرد ماں مجھے
دلے عہد و پیماں رستم لیا

گئی قلعہ میں جب کہ وہ نازنین
کہا اس وزیر نے نہیں خوب اب
شتابی سے توڑا در قلعہ کو
تو سُہراب کا دِل ہوا بیقرار
گیا پیش کاؤس گردوں وقار
تماشا یہ ہے عُمر میں خرد ہے
مقابل ہوا جبکہ اُسکے ہجیر
یہ اب مصلحت ہے کہ اے شہریار
کرائے پلیتن رُستم پہلواں
عدو سوز ہے تیری تیغ و سناں
دلیر قوی پنجہ سہراب نام
سوا تیرے ای پہلوان جہان
ہوا گیو نامے کو لیکر رواں
یہ پوچھا کہ اے گیو کر یہ بیان
یہ دلیں لگا کہنے تب پیلتن
وہی طفل شاید کہ ہو یہ جواں
دریغ اُسکی ماں لکھتی کیونکر یہاں
کہ پہنچوں رواں ہو کے پاس شتاب
یہ کہہ کر کیا جشن ترتیب واں
نہیں اب ہے لازم توقف یہاں
نہیں کوئی پہنچے مرے زور کو
غنیمت ہے یہ صحبت ہمدگر
ہوا جبکہ روزِ دہم جلوہ گر
زوارہ وجود اُسکا برادر تھا خرد
تو وہیں وہ شاہنشہ نامور

پدر اور برادر سے اُسنے وہیں
گریزاں ہوئے الغرض وقت شب
گیا قلعہ میں پھر یل نام جو
ہوئی خاطر آشفتہ پھر زلف وار
کہا یوں کہ اے خسرو نامدار
کم از چار دہ سال وہ گرد ہے
تو وہ لے گیا اُسکو کرکے اسیر
تو غافل نہو جلد کر فکر کار
یل نامور گرد کشورستاں
جہانگیر ہے تیر اگرز گراں
زبوں اُس سے ہیں پہلواناں تمام
نہیں کوئی اُسکے مقابل یہاں
بفرمان شہ سوئے زابلستاں
کہ کس شکل و صورت کا ہے وہ جواں
کہ چاہی تھی میں نے سمنگان میں
جسے سام پیکر کہے ہے جہاں
بھلا کسلیے مجھسے رکھتی نہاں
حضور شہنشاہ عالیجناب
رہے سات دن تک وہ شادی کناں
بجالائیے حکم شاہِ جہاں
یہ ہے تاب کسکی مقابل جو ہو
کہ ہے آخرکار چلنا اُدھر
تو پھر زابلستاں سے باکر و فر
اُسے لے گیا ساتھ اپنے وہ گرد
ہوا خشمگیں رستم و گیو پر

جو کچھ ماجرہ تھا کیا سب بیان
ہوا جبکہ خورشید جلوہ کناں
نہ پایا کہیں مردماں کا نشاں
اِدھر تھا یہ ہمدوش فتح و ظفر
جواں ایک آیا ہے توران سے
ولے پیلتن ہے جوان و دلیر
گئی سامنے جبکہ گرد آفرید
یہ سُنکر ہوا شاہ اندوہگیں
تو ایرانیوں کا ہے پشت پناہ
تو جلدی پہنچ زابلستان سے
سوار تو اناد پُر زور ہے !
ہوا نامہ تیار جب سربسر
وہاں جا کے رستم کو نامہ دیا
وہ بولا کہ کہتے ہیں یوں خاص و عام
تولد ہوا ہووے اُس سے پسر
یہ پھر سوچ کرنے لگا نامور
تہمتن سے کہنے لگا پھر یہ گیو
وہ بولا کہ کیا اضطراب اِسقدر
یہ پھر گیو نے روزِ ہشتم کہا
یہ بولا وہیں رستم نامدار
کہ دوڑ لگا جب اسپ کو جا کے وال
رہی اور دو روز بزم طرب
روانہ ہوا رستم پہلواں
غرض ہو کے منزل بمنزل رواں
کہا طوس سے یوں زروئے غضب

یہی مصلحت سب نے دیکھی وہاں
تو آواز مردم نہ آئی وہاں !
نہ دیکھی جو وہ دختر دلستاں
ادھر گرد ہم قلعہ سے بھاگ کر
مشابہ ہے سام و نریمان سے
قوی بازو و چست مانند شیر
تو یہ بھی رہی فتح سے ناامید
تہمتن کو نامہ لکھا پھر وہیں
تو ہے سرگروہ سران سپاہ
کہ آیا ہے اک گرد توران سے
یہاں زور کا اُس کے اک شور ہے
دیا گیو کو شاہ نے مہر کر
وہ حیراں ہوا جبکہ نامہ پڑھا
کہ ترکیب و شکل اُسکی ہے مثل سام
کہ تھی حاملہ مجھسے وہ سیمبر
کہ دختر ہوئی واں یہ آئی خبر
کہ ہو اس طرح حکم کیہاں خدیو
ذرا بادۂ لعل گوں نوش کر
کہ اے پہلوان نبرد آزما
نکر خوف و اندیشہ کچھ زینہار
رہے گا نہ سہراب کا کچھ نشاں
خوشی سے رہے بادہ کش روز و شب
گئی ساتھ اُسکے سپاہ گراں
گیا پیش کاؤس جب پہلواں
کہ دونو کو تو دار پر کھینچ اب

کہ اتنا توقف وہاں کیوں کیا | مرا حکم لائے نہ ہرگز بجا
زبردست تھا طوس ہر چند پر | کیا رستم نامور سے حذر

ہوا پر غضب طوس پر شہریار | کہا جلد لیجا انہیں سوئے دار
پھر اُسنے سوئے رستم سرفراز | کیا لاجرم ہاتھ اپنا دراز

تہمتن نے جھٹکا وہیں اسکا دست | خرد شدہ پھر ہوکے جوں ببر مست
یہ بولا کہ ہے کونسا نامور | جو لیجا کے کھینچے مجھے دار پر

سمجھا نہیں کون کاؤس ہے | مری آگے کیا چیز پھر طوس ہے
مجھے جز خداوند یزدان پاک | نہیں ہے کسی کا ذرا خوف و باک

مخاطب ہوا پھر سوئے شہریار | یہ تندی سے بولا ایں نامدار
ہو گرم مانند شعلہ تو اب | کہ بیجا ہوا ہے شعار غضب

تو سہراب کو کھینچ اب وار پر | بد اندیش کو خستہ و خوار کر
تبہ کاری کی تونے اب اختیار | تو شاہی کے لایق نہیں زینہار

کروں آتش خشم کو تیز گر | تو خس سے بھی کمتر ہے پھر تاجور
دلیران و گردنکش و نامجو | یہ کہتے تھے مجھسے بصد آرزو

کہ سر پر رکھو اپنے تاج شہی | کرو ملک ایراں میں فرماندہی
ولیکن نہ اقبال میں نے کیا | کہ جز بندگی کچھ ارادہ نہ تھا

پذیرا جو کرتا میں تاج شہی | پہنچتی نہ تجھ تک کلاہ مہی
ہے میری سزا تو نے جو کچھ کہا | بجا ہے روا تو نے جو کچھ کہا

یہ کہہ کر وہیں رخش پر ہو سوار | رواں سوئے زابل ہوا نامدار
جو آزردہ ہو کر گیا پہلواں | تو بیدل ہوئے وہیں پیر و جواں

یہ احوال گودرز سے پھر کہا | وہ سنکر حضور شہنشہ گیا
کہا اُسنے یوں شاہ کاؤس کو | کہو کیا کیا اے شہِ نامجو

جو رستم کو آزردہ خاطر کیا | یہ زینہار تجھ کو مناسب نہ تھا
پشیماں ہوا شاہ گیتی ستاں | لگا کہنے گودرز سے یوں کہاں

توقف نہ کر اب شتابی سے جا | دلاسا تو کر کے تہمتن کو لا
ہوا واں سے گودرز فوراً رواں | تہمتن سے جا کر کیا پھر بیاں

یہ ظاہر ہے اور تجھکو معلوم ہے | کہ عاجز ہے دانش سے کاؤس کے
تمیز اُس کو اے پہلواں کچھ نہیں | جو آوے زباں پر کہے بس وہیں

پشیماں ہوا خود بخود بادشاہ | سر نو کے معہد ہو عذر خواہ
تو ہووے کا آزردہ شہ سے اگر | تباہ ہونگے ایرانیاں سر بسر

کہے ہے یہی گرد ہر اک یہاں | کہ سہراب ہے وہ دلاور جواں
کوئی پہلواں جسکے ہمسر نہیں | کوئی گرد اُس سے قوی تر نہیں

خدا کے لئے بہر یل نامور | تو ایرانیوں پر ذرا رحم کر
کہ پشت و پناہ دلیراں ہے تو | نگہدار اقلیم ایراں ہے تو !

سمند عزیمت کی پھیر عناں | تو پھر گر نہ جا سوئے زابلستاں
وگرنہ ہوں گردان ایران اسیر | دلیری کریں آکے مانند شیر

زباں پر ہو تو گو نکلے یہ پھر سخن | کہ اک طفل سے رستم پیلتن
یہانتک ہراساں و لرزاں ہوا | کہ بے جنگ یاں سے گریزاں ہوا

یہ سنکر وہیں رستم پہلواں | پھر آیا حضور شہ خسرواں
اُٹھا تخت سے شاہ تعظیم کو | کہا پھر کہ اے رستم نامجو

یہ تندی و گرمی ہے میری سرشت | نہیں چھوٹتی مجھسے یہ خوئے زشت
بلایا تجھے اسلئے میں نے یاں | کہ ہوں چارہ جو تجھسے اے پہلواں

ز اد بر آنا ہوا ناگوار ! | ہوا تند پھر تجھ پہ بے اختیار
ہوا تو جو آزردہ اے شیر دل | تو پھر میں پشیماں ہوا اور خجل !

ہوا رستم گرد بھی عذر خواہ | کہ بندہ ہوں تیرا میں اے بادشاہ
جو کچھ حکم ہووے سو لاؤں بجا | شہنشہ نے ارشاد تب یوں کیا

کریں آج ترتیب بزم طرب | بسر ہم کریں عیش و عشرت میں شب
سحر یاں سے لیکر سپاہ گراں | سوئے دشمن کینہ جو ہوں رواں

رفتن کاؤس شاه و رستم پہلوان بہ عزم جنگ با سہراب

درخشاں ہوا جب کہ مہر منیر
تو کاؤس سلطان آفاق گیر

یل پیلتن با سپاہ گراں
ہوا سوئے سہراب واں سے رواں

جو پہنچا وہ نزدیک حصن حصین
تو لشکر ہوا واں اقامت گزیں

جو سہراب نے قلعہ سے کی نگاہ
تو دیکھا کہ ہے بیکراں سپاہ

جو یہ کثرت فوج آئی نظر
تو ہوماں کے ہوش اڑ گئے سر بسر

کھچا پھر سراپردہ پیش حصار
بفرمان سہراب عالی تبار

نظر سے وہ مردم کے ہو کر نہاں
لگا کرنے دریافت احوال واں

مہیا ہے بزم نشاط و طرب
خوشی سے مے لال پیتے ہیں سب

اُٹھا اور آکر وہیں رو برو
لگا پوچھنے یوں کہ ہے کون تو

گیا واں سے پھر رستم نامور
اور اک شخص ناگاہ آیا ادہر

کوئی دیکھنے کو جو لایا چراغ
تو زندہ کا واں کشتہ پایا چراغ

خود اپنی دکھلا گیا اپ جاں
خبر لیگیا آن کر ہمگماں

نہ چھوڑوں سحر زندہ کاؤس کو
ملاؤں نہ خاک و خوں طوس کو

یہ کہتا تہا اے بادشاہ جہاں
کروں کیا میں سہراب کا اب بیاں

تکلف نہیں اُس میں کچھ زینہار
بعینہ ہے ہمشکل سام سوار

دلیران ایراں کو کر کے طلب
یہ بولا کہ تابع ہو رستم کے سب

چھپا گرد لشکر سے رخسار روز
نہاں ہو گیا مہر گیتی فروز

گیا پھر وہاں شاہ کاؤس بھی
گئے گیو گودرز اور طوس بھی

یہ ہوماں سے کہنے لگا دیکھ تو
کہ ہے کس قدر لشکر جنگجو

یہ سہراب بولا ہراساں نہ ہو
کروں قتل اکدم میں سب فوج کو

گیا اُس سراپردہ میں زانکو
خبر کے لئے رستم نامجو

جو دیکھا تو سہراب ہے تخت پر
چھپے راس ہیں اُس کے سب نامور

کوئی بزم میں زندہ تہا پہلواں
پڑی اُس پہ اُسکی نظر ناگہاں

تہمتن نے یک مشت مارا جو سخت
تو کشتہ ہوا زندۂ خفتہ بخت

جو دیکھا تو افتادہ ہے اک جواں
کہ ہرگز نہیں اُس کے قالب میں جاں

یہ سہراب لوگوں سے کہنے لگا
کوئی آکے جاسوس کاؤس کا

عوض زندہ کا صبحدم جاگ کوں
کروں ایک لشکر کو بیغرق خوں

زباں پر تہا سہراب کے یہ سخن
ادہر شام سے رستم پیلتن

جوان و قوی ہیکل و زورمند
قد اُس کا ہے مانند نخل بلند

یہ چاہی ہوا چرخ فیروزہ رنگ
پدر اور پسر میں ہم ہوئے جنگ

سنی اور دیکھی بہت رزم بزم
پر اب سنئے سہراب و رستم کی رزم

داستان جستن سہراب نشان رستم از ہجیر و ہوماں و بارماں و نیافتن سراغ

سر چرخ مہر جہاں تاب نے
کیا جبکہ جلوہ تو سہراب نے

کہ تم بھی نہ تاخیر کو راہ دو
کرو اپنی آراستہ فوج کو

تو بخشوں رہائی تجھے بند سے
وہ بولا وہیں اُس تنومند سے

ہجیر اور سہراب یل پھر وہیں
گئے واں سے بالائے حصن حصین

یہ کسکا ہے جلدی بتا مجھکو تو
کہ ہاتھی ہیں جسکے بہت روبرو

سوا راست کس کا ہے خیمہ بتا
وہ بولا کہ یہ خیمہ ہے طوس کا

وہ بولا کہ گودرز جنگ آزما
خداوند ہے خیمۂ سرخ کا

جب آراستہ اپنا لشکر کیا
یہ ہوماں نے اور بارماں سے کہا

ہجیر دلاور کو کر کے طلب
کہا گر کہے راست تو مجھ سے اب

دروغ آگے مردم کے ہی بیفروغ
بہلا کسلئے کوئی بولے دروغ

یہ سہراب کہنے لگا اے ہجیر
پلنگے سراپردہ گردوں نظر

وہ بولا کہ اے گرد با عز و جاہ
یہ ہے شاہ کاؤس کی بارگاہ

کہا پھر سراپردۂ لالہ رنگ
یہ کس کا ہے مجھکو بتا بیدرنگ

کہا پھر سہراب نے بعد ازاں
سراپردہ سبز کس کا ہے واں

کھڑا ہے جہاں کاویانی درفش	کہ ہے یکقلم سرخ و زرد و بنفش	سوا اُس کے چوں تخت کاؤس کے	یہ کھا اک سرا پردہ میں تخت
اگرچہ تھا واقف دلاور دلیر	کہ ہے خیمۂ رستم شیر گیر	ڈلے دل میں اندیشہ اُسنے کیا	جبا دا کہیں ترک جنگ
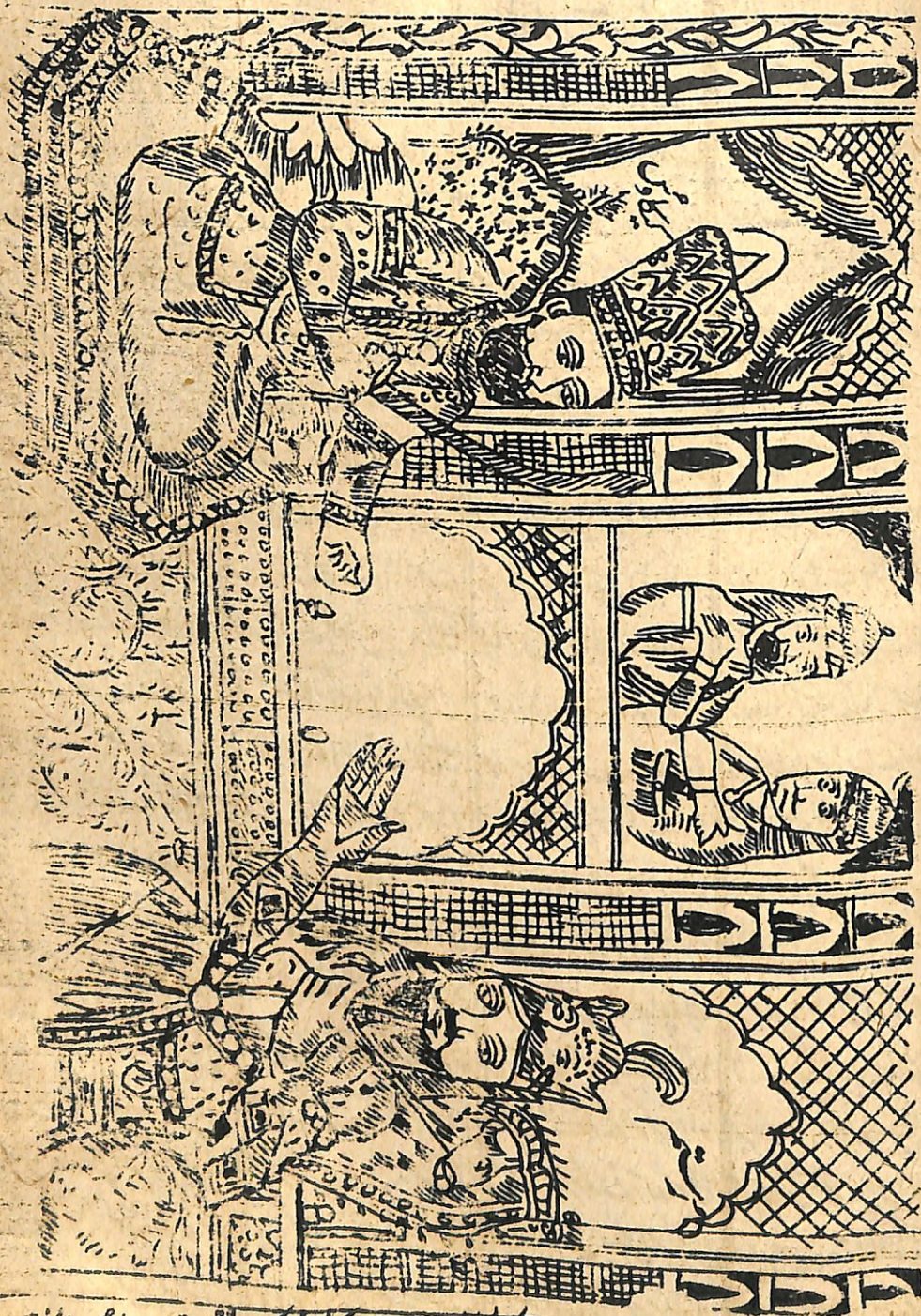
سنے نام رستم کا اور ناگہاں	کرے جنگ و پرخاش جا کر وہاں	وہ غافل ہو اور کشتہ ہووے کہیں	قیامت ہو برپا پڑوے زمیں

یہی مصلحت ہے کہ اب زینہار
کہ ہو یاور شاہ کاؤس کے
کہا دل میں اُسنے کہ ماں نے وہاں
کہا پھر ذرا غور سے کر نگاہ !
کہا پھر یہ سہراب نے ہی کہاں
کہا پھر یہ اُسنے ز روئے لطف سے
جواب اُسنے اُسکو دیا پھر وہی
اگر جان کی خیر چاہے ہے تو
کروں ورنہ تن سے ترا سر جدا
کہ کیا ہے یہ تندی و قہر و غضب
یہی جی میں ہے تو بہانہ ہے کیے
تن اُس کا ہے مثل تناور درخت
کہا سنکے سہراب نے ایجوان
ہوا غمزدہ وہ یل نوجوان
لیا نیزہ و گرز و تیغ و خدنگ
عوض زندہ کے رات کھائی قسم
اگر پاس نام اور عزت بھی ہے
یہ کہہ کر لگا کھینچنے انتظار
کوئی حبیب نہ اُس کا ہوا ہم نبرد
چرانا ہے دل رزم سے جو شہا
کوئی جلد رستم سے جا کر کہو
دواں طوس پیش تہمتن گیا
کوئی تھا جا کر سوئے رزمگاہ
دلے طوس نے جب کیا یہ بیان
یہ سہراب بولا کہ لشکر سے ہم

نہ بتلاؤں نام یل نامدار
یہ اُس کا سراپردہ سبز ہے
بتایا تھا رستم کا جو کچھ نشاں
کہ کس نامور کی ہے یہ بارگاہ
سراپردۂ رستم پہلواں
کہ بتلا نشانِ تہمتن مجھے
جو پہلے کہا تھا کہا پھر وہی
تو کہہ راست راست اب مری رو برو
کروں قید ہستی سے تجھکو رہا
عبث ہے مرے ساتھ یہ کینہ اب
مری تن سے کر شوق سے سر جدا
زبردست و چست و توانا و سخت
کہاں تونے دیکھیں ہیں جنگ آوران
کہ رستم کا ہر گز نہ پایا نشاں
شتاباں ہوا سوئے میدان جنگ
کروں کشتہ کاؤس کو صبحدم
تو آ کر مقابل ہو وہ اب مرے
کہ آتا ہے اب کونسا نامدار
نہ اب تب خود تشنہ وہ شیر مرد
تو کیوں نام کاؤس اپنا رکھا
کہ بارا نہیں ہے کسی گرد کو
تہمتن سے یہ ماجرا سب کہا
بد اندیش سے ہو کوئی کینہ خواہ
تو ناچار پھر رستم پہلواں
ستیز ندہ ہوں جلے کیسو ہم

کہا یوں کہ خاقان چین نے کہاں
وہ بولا کہ اُس گرد کا نام کیا
وہ سب دیکھتا ہوں دیئے ہیں عجب
یہی اُسنے سہراب سے پھر کہا
یہ سنکر دیا اُسنے پاسخ دلیل
تو ہو قید سے تا کہ جلدی رہا
ہوا پھر وہ تند اور کہا ای ہجیر
تہمتن کا خیمہ بھی ہوگا مگر
کہا اُسنے پھر اُس سے اِنکار صاف
تہمتن کی مجھکو خبر کچھ نہیں
یہ کہکر لگا کہنے پھر یوں ہجیر
ہزبراں و دیوان پیل و پلنگ
جہاں میں ہیں ایسے خداوند زور
بکندی سے اُسنے فرود آنکر
جدھر قلب میں شاہ کاؤس تھا
سواران ایراں کو دیدا نہیں
سوا اسکے ہو وے جسے عزم جنگ
ولیکن نہ نکلا کوئی نامور
کہ شاہ ہو نکو غیرت نہ دا چاہیئے
یہ آواز کاؤس نے دی وہیں
بلا اُس گرد سے جاکے ہو کینہ خواہ
کہا نہایہ رستم نے اُسدم قرار
مہا دا جو سب پہلواں ہمعناں
پہنکر زرہ خشش پر ہو سوار
کہا یوں تہمتن نے اچھا چلو

سپہ لیکے بھیجا ہے اک پہلواں
کہا نام اُس کا نہیں جانتا
کہ ظاہر کیا اُسنے کچھ اور اب
کہ خیمہ ہی یہ چین کے گرد کا
کہ وہ زابلستاں سے آیا نہیں
کروں تجھپہ صرف لطف و عطا
نہیں یہ تری بات کچھ دلپذیر
تو زینہار اب مجھسے پنہاں نکر
وہ لایا زباں پر یہ گفتار صاف
تو کھینچے ہے کسواسطے تیغ کیں
کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر
مقابل ہو اُسکے بہنگام جنگ
کہ رستم کو سمجھیں ہیں مانند مور
زرہ اور جوشن کیا زیب سر
اُدھر جا کے سہراب نے یوں کہا
نہ تیغ کھینچو نہیں اک آن میں
نبرد آزما مجھسے ہو بید رنگ
کہ نہاد میں ہر اک کے خوف و خطر
نہ جنگ آوروں سے ڈرا چاہیئے
کہ اے نامداران ایران زمیں
ہراساں و خائف ہے یکسر سپاہ
کہ پہلے کروں گا نہ میں کارزار
تو پھر میں نبرد آزما اُس سے ہوں
گیا سوئے میداں پئے کارزار
گئے جبکہ یکسو وہ پیکار جو

تو سہراب نے یوں کہا اے جواں
یہ سُنکر وہیں رستم نامدار
وہ میں ہوں دلاور یل نامجو
وہ کہنے لگا سنکے یہ داستاں
یہ سُنکر اُسے یاس افزوں ہُوئی
ہوا زخم کوئی نہ واں کارگر
کہ حیراں رہا دیکھ چرخ کبود
بہم ضرب پُر ضرب تھی بید یغ
عرق میں ہوا از سراپا بدن
ذرا راست کرنے لگے اپنا دم
نہ زنہار دیکھا جہاں میں بسر
بہم دونوں لیکر کمان و خدنگ
پکڑ کر کمر ہاں گر بعد ازاں
تو وہ قابل کو زمیں سے ہلا
یہ ہنسکر لگا کہنے سہراب پھر
تو رکھ جمع خاطر کہ وقت پگاہ
تہمتن اُدھر کھینچکر تیغ کیں
یہ رستم کے پھر لیں آیا وہیں
شتابی لنگر کی موڑی عناں
ذرا صبر کر شب کو آج اے جواں
اُسے بھی نہ تھی رزم کی تاب پھر
تہمتن کو شاہ نے کیا پھر طلب
تن اُسکا ہے آہن سے بھی سخت تر
تسلی اُسے دیکے شہ نے کہا
کہ سہراب ہر چند ہے خردسال

نہیں کسی کو یہ تاب و تواں
لگا کہنے اے کودک خام کار
کہ دیو سپید سیہ کار کو
کہ شاید تو ہے رستم پہلواں
بہم جنگ پھر زرہ گردوں ہوئی
وہ نیزے شکستہ ہوئے سر بسر
ہوئے آخرش کج سراسر عمود
شکستہ ہوئے آخر کار تیغ
ہوئے خشک یکدست کام و دہن
ولیکن نہ کینہ ہوا دل سے کم
نہ ہرگز کوئی دیو آیا نظر
دلیران جنگی لگے کرنے جنگ
لگے نعرہ کرنے وہ دونوں جواں
ولیکن نہ سہراب زیں سے ہلا
کہ ہے جنگ کی تجھ میں کچھ تاب پھر
ترے ساتھ پھر آکے ہوں رزمخواہ
شتاباں ہوا سوئے ترکان چین
مبادا کہ سہراب زورے کمیں
کہا آکے سہراب سے پھر کہ ہاں
سحر تو ہے اور میں اگر زر گراں
گیا اپنے لشکر میں سہراب پھر
جب آیا تو پوچھا وہ احوال سب
موثر نہیں جسپہ تیغ و تبر
کریگا ظفریاب بچہ کو خدا
دے اُسکو ہے زور وقت کمال

جو مجھسے مقابل ہو پیدا نہیں
نہ سختی تو کر پختہ کاروں سے اب
کیا کشتہ اک دم میں ہنگام جنگ
وہ بولا کہ زنہار رستم نہیں
ہوئے ایکے نیزے ستیزہ کناں
دلیروں نے پھر کھینچکر تیغ تیز
ہوئی پارہ پارہ زرہ یک قلم
لیا ہاتھ میں پھر عمود گراں
جداگانہ پھر دونوں استادہ ہوں
تہمتن بھی دلیں یہ کہنے لگا
پھر اتنے میں سہراب نے یوں کہا
ہوئے دم میں ترکش تہی سر بسر
کیا پہلے رستم نے زور اسقدر
کیا زور اُسنے بھی ہر چند پر
تہمتن یہ بولا ہوا دن تمام
وہ پھر ایکے سہراب گرز گراں
کہوں کیا کہ اک دم میں یاں اور واں
کہیں شاہ سے جا کے ہو رزمجو
تو جنگ دلیراں سے واقف نہیں
سوا ایکے گر اب ہے خواہان جنگ
وہاں سے وہ سہراب حسب دم گیا
وہ بولا کہ ایشاہ فرخ خصال
اثر اُسپہ کرتا نہیں زینہار
شہنشہ سے رخصت ہوا پلتن
خدا جانے کیا پیش آوے سحر

کروں گا تجھے قتل اک آن میں
نہ جنگ آوروں سے ہو پرخاش اب
نہ جانبر ہوئے مجھسے شیر و پلنگ
نہیں اُس کا ہوں اک چاکر کہیں
لگی چلنے باہم سنانہا پر سناں
گیا گرم بازار کین و ستیز
رہا پھر نہ زینہا گھوڑوں میں دم
ہٹے اسقدر وہ دو جنگ آوراں
وہ سہراب اور رستم نامجو
کہ اس قدر قوت و زور کا
کہ تیر و کماں سے ہو جنگ آزما
ہوا پر نہ اک تیر بھی کارگر
کہ وہ زور کرتا اگر کوہ پر
نہ لیکن ہلا رستم نامور
قریب آ گیا ایجواں وقت شام
سوی لشکر شاہ آیا وہاں
ہزاروں ہو قتل پیر و جواں
وہ غیرت سے ضائع کرے آپکو
عبث ہے یہ بیباکی و بغض و کیں
تو پھر ہو مقابل مرے بیدرنگ
سراپردہ میں اپنے رستم گیا
بڑا ہی دلاور ہے یہ خردسال
برانداز و بازو دم کارزار
ندارد سے جا کر کہا یہ سخن
زہے بخت گر ہمقرین ظفر

مبادا اگر کشتہ ہوں وقت رزم — تو رستم کا اُس سے کیجو نہ عزم
سوئی زال لشکر کو لے جائیو — خیال اور دلیں نہ کچھ لائیو
تو ماں باپ سے جاکے کہیو یہی — ہُوا وہ جو کچھ چاہیے تقدیر تھی
عبث زاری و آہ و سوز و بکا — بھلا چارہ کیا جبکہ آوے قضا
زوارہ سے جب کہہ چکا یہ سخن — لگا کرنے گریہ یل پیلتن
کہا کہہ کے زاری کہ اے کردگار — ترے ہُوں کرم کا میں اُمیدوار
تو بدخواہ پر کر مجھے فتحیاب — بد اندیش مغلوب ہووے شتاب
اِدھر پیلتن کا یہ احوال تھا — اُدھر جاکے سہراب جنگ آزما
یہ ہومان سے بولا کہ اے نیکمرد — عجب پہلوان ہے مرا ہم نبرد
قوی بازو و سخت چنگال ہے — بعینہ وہ رستم کی تمثال ہے
وہ پاتا ہوں اُسمیں بہ ابہر نشاں — مری ماں نے جو کچھ کیا تھا بیاں
گماں ہے مجھے یہ مرا ہے پدر — جہاں پہلواں رستم نامور
یہ سہراب کو اُسنے پاسخ دیا — کہ رستم کو ہُوں خوب پہچانتا
تہمتن کے ہمشکل ہے یہ جواں — لگاور کہ صورت بھی ہے رخش ہاں
ولیکن یہ رستم نہیں زینہار — یقیں جان تو اے یل نامدار
وہ سمجھا کہ یہ راست گفتار ہے — ہمارا ہوا خواہ و غمخوار ہے

جنگ رستم و سہراب بروز دوم و زیر آمدن رستم در کشتی

ہوا مہر تاباں جو پرتو فگن — تو سہراب اور رستم پیلتن
پہنکر زرہ رخش پر ہو سوار — گئے سوئے میداں پئے کارزار
ولے نرم سہراب کا دل ہوا — سوئے اُلفت و مہر مائل ہوا
تہمتن سے پہلے ہوا صلح جو — کہا دیں ہنسکر کہ اے تندخو
مصمم کیا تو نے اب دلمیں کیا — ارادہ لڑائی کا یا صلح کا
یہ بہتر ہے ہم تم نہوں رزمخواہ — کریں راستی اور شام و پگاہ
بہم محفل آراو مے نوش ہوں — بجنگ و نے و مطرب کوش ہوں
کریں عہد و پیماں محکم بہم — پشیماں ہوں اب کینہ خواہی سے ہم
تو کیسو ہوتا اور کوئی جواں — یہاں آن کر ہو ستیزہ کناں
مری دلمیں پیدا ہوئی تری مہر — نہ ہو کینہ جو تو بھی زیر سپہر
نشانی جو کچھ چاہیے ہے عیاں — ولے نام تیرا ہے مجھسے نہاں
کسی نے بتایا نہیں زینہار — تو کر نام کو اپنے اب آشکار
تو شاید کہ ہے زال زر کا پسر — یل پیلتن رستم نامور!
سر صلح ہرچند تھا وہ جواں — پر ایں نہ تھا رستم پہلواں
کہے تھا یہ دلمیں یل پیلتن — نہیں طفل کا اعتبار سخن
یہ پاسخ دیا پھر کہ سُن اے جواں — نہیں ہیں بھی کودک تو گر ہے جواں
بہت میں نے دیکھا فراز و نشیب — نکر مجھسے گفتار مکر و فریب
کمر باندھ پشت ہیوں سے اُتر — تو پھر گرم کشتی ہو اب ہمدگر
جو دیکھا کہ رستم ہے اب گرم کیں — تو ناچار سہراب بولا وہیں
تو مائل ہو اسوئے کشتی اگر — تو ہاں میں بھی کشتی کو حاضر ہوں
نہیں چاہتا ہے کہ تمسا جواں — مرے ہاتھ سے کشتہ ہووے یہاں
یہ کہہ وہ دونوں یل نامدار — لگے کرنے کشتی کے فن آشکار
کیا زور رستم نے واں حد سے بیش — گیا آگے سہراب کے کچھ نہ پیش
ہوا وہ خروشندہ جوں پیل مست — کیا زور سے اُسنے رستم کو پست
جو کھینچا پکڑ کر کمر بند کو — تو سنبھلا نہ پھر رستم نامجو
زمیں سے بہم پشت رستم ہوئی — خرابی نہ چرخ پر خم ہوئی
گرا خاک پر جب یل نامور — تو سہراب بیٹھا وہیں سینہ پر
لیا کھینچ پھر خنجر آبگوں — یہ چاہا کہ اُسکو کرے غرق خوں
کیا حیلہ رستم نے اُس وقت واں — لگا کہنے سہراب سے اے جواں
یہاں کے یہ آئیں نہیں زینہار — کرے زیر جسکو کوئی ایکبار

تو سر کو کرے اُسکے تن سے جدا
یہ سُنکر وہ اُسکے اُٹھا سینے سے
کہا جبکہ ہو ماں سے یہ ماجرا
نہ دیکھا تھا گلہ ہے فراز و نشیب
ہُوئی ہو تو نی یہ تجھ سی کمال
گیا جب کہ رستم سوی خیمہ گاہ
اُسے ابتدا میں تھا زور استقدر
ہوا تھا تب اِس بات کا خواستگار
غرض کر کے شب بسر اِسی و گلہ سا

مگر بار دیگر ہو زور آزمار
غرض ہاتھ اُٹھایا وہیں کینہ سے
کیا اُسنے افسوس اور یوں کہا
تو اک طفل تھا تو نے کہا یاد ہے
رہا ہی تری اب یہ اُس سے محال
رہا شب کو زاری کناں تا سحر
زمیں چاک ہوتی تھی ہر گام پر
کہ کچھ زور کم ہو وے اے کردگار
ہوا روز پیشین کا وہ خواستگار

اُسے قوت و زور سے لاوے زیر
گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد
کہ عیاری و مکر سے کینہ خواہ
نہ دام آیا تھا شیر ژیاں
یل نوجواں نے کہا کیا ہے غم
دعا اُسنے مانگی کہ اب یا خدا
وہ عاجز بہت وقت رفتار تھا
ہوئی تھی مناجات اُس کی قبول
خدا نے پذیرا کی اُس کی دعا

کرے شوق سے قتل پھر وہ دلیر
طرف اپنے لشکر کے خنداں و شاد
رہا ہو گیا ہاتھ سے تیرے آہ
دیا چھوڑ تو نے کیا قہر ہائے
کرونگا اُسے زیر پھر صبحدم
وہی زور دے مجھکو پہلے جو تھا
زمیں پر خرام اُسکو دشوار تھا
مراد اُسکی دینی ہی تھی قبول
وہی زور اُسکو کیا پھر عطا

داستان کشتہ شدن سہراب از دست رستم بروز دیگر و نوحہ نمودن رستم از غم ماتمش

سحر دیکھ کر قوت و زور و تن
گیا شاد و خرم سوئے رزمگاہ
تو پھر آج آیا سوئے کارزار
وہ کرنے لگے پھر درشتی بہم
پکڑ کر کمربند سہراب کا
تو سوچا کہ یہ گرد زور آزما
وہ خستہ جگر کھینچکر ایک آہ
تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی
مرا باپ تجھ کو نہ چھوڑیگا واں
جب اُس خستہ تن سے سُنا یہ سخن
لگا کہنے اُس سے یہ گریہ کناں
یہ سہراب نے سن کے پاسخ دیا
نشانی دیکھ اپ ذرا کرکے وا
وہ مہرہ جو دیکھا زرہ کرکے وا

ہوا شاد ماں پہلوان زمن
ہو جلکے سہراب سے کینہ خواہ
عزیزا اپنی شاید نہیں جان اِسے
ہوئے مایل زور و کشتی بہم
زمیں سے لیا پیلتن نے اٹھا
جو پھر اُٹھ کھڑا ہو تعجب ہے کیا
یہ بولا کہ تھے بخت میرے سیاہ
ملک عدم جان واصل ہوئی
کریگا ہلاک آنکہ اے جواں
تو غمگیں ہوا رستم پیلتن
ترے پاس رستم کا کیا ہے نشان
کہ صد حیف اے گرد کشور کشا
کہ مہرہ ہے بازو پہ میرے بندھا
تو رستم نے پھر شور و نالہ کیا

سپاس عنایات پروردگار
یہ سہراب نخوت سے کہنے لگا
تہمتن یہ بولا کہ جبتک ہے جان
بہم خوب زور آزمائی ہوئی
پٹک کر زمیں سے اُسے پھر وہیں
غرض کھینچکر خنجر آبدار
یہاں ہیں جو آیا تھا یہ تھی مراد
جو دریا میں اب ہووے مسکن گزیں
کہا نام کیا اُسنے تب یوں کہا
پڑا ہو کے بیہوش بس خاک پر
کہ میں ہی سیہ بخت رستم ہوں آہ
بہت گرم اُلفت مرا دل ہوا
نہیں زخم سے اب ہے طاقت مجھے
یہ بولا کہ ای جانِ من بیگناہ

بجا لاکے اور رخش پر ہو سوار
کہ چنگال سے میرے ہو کر رہا
ترے ساتھ ہونگا ستیزہ کناں
نہ سہراب کو پھر رہائی ہوئی
سر سینہ بیٹھا وہ از روئے کیں
کیا سینہ و دل کو اُسکے فگار
کہ پیدا سے باپ کے ہونہیں شاد
ولے جائے بالا چرخ بریں
کہ ہے نام رستم مرے باپ کا
جب آیا ذرا ہوش تب نالہ کر
جہاں جسکی آنکھوں میں ہو وے سیاہ
ولے تو اُدھر کچھ مایل ہوا
جو کھولوں نہ اور دکھاؤں تجھے
تو کشتہ ہوا ہاتھ سے میرے آہ

پسر کو کسی نے بھی مارا نہیں
یہی مصلحت ہے کہ ہو نہیں ہلاک
تڑپتا تھا سہراب بسمل ادھر
تو سمجھے یہی دل میں پیر و جواں
گئی یہ خبر پیش شاہ جہاں !
سوئے رزمگاہ جاکے لاؤ خبر
جو سہراب سے ہوئی پر کینہ خام

نہیں یہ ہوا جور ہرگز کہیں
کروں اپنے سینے کو خنجر سے چاک
ادہر رستم گرد تھا نوحہ گر
کہ کشتہ ہوا رستم پہلواں
کہ رستم سے خالی ہوا اب جہاں
مبادا ہوا کشتہ رستم اگر !
نہیں تاب رکھتی یہ ہرگز سپاہ

نہ چھوڑیگا زینہار مجھ کو یہ غم
یہ سہراب بولا کہ کیا فائدہ
جو دیکھا کہ رخش یل نامدار
وہیں اڑ گئے یکقلم سب کے ہوش
کیا حکم شہ نے کہ یکبارگی
اور کیجائے تدبیر کچھ اور یاں
سوار ان لشکر گئے جب اُدھر

رہونگا گرفتار رنج و الم
نہیں چارہ زینہار پیش قضا
کھڑا ہے بہت دیر سے بے سوار
اٹھا ایک لشکر میں جوش و خروش
ادھر جاؤ دوڑا کے اب بارگی
کہ ایسا نہیں اب کوئی پہلواں
تو دیکھا کہ رستم پڑا خاک پر

کرے ہے فغاں اور بیتاب ہے
اُٹھا کر سر رستم نامور!
ہوا ہاتھ سے میرے ایسا ستم
یہ کہہ کر وہیں کھینچ خنجر لیا
زوارہ نے پارہ گریباں کیا
جگر پر مرے زخم کاری لگا
ہجیر سبب بخت سے بار رہا!!
مقابل مرے جبکہ رستم ہوا
کوئی کیا کرے کیسا ہے اختیار
یہ احوال سنکر ہوئے نوحہ گر
یہ سہراب دل خستہ نے پھر کہا
بخش تم کو میں نے دیا اپنا خون
نہ ہو جلکے ترکو نسے پھر کینہ خواہ
اگر زندہ رہتا تو ہر ایک پر
جگر خستہ نے جو کہ اُسدم کہا
جو ہے خاص نوشدارو وہ لا
لگا کہنے سنکر یہ شاہ جہاں
پر اے پیر مرد خجستہ صفات
گیا سرکشی سے نہ پاس ادب
سوا اُسکے سہراب کی گفتگو
کہے تھا وہ مردم سے ہر دم یہی
سنا جب کہ گودرز سے یہ سخن
تہمتن یہ سنکر ہوا دردمند
کہ سہراب کا کام آخر ہوا
فغاں کرکے کہتا تھا یہ ہمدم

تڑپتا پڑا اداں بھی سہراب تھے
لگے پوچھنے سب کہ کیا ہے خبر
رہے گا قیامت تلک یاد غم
کہ تن سے کرے اپنی گردن جدا!
غم و درد سے شور و افغاں کیا
نہیں اب بھر سلا ہے کچھ زیست کا
جو پوچھا تو پوشیدہ اُسنے رکھا
تو پرسان حال اُس سے ہر دم ہوا
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
زوارہ ادھر اور رستم اُدھر
کسی کو نہیں اس جہاں میں بقا
دلے التماس ایک رکھتا ہوں
نہ پہنچے سوئے ملک ایراں سپاہ
مراعات کرتا میں شام وسحر
تہمتن نے یکسر پذیرا کیا
مگر اس سے چارہ ہو سہراب کا
تہیا ہے وہ نوشدارو یہاں
کچھ ہے یاد رستم کی اُردن نبات
رہ و رسم دی ہاتھ سے اُسنے سب
سنی خوب تو نے وہ واقف ہے تو
کہ رستم کو دوں تخت و تاج شہی
گیا پھر وہ پیش یل پیلتن
گیا آپ پیش شہ ارجمند
نشاں مٹ گیا نام آخر ہوا
مری ہاتھ واجب ہیں کرنے قلم

یہ جانا کہ زخمی ہیں دونوں جواں
زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
مرے رود سر پر پڑی ہائے خاک
پکڑ کر شتابی سے رستم کا ہاتھ
کہا پھر یہ سہراب سے کیا ہی حال
یل پیلتن کے سراپا نشاں
مجھے نام رستم بتایا نہیں
رکھا اُسنے بھی نام اپنا نہاں
پسر کی اجل باپ کے ہاتھ تھی
لگے کوٹنے سینہ و سر وہاں
نہ تھم گریہ و نالہ اتنا کرو
کہ زنہار اب رستم ارجمند
کہ مولد مرا ملک توران ہے
پدر بعد میرے مدارا کرے
کہا پھر رستم نے گودرز کو
وہیں آگے پیش شہ نامدار
کہ جس سے ہو سہراب پھر تندرست
کہ کیا کیا مجھے نا ملائم کہا
سنبھلائے دشوار کہہ کر کہا
سمجھ اپنے دل میں کہ فہمیدہ ہے
جب ایسے دلاور ہوں دو پہلواں
کہا یوں کہ کھوٹے بد شہر یار
محل میں تھا اُس دم شہ نامور
ہوا سنکے رستم پیادہ رواں
جگر گوشہ کو اپنے میرے سوا

لگا زخم کاری ہوئے ناتواں
لگا کہنے یوں رستم نامور
پسر کو کیا میں نے ناحق ہلاک
لگے سونے گردان فرخ صفات
وہ بولا کہ ہے درد مجھکو کمال
مری ماں نے مجھ کو کتھو عیاں
رکھا ہائے غافل بتایا نہیں
کیا میرے آگے نہ ہرگز بیاں
ازل سے یہ لکھی ہوئی بات تھی
کیا دیدۂ تر سے دریا رواں
ذرا صبر کو دیں اب اے عدو
نہ پہنچا دے لشکر کو میرے گزند
مری جائے بازی فی میدان ہے
تلطف مدام آشکارا کرے
کہ جا کر حضور شہ نامجو
ہوا نوشدارو کا وہ خواستگار
توانا و زور آور و چاق و چست
زباں پر جو آیا وہ اُسدم کہا
اُسے قید کوئی نہ یاں کر سکا
جہاں میں تو مرد جہاندیدہ ہے
رہے پیر یہ اورنگ و افسر کہاں
بیاں کیا کروں تجھ پہ ہیں آشکار
برآمد ہوا جبکہ پہنچی خبر
گیا نعش پر اُسکی زاری کناں
جہاں میں بھلا قتل کسنے کیا

سنے جب کہ ماں اسکی تب کیا کہے ۔ جو کچھ دے کے سو نہ بیجا کہے
غرض رکھ کے تابوت میں نعش کو ۔ گیا سوئے خیمہ یل نامجو
وہ اسباب اور خیمہ تھا جسقدر ۔ جلا کر کیا خاک پھر سر بسر
ہوئے اسکے ماتم میں سب پہلواں ۔ خروشاں و گریاں و نالہ کناں
گیا شاہ کاؤس رستم کے پاس ۔ جو دیکھا تو وہ ہے بہت بے حواس
کہا سخت ماتم ہے اور قہر درد ۔ ولے کچھ نہیں چارہ اے نیکمرد
ہر اک کو ہے آخر یہی رہ گذر ۔ کوئی دیر جاوے کوئی زود تر
سمجھ اب تو دانا و ہشیار ہے ۔ شکیبائی و صبر درکار ہے
کیا عرض رستم نے اے تاجدار ۔ ہوا سو ہوا کچھ نہیں اختیار
ولے یہ وصیت ہے سہراب کی ۔ کہ ترکوں پہ بھیجے نہ لشکرکشی
یہی عرض کرتا ہوں اب بار بار ۔ یہ لطف و کرم کا ہوں امیدوار
کہ ہو ماں کی حرمت پہ رکھو نگاہ ۔ نہ ہووے پراگندہ اسکی سپاہ
کرو رخصت اس کو بعز و وقار ۔ یہ سنکر لگا کہنے وہ شہریار
ہوا اب جو تجھکو یہ رنج و الم ۔ تو میری بھی دلکو ہوا درد و غم
پذیرا کیا میں نے تیرا سخن ۔ مجھے پاس خاطر ہے اے پیلتن
کریں مجھسے گو ترک اب سرکشی ۔ کروں نہیں نہ زنہار لشکرکشی
زوارہ سے رستم نے پھر یوں کہا ۔ کہ جیحوں تلک ساتھ ہو انکے جا
زوارہ گیا ساتھ جب بے خطر ۔ گیا آب جیحوں سے وہاں گذر

معاودت کاؤس بایران و رفتن رستم با تابوت سہراب طرف سیستان و آمدن تہمینہ

باقبال و دولت سوئے تخت گاہ ۔ روانہ ہوا شاہ گیتی پناہ
یل نامور رستم پہلواں ۔ گیا ہو کے رخصت سوئے سیستاں
غرض لیکے تابوت سہراب کا ۔ پراگندہ دل شہر میں جب گیا
سیہ پوش ہو زال پہنچا وہاں ۔ ہوا ساتھ تابوت کے وہ رواں
خروشاں و گریاں گئے گھر تلک ۔ قیامت تھی برپا زبر بر فلک
وہ رودابہ رستم کی ماں اسقدر ۔ ہوئی دیکھ تابوت کو نوحہ گر
کہ برپا ہیں شور محشر ہوا ۔ غضب ایک روئے زمیں پر ہوا
کیا دفن پھر نعش کو زیر خاک ۔ دل پیر و برنا ہوا دردناک
گئی جب یہ سوئے سمنگاں خبر ۔ تو تہمینہ کو غم ہوا اس قدر
کرہ آتش وہیں کرکے افروختہ ۔ کہ جس آگ میں با دل سوختہ
لیا کھینچ مردم نے پھر دوڑ کر ۔ و لیکن جلے سر بسر موئے سر
تن نازنین بھی ہوا داغ داغ ۔ جہاں اسکی نظروں میں تھا بے چراغ
لگی باپ سے کہنے اے نامجو ۔ کیا قتل رستم نے سہراب کو
سوی سیستاں کھینچ جلدی سپاہ ۔ تہمتن سے جلکے تو ہو کینہ خواہ
کہا اسنے اے دختر نازنیں ۔ سپہ اپنی رستم کے ہمسر نہیں
دیا شاہ نے جب اسے یہ جواب ۔ تو پھر دل میں کھا کر بہت پیچ و تاب
گئی آپ تہمینہ لیکر سپاہ ۔ سوئے سیستاں بادل کینہ خواہ
قریب آن کر اسنے اک پہلواں ۔ روانہ کیا اور کہا یوں کہ ہاں
تہمتن سے جاکر تو کہہ یہ سخن ۔ کہ تہمینہ آ پہنچی اے پیلتن
وہ لائی ہے ساتھ اپنے گرداں ۔ دلیران گردان جنگ آوراں
رکھے ہے یہی دلمیں اب عزم جزم ۔ کہ سر کو تیرے قلم وقت رزم
فرستادہ پیش تہمتن گیا ۔ سنا تھا جو اسنے وہ یکسر کہا
یہ سنکر سراسیمہ رستم ہوا ۔ پشیماں بہت دلمیں اس دم ہوا
وہیں ساتھ لے زال و رودابہ کو ۔ گیا سوئے تہمینہ وہ نامجو
سراپردے میں اسکے پہنچے یہ جب ۔ نکل آئی تہمینہ پردے سے تب
بغلگیر وہیں ہوئے ہمدگر ۔ کیا نوحہ سہراب کو یاد کر
کہا زال نے سوئے خانہ چلو ۔ شبستاں کو رشک گلستاں کرو
لگی کہنے تہمینہ اے نیک مرد ۔ مرے دلکو رستم سے پہنچا ہے درد

مرے آگے رستم کو لاؤ شتاب
گیا پیش تہمینہ جب پہلواں
پکڑ ہاتھ اُس کا لیا زال نے
عدم سے جو پھرنا ہو سہراب کا

کیا جینے یوں اپنے گھر کو خراب
تو کھینچ اپنی پھر خنجر جانستاں
یہ تہمینہ سے پھر کہا زال نے
تو کر رستم و زال کا سر جدا

نہیں پوچھوں اُس سے کوئی کینہ جو
یہ چاہا کہ رستم کا چیرے شکم
کہ تقدیر پر کچھ نہیں اختیار
غرض خوب سمجھا کے وہ نامور

کیا کشتہ کیوں تو نے فرزند کو
کری غرق خون اسکو بیدرد و غم
نہیں چارہ پیش قضا زینہار
گیا لیکے تہمینہ کو اپنے گھر

رفتن تہمینہ بہ سیستان رستم پہلوان بتفہیم زال زر و حاملہ شدنش از رستم و بعد انقضائے مدت نہ ماہ ولادت فرامرز و جان بحق سپردن تہمینہ بغم و الم سہراب در یک سال

وہ تہمینہ اور رستم نامدار
قوی بازو و گل رخ و لالہ فام
وہ تہمینہ رہتی تھی غمگیں مدام
پس از مرگ سہراب وہ مہ جمال
یہ قصہ تو میں کر چکا سب بیان

بہم واں لگے رہنے لیل و نہار
تہمتن نے رکھا فرامرز نام
تصور تھا سہراب کا صبح و شام
رہی زندہ با رنج و غم ایکسال

ہوئی حاملہ پھر وہ رشک قمر
سپرد ایک دایہ کو وہیں کیا
دل اسکا تہا نالاں تو خونچکاں
یہ غم سے رہائی ہوئی زینہار

ہوا بعد نہ ماہ پیدا پسر
لگا پرورش پانے وہ مہ لقا
کئے آہ کرتی تھی گاہے فغاں
وہ دی بیٹھی جاں اپنی انجام کار
سیاوش کی آگے سنو داستان

داستان تولد شدن ملکزادہ سیاوش از بطن دختر شاہ بلغار و برائے تعلیم و تربیت ہمراہ رستم رفتن

کوئی بیشہ خرم و دلکش
پڑی ناگہاں ایک دختر نظر
یہ پوچھا جوانوں نے اے مہ لقا
کہ گرشیوز اُس کا چچا نہیں ہے نام
کہ توراں زمیں کا جو ہے بادشاہ
کہ میں نے سنا دشت خو ہے پشنگ
خفا ہو کے تب شاہ نے مارا مجھے
گذر آب جیحوں سے آئی ادھر
پیادہ ہوئی چند فرسنگ داں
ہوئے خواستگار بت سیمبر
جسے حکم دے خسرو نامجو

کہ نزدیک دریائے جیحوں کے تہا
پری پیکر و مہوش و سیمبر
تو ہے کون تیری حقیقت ہے کیا
وہ نسل فریدوں سے ہے ذو الکرام
پشنگ دلاور خداوند جاہ
یہ کچھ رشتہ خو زشت رو ہے پشنگ
نہ ہرگز ہوا یہ گوارا مجھے!
کیا اسپ پر ماندگی نے اثر
ہوئی آکے اس دشت میں اب نہاں
لگے کرنے پرخاش باہم گر
وہ بے شوق سے اس پریچہرہ کو

گئے ایک دن واں برائے شکار
لباس اور زیور تہا شاہانہ سب
بت ماہ پیکر یہ کہنے لگی
مجھے چاہتے تھے بہت تاجور
مرا باندھے ساتھ اسکے عقد نکاح
کیا مجھ سے جب ذکر اسباب کا
نکل گھر سے اور اسپ پر ہو سوار
غرض جبکہ رفتار سے رہ گیا
وہ دونوں جو اسپہ مائل ہوئے
بہم بعد پرخاش پایا قرار
گئے لیکے جب پیش کاؤس شاہ

بہم طوس اور گیو جنگی سوار
کرشمہ رستم آن و غمزہ غضب
کہ دختر ہوں میں شاہ بلغار کی
ولیکن یہ چاہے تھا میرا پدر
نہ زنہار بہائی مجھے یہ صلاح
تو بس صاف انکار میں نے کیا
شتابی سے لی میں نے راہ فرار
تو پھر راہ میں چھوڑ اسکو دیا
خدنگ نگہ کے وہ گھایل ہوئے
کہ لیچلئے پیش شہ نامدار
ہوا شاہ دیوانہ رشک ماہ

کسی کو نہ زینہار شہ نے دیا
گئے نو مہینے جب اُس پر گذر
کہ اے شاہ اُسکے پرشیاں ہیں تخت
ولیکن دل شاہ تھا پر ملال
اسے زابلستاں میں لیجا دہیں
ہنر پروراں کے حوالے کیا
سیاوش جہاں میں ہوا بے نظیر
مجھے یہ تمنا ہے شام و سحر
کیا عرض شہزادہ نے یوں کہ اب

پری چہرہ کو پاس اپنے رکھا
تو پیدا ہوا پور رشک قمر
ہوا اُسکے غمگیں خداوند تخت
نہ تھا تربیت کا کچھ اُسکی خیال
ہنرہائے شاہانہ سکھلا دُنیں
ہوئے پہر وہ مصروف صبح و مسا
ہنرمند وہ تا شجاع و دلیر
کہ حاصل کروں پائبوس پدر
رواں ہو جیسے بانشاط و طرب

بندھا عقد باہم بآئین دیں
نظر کر کے طالع پہ شہزادہ کے
سیاوش رکھا نام شہزادہ کا
کہیں اندنوں رستم آیا وہاں
کیا شاہ نے وہیں اُسکو سپرد
طریق ہنر و شکار و ادب
سیاوش نے رستم کو پھر ایکدن
یہ سنکر مہیا کر اسباب جاہ
وہ بولا کہ تجھے بن نہیں جاؤنگا

ہوئی حاملہ پھر وہ زہرہ جبیں
منجم شہنشہ سے کہنے لگے
وہیں پرورش پھر وہ پانے لگا
لگا کہنے اے خسرو خسرواں
غرض لیگیا زابلستا نہیں گرد
ہنرہائے شاہانہ سکھلائے سب
کہا یوں کہ اے رستم نیکروز
زر و نعمت و اسپ و فیل کلاہ
تہمتن نے پھر پاس خاطر کیا

باریاب شدن سیاوش بحضور پدر بمعیت رستم وپیشوا رفتن سران سپاہ

گیا ساتھ شہزادہ کے آپ بھی
بہت لطف مصروف اُسپر کیا
حضور اپنے پھر شہ نے تا ہفت سال
بجاہ و حشم ہو کے بانسے رواں
یہ کہنے لگی شاہ کاؤس سے
جہاندار بولا کہ بہتر ہے پر
سیاوش پہ عاشق تھی وہ مہ جبیں
ہوئی گرم مہر اُس سے جب وہ پری
انہیں طلب کر کے باصد خوشی
خداوند ہو تخت و دیہیم کا
یہ دختر جو حاضر ہیں پیش حضور
رہا سنکے خاموش وہ نامدار
ہو کیا ذکر جو مہر و شفقت کرے
وہ کہتی تھی تنگ کھول اپنی زباں

حضور شہنشاہ باصد خوشی
سیاوش کی خاطر کو خوشتر کیا
رکھا اُس کو مشغول کسب کمال
سیاوش کرے حکمرانی وہاں
کہ اے شاہ یہ آرزو ہے مجھے
سیاوش کو راضی کرای سپہر
سیاوش گیا جب تو اُسنے وہیں
وہ سمجھا کہ ہے الفت مادری
سیاوش سے سودابہ کہنے لگی
شہنشاہ ہو ہفت اقلیم کا
کہ ہیں حسن میں بیشک غلمان و حور
شہ پاسخ دیا شرم سے زینہار
تعجب نہیں گر عداوت کرے
یہ دل تنگ و لب بستہ تھا غنچہ ساں

اُسے لیگئے پیشوا آگے سب
ہنر پر جب اُسکے ہوئی آگہی
یہ دل چاہتے تھا پھر شہ دہر کا
کہ اتنے میں سودابہ مہ جبیں
سیاوش کو اک دختر خواندہ دی
طلب اُسنے شاہزادہ کو جب کیا
پکڑ تنگ آغوش میں شوق سے
کئی دختر خواندہ زہرہ جبیں
ہوا مو بداں سے یہ مجھکو عیاں
یہ سنکر تمنا ہوئی یہ مجھے
تو ان میں سے کر ایک کو اب قبول
کیا یوں بھی اندیشہ دل میں وہیں
سو اُسکے کہتے ہیں سب سحر ساز
وہ مجھی کہے اسکو شرم و حجاب

ہوا دیکھ کر شاہ قرین طرب
تو رستم کو بھی آفریں خوب کی
کہ ملک اُسکو دے ماوراء النہر کا
جہاندار کی زوجۂ اولیں
اُسے کتخدا ساتھ اُسکے کروں
تو یہ شہ سے لیکر اجازت گیا
لئے اُسکے بوسے کئی ذوق سے
کہ نسل سیاوش سے شاہ ہونگے تمہیں
رہے تخم سے اک پسر ای جواں
کہ وہ میری دختر کے ہو بطن سے
تمنائے دل تا کہ ہووے حصول
کہ ماں یہ حقیقی مری کچھ نہیں
اندر اُس سے بہتر ہے اور لعنت اسے
جو دیتا نہیں بات کا کچھ جواب

کیا سب کو رخصت اکیلی رہی
تو برلا شتابی سے اب کام دل
سپاہ جہاندار کاؤس کے
جھکائے ہوئے سر کو وہ نامدار
یہ سوچا ملک زادۂ نامور
نہ دیکھا کوئی چارہ جز انقیاد
ولیکن نہ رکھ اور یہ کچھ آرزو
کیا اس کو رخصت بلطف و طرب
ہوا شاد و خرم شہ ذو الکرام
زر و گوہر و نعمت بیکراں
یہ سب نعمت و دختر رشک ماہ
کہا جا کے اے شاہ روئے زمیں
وہ لائی زباں پر سخنہائے دوش
تو ہمخواب ہو مجھ سے دلشاد کر
تو ہے بانوی شاہ کشور کشا
کیا شاہزادے نے انکار جب
سیاوش وہاں سے شتاباں ہوا
غرض فتنہ اک اسنے برپا کیا
خراشیدہ ناخن سے رخ کو کیا
یہ سنکر گیا خسرو نامور
کہ شاہا سیاوش نے یاں آنکے
بدشعاری اس سے ہوئی ہے رہا
کہا یوں کہ اب راز کو آشکار
یہ بولی وہ سودابۂ حیلہ گر
منتظر تھی پوشاک سودابہ کی

سیاوش سے پھر یہ حکایت کہی
کہ حاصل مجھے ہوئے آرام دل
سراسر مرے تابع حکم ہے
یہ چاہے تعالے وانسے راہ فرار
کہ تندی و سختی کروں کچھ اگر
بناچار بولا وہ فرخ نہاد
ادب ہے ترا مجھکو مادر ہے تو
کہا پھر یہ کاؤس سے وقت شب
دیا اس کو اسباب شادی تمام
ترے واسطے شہ سے لائی یہاں
تجھے دونگی اب آن کے میں جایہ
سیاوش مرے پاس آنا نہیں
کہا کچھ نہیں عشق میں ہے یہ ہوش
مجھے بند سے غم کے آزاد کر!
بھلا کس طرح مجھ سے ہو کچھ خطا
وہ سودابۂ فتنہ انگیز تب
وہ دامن چھڑا کر گریزاں ہوا
کہ یکبارگی شور و غوغا کیا
پریشاں کئے بال سرتاپا
یہ احوال سودابہ کا دیکھکر
پچھاڑا مجھے زور سرپنجہ سے
مرا پاک عصیاں سے دامن رہا
وہ کہنا بجز راستی زینہار
کہ باطل ہے گفتار یہ سربسر
سیاوش کا جامہ تھا جسسے تہی

ہوئی منقضی مدت ہفت سال
تجھے بعد کاؤس کشورستاں
فریب اسنے ہر چند اس کو دیئے
اٹھا جب تو سودابہ بدرنگ
مبادا غضبناک ہو جائے یہ
پے عقد دختر جو تونے کہا
سیاوش نے یہ بات جسدم کہی
کہ دختر کو میری پذیرا کیا
سیاوش کو اس نے بفرزندگی
سوا اسکے اسباب شادی جدا
نہ آیا وہ شہزادۂ کامگار
شہنشہ نے اس کو تقید کیا
جوانی پہ میری فدا کر نگاہ
یہ سنکر لگا کہنے وہ نامدار
یہ کہتا ہوں میں تجھ سے اب صاف صاف
ابھی تخت سے ہوکے پرخشم و کیں
لگی کہنے سودابہ کرکے فغاں
کیا پارہ پارہ گریبان کو!
کنیزیں بھی اسکے اشارے سے اس
لگا پوچھنے کہ حقیقت ہے کیا
کیا یہ ارادہ کہ بیخوف و باک
سنا جب یہ قصہ ہوا پرغضب
کیا اسنے احوال سارا بیاں
لگا سونگھنے اسکے پھر رخت کو
ہوا شاہ سودابہ پر خشمگیں

کہ عاشق میں ہوں تجھ پہ جانی بلی
کرو نہیں فرماں روائے جہاں
لب اپنے نہ شہزادے نے دئے
لیا بوسہ پھر کھینچکر بر میں تنگ
ملا کوئی سر پر مرے لاسے یہ
یہ البتہ میں نے پذیرا کیا
تو سودابہ کی جمع خاطر ہوئی
ملک زادۂ نامور نے شہا!
یہ پیغام بھیجا کہ اے نامور!
تکلف سے میں نے مہیا کیا!
گئی پھر حضور شہ نامدار!
ملک زادہ ناچار پھر واں گیا
نہ منہ موڑ زنہار اے رشک ماہ
توقع یہ مجھ سے نہ رکھ زینہار
کہ اس کام سے رکھ مجھے تو معاف
سیاوش کے دامن کو پکڑا میں
بلا کیا ترے سر پہ لاتی ہوا ہاں
کیا چاک چاک اسے دامان کو
لگی کرنے غوغا و شور و فغاں
رہ مکر سے اسنے ظاہر کیا
کہ میرے دامان عصمت کو چاک
سیاوش کو شہ نے کیا پھر طلب
وہ راز نہفتہ کیا سب عیاں
شہ نامور خسرو نامجو
کیا خوار اس حیلہ گر کو وہیں

اگرچہ یہ منظور تھا کھینچ تیغ
مبادا کہ پیدا کرے کچھ فساد
شبستان میں سے کوئی نازنین
بہ سوداوبہ سے شاہ نے پھر کہا
نہ سمجھی ڈرے دلمیں وہ حیلہ ساز
وہ بات اُسکی شہ نامدار
ہوئی حاملہ ناگہاں ایک زن
حضور اپنے کر کے طلب زود تر
شہنشاہ کاؤس پرساں ہوا جب
کنیزاں یکایک خروشاں ہوئیں
کنیزوں نے کاؤس سے یہ کہا
وہ رکھ طشت میں لیگئیں پیش شاہ
یہ بچے سیاوش کے ہیں تخم سے
وہ فعل دیکھا سیاوش کا اب
وہیں اُٹھ کے فی الفور باہر گیا
یہ ظاہر کرو کس کے ہیں تخم سے
کہا بعد یک ہفتہ اے شہریار
جو اخترشناسوں نے ظاہر کیا
نہیں راست گفتار یہ زینہار
رہا سنکے خاموش کاؤس شاہ
حمایت تو کرتا ہے بیٹے کی اب
کہا یوں کہ مرتی ہوں میں کھا کے زہر
اگر ہے گنہگار جل جائیگا
خطر کیا ہے اسے شاہ فرخ خصال
خداوند غفار کو یاد کر !!

کرے سر کو اُسکے جدا بیدریغ
خلل ملک میں لائے وہ بدنہاد
نہ تھی مثل سوداوبہ نازنین
سیاوش کو دیکھا تو ہے بیخطا
نہ آئی ذرا بے حیائی سے باز
پذیرا نہ کرتا تھا کچھ زینہار
ہوئی خوش وہ سنکر یہ ظالم سخن
کیا شاد دیکے اُسے سیم و زر
سیاوش کا تو لیجیو نام تب
وہ سرگرم فریاد و افغاں ہوئیں
فلانی حرم ہے جو تیری شہا
لگا شاہ حیرت سے کرنے نگاہ
کہ ہمخواب اُسنے کیا تھا مجھے
کہ کیا کام اُسنے کیا ہے غضب
طلب اہل تنجیم کو داں کیا
خبر راز پنہاں سے اب دو مجھے
یہ تخم کہاں سے نہیں زینہار
تو سوداوبہ سے شہ نے جا کر کہا
نہیں انکی کچھ بات پر اعتبار
کہ بیچارہ شہزادہ تھا بیگناہ
ستم ہے ستم ہے غضب ہے غضب
ہوا سنکے ناچار تب شاہ دہر
وگرنہ نہ ایذا ذرا پائیگا
نہیں راستی کو ہے ہرگز زوال
سیاوش گیا آگ میں بے خطر

ولیکن یہ اندیشہ دل میں کیا
سوا اُس کے تھا مبتلا اُسکا شاہ
بہت خرد تھے اُسکے فرزند بھی
تو خاموش ہو راز کو کر نہاں
یہی شہ سے کہتی تھی صبح و مسا
اسی فکر میں تھی وہ بے ترس و باک
لگی کہنے پھر اُس سے وہ کینہ جو
کنیزوں کو میری ہوا سام تجربہ
بہم خفتہ تھے ایک دن رات کو
ہوا اُسکے بیدار فرماں روا
ہوئے اُس سے پیدا دو مردہ پسر
جب اُس زن سے پوچھا حقیقت بیاں
یہ سوداوبہ نے سنکے شہ سے کہا
شہنشاہ خاموش و حیراں ہوا
دکھائے انہیں ہر دو مردہ پسر
وہیں طالع بخت کو دیکھکر
کیا راز پنہاں ناپاک زن
وہ بولی کہ اے شاہ جوہر شناس
سیاوش کو واجب ہے دینی سزا
بداندیش از بسکہ سوداوبہ تھی
کہا اور کرتا ہے مجھکو خراب
یہ ٹھہرا کہ شہزادۂ نامدار !
ہوئی آتش افروختہ جب وہاں
خدا ہے نگہباں ہر اہر زماں
نہ پہنچا اُسے کچھ ضرر زینہار

کہ پرزور ہے باپ سوداوبہ کا
کہ تھی حسن میں غیرت مہر و ماہ
غرض اسلئے درگذر اس نے کی
نہو خوار عالم میں کر کے فغاں
سیاوش کو پہنچا عقوبت شہا
کسی حیلہ سے اُسکو کیجے ہلاک
کر اس حمل کو کرکے اسقاط تو
کریں تاکہ غوغا وہ سب سر بسر
وہ سوداوبہ اور خسرو نامجو
یہ پوچھا کہ یہ شور و غوغا ہے کیا
کہا شہ نے لاؤ انہیں زود تر
یہ کمبخت نے تب گذارش کیا
مری بات کا تجھکو باور نہ تھا
بہت اپنے دلمیں پشیماں ہوا
کہا اُنکے طالع پہ کر کے نظر
لگے غور کرنے وہ شام و سحر
عیاں سر بسر پیش شاہ زمن
تہمتن سے ڈرتے ہیں اخترشناس
سزاوار ہے قتل اہل خطا
شہ نامور سے یہ کہنے لگی !!
یہ کہہ کر لیا زہر قاتل شتاب
پڑے آگ کے درمیاں ایک بار
لگا کہنے تب شاہ سے وہ جواں
کہ ہے واقف وہ آشکار و نہاں
سلامت وہ نکلا پھر انجام کار

سیاوش کو شہ نے بغل میں لیا	سر و چشم پر اُس کے بوسہ دیا	ہوا سخت سوداپہ پر خشمناک	کہا یوں کہ کرتا ہوں تجھکو ہلاک
ولیکن شفاعت سیاوش نے کی	بہانہ ہی چاہے تھا کاؤس بھی	سرِ خوں سے گذرا شہ دیں پناہ	غرض اُسپہ کی مرحمت کی نگاہ

داستان رفتن ملکزادہ سیاوش بجنگ افراسیاب و فتح کردن بلخ

ولے سوداپہ از بسکہ بدکیش تھی	سیاوش کی ناحق بداندیش تھی	ملک زادہ کے قتل کا قصد تھا	یہ تدبیر بھی اُسکی صبح و مسا

خطرناک بہت تھا وہ نامدار
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار

کہ یا حضرت ایزد ذوالجلال
نشاں ہی کہیں پانسے مجھکو نکال

پہنچی خبران دنوں ناگہاں
کہ توران سے لشکر بیکراں

ادہر پھر ہوا عازم افراسیاب
یہ سنکر جہاندار عالی جناب

ہوا خشمناک اور کہنے لگا
کہ اے نامداران جنگ آزما

بد اندیش ترکان نخوت شعار
نہیں عہد و پیمان پر استوار

کبھی صلح جو ہوں کبھی کینہ خواہ
یہ رکھتے ہیں دل میں خیال تباہ

سپاہ کھینچکر بلخ تک اپکی بار
کروں ان کو آوارہ و قتل و خوار

سیاوش نے کاؤس سے یہ کہا
کہ اے شاہ شاہان کشور کشا

مجھے بھیجئے سوئے افراسیاب
کروں جا کے اس کو تباہ و خراب

کہا شہ نے تجھکو کہاں ہے یہ تاب
جو ٹھہرے ذرا پیش افراسیاب

زبردست ہے تجھ سے وہ اے جواں
قوی جنگ ہیں اسکے سب پہلواں

یہ مقصود تہا اس کو اسباب سے
کہ دوری ہو اب خصم بد ذات سے

یہ بہتر ہے میں آپ لیکر سپاہ
بد اندیش سے جا کے ہوں رزمخواہ

وہ بولا کہ اس سے نہ کمتر ہوں میں
ہنر اور قوت میں ہمسر ہوں میں

یہ لشکر بھی اپنا ہے جنگ آزما
سدا فوج توراں پہ غالب رہا

حضور شہنشاہ جوہر شناس
کیا پھر تہمتن نے یہ التماس

کہ ہمراہ شہزادہ نامدار
مجھے کیجئے رخصت اے شہریار

کروں آپ تکلیف ہرگز نہ اب
رہو یاں بآرام عیش و طرب

ملکزادہ اور بندہ کافی ہے یاں
پئے جنگ ترکان نخوت نشاں

انہیں الغرض دیکے سامان جنگ
روانہ کیا شاہ نے بیدرنگ

وہ شہزادہ اور رستم نامور
دلیری سے پہنچا در بلخ پر

وہاں پر جو تھا حکمران تازیاں
سو آیا پئے کینہ خواہی دواں

ہوئی فوج ایران جو گرم ستیز
تو بس اسنے لی وہیں راہ گریز

نہ ہرگز رہی طاقت کارزار
ہوا جا کے محصور انجام کار

یہ سنکر سوئے بلخ پہنچا شتاب
سپہ لیکے داماد افراسیاب

دلاور تہا گرشیوز اسکا تھا نام
ہوا دیکھ کر تازیاں شادکام

بہم متفق ہو کے پھر بیدرنگ
ہوئے شاہزادے سے خواہان جنگ

رہا وا بہ دو روز تک خوب جنگ
کیا فوج ایران نے انکو بہ تنگ

ہوئی رزم کی پھر نہ تاب و تواں
تو ناچار گرشیوز و تازیاں

گریزاں ہو جیحوں سے گذرے شتاب
گئے خستہ دل پیش افراسیاب

ہوا بلخ میں دخل شہزادہ کا
یہ شہزادہ نے پھر ارادہ کیا

کہ ہوکر رواں بلخ سے پیشتر
گذر آب جیحوں سے با کر و فر

سپہدار توران سے ہو رزمخواہ
کرے اسکے لشکر کو یکسر تباہ

سران سپاہ نے یہ ہمسے کہا
کہ جلدی کو مت کام فرما ذرا

تو لکھ شاہ کو نامہ اے نامدار
وہ کیجو کہے جو تجھے شہریار

سیاوش نے مرقوم نامہ کیا
لکھا یہ کہ اے شاہ کشور کشا

گیا حاکم بلخ کھا کر شکست
اور اپنا ہوا بلخ میں بندوبست

گذر جاؤں جیحوں سے گر حکم ہو
سپہدار توران سے ہو رزمجو

لکھا شاہ کاؤس نے یہ جواب
کہ ہے سخت بیکار افراسیاب

اگر وہ نہ جیحوں سے آیا ادہر
تو ہرگز ادہر کا نہ ارادہ کر

سیاوش بفرمان شاہ جہاں
ہوا بلخ میں پھر توقف کناں

آمدن گرشیوز داماد افراسیاب باہدایہ نزد سیاوش بدرخواست و آزردگی کاؤس و طلب سیاوش

جہاں تھا سپہدار توران یہاں
گئے جب کہ گرشیوز و تازیاں

گذارش کیا اسنے احوال جنگ
یہ سنکر اڑا اسکے چہرہ کا رنگ

گیا خواب میں شب وہ افراسیاب
تو ناگاہ آیا نظر ایک خواب

ہوا ہول سے اسکے گرم فغاں
سنا جب تو گرشیوز آیا وہاں

یہ پوچھا کہ اے سرور نامور
یہ کہنے لگا اُس سے افراسیاب
نمایاں ہوا ابر میں ایک بار
کیا میرے لشکر کو اُسنے ہلاک
جواں ایک تھا رشکِ خورشید و ماہ
ہوا دلکو ازبسکہ اُسوقت درد
نہ دلمیں ذرا خوف و اندیشہ کر
طلب اُسنے دانشوروں کو کیا
دلے ایک نے عہد و پیماں لیا
وگرنہ خرابی پڑے ہے نظر
دواں پھر کہا شہ نے داماد کو
گیا جب کہ گرشیوز نامجو
سیاوش ہوا دیکھ کر شادماں
اُٹھا ہیں داماد افراسیاب
ہوا آشتی خواہ افراسیاب
دلے سخت مکار ہے بد نہاد
جنہیں ہم کہیں سو وہ اُس میں نہاں
ہمیں اسطرح صلح منظور ہے
یہ احوال لکھ اُسنے قاصد شتاب
بخارا و خوارزم اور چاچ بھی
تہمتن نے جن کا لیا نام تھا
لکھا صلح کا شہ کو احوال سب
اُڑے ہول سے اُسکے ہوش و حواس
کہ تیرا معاون ہے پروردگار
حضورِ شہنشہ جو رستم گیا

تجھے خواب میں آ پڑا اک نظر
کہ اس وقت دیکھا ہے میں نے یہ خواب
ہوا رنج سے ایران کے آشکار
بلا با ہراک کو نہ خون و خاک
وہ بیٹھا تھا نزدیک کاؤس شاہ
خروشاں ہوا پھر یہ اک نیکمرد
بتیسر تجھے ہوگی فتح و ظفر
مفصّل کہا ماجرا خواب کا
سپہدار توراں سے پھر یوں کہا
مبادا کہ ہو جائے تو عدگر
سوئے باد شہزادہ نامجو
سیاوش اُٹھا وہیں تعظیم کو
پھر اک بزم آراستہ کی وہاں
ہوا جا کے سرگرم آرام و خواب
تہمتن نے سنکر دیا یہ جواب
نہیں اُسکے کچھ قول پر اعتماد
برسم گرویاں رہیں جاوداں
وگرنہ رہ آشتی دور ہے
روانہ کیا پیش افراسیاب
سمرقند و سنجال کے تھے سبھی
روان پیش شہزادہ انکو کیا
کئے تحفے توراں کے ارسال سب
بہت دلمیں اُسکے ہو خوف و ہراس
ظفرمند ہوگا تو اے شہریار
کیا ماجرا سب بیاں صلح کا

جو یکبارگی تو خروشاں ہوا
کہ اک دشت میں سیکڑوں سانپ ہیں
وہیں بادِ صرصر ہویدا ہوئی
پکڑ کر مجھے لے گئے مردماں
اُٹھا وہیں اور کھینچکر اُسنے تیغ
لگا کہنے دانا دا افراسیاب
یہ تعبیر اُسکی نہ آئی پسند
ہوئے سنکے خاموش دانشوراں
کہ ہرگز نہ کر قصدِ پیکار تو!
پسند آئی گفتار اختر شناس
فقط نامہ اُسکے حوالے نہ تھا
وہ تحفہ دیا اور نامہ دیا
ہوئے محفل آرا العیش و طرب
سیاوش نے رستم سی پھر یہ کہا
کہ بدخواہ عاجز ہوا جب کمال
فرستادہ کو دیجئے یہ جواب
تعلق ہے ایراں کے جو کچھ کہو
سحر جبکہ گرشیوز آیا وہاں
کیا شاہ توراں نے سب کچھ قبول
عزیزاں و خویشان فرخ نہاد
ہوا شاد شہزادۂ نامدار
سُنی تھی خبر شاہ نے پیشتر
سوا اُسکے اخترشناسوں نے بھی
تباہ ہونگی افواج افراسیاب
لگا کہنے تب بادشاہِ جہاں

ہراساں ہوا دل پریشاں ہوا
مری فوج بھی ہو وہاں اور میں
پھر اُسمیں سے اک فوج پیدا ہوئی
شہنشاہ کاؤس تھا جہاں
کیا چاک پہلو مرا بے دریغ
کہ برعکس ہوتی ہے تعبیر خواب
گیا دل سے ہرگز نہ خوف و گزند
کہ تھا دلمیں ہر ایک کے خوف جاں
سیاوش سے اے شاہ ہو صلحجو
عطا کی اُسے نعمتِ بیقیاس
تحائف بھی انواع وہ لیگیا
پئے آشتی اُسنے کی التجا
گئی الغرض جب گذر نصف شب
کہ اے پہلواں مصلحت اب ہے کیا
کی آشتی کا تب اُس نے سوال
کہ گردان و خویشان افراسیاب
کہ اُس سے بھی اب دست بردار ہو
کیا اُسنے مرکوز خاطر عیاں
ہوئی آرزوئے دلی سب حصول
دلیران گردان عالی نژاد
تہمتن کو بھیجا سوئے شہریار
کہ بدخواہ کو خواب آیا نظر
کہا شاہ کاؤس سے تھا یہی!
وہ ہوگا گرفتار رنج و عذاب
نہیں صلح منظور اے پہلواں

یہ پھر رستم پہلوں نے کہا
کہ ہے جنگ شہ صلح بہتر شہا

تہمتن نے آزردہ ہو کر کہا
کہ حاضر رہونگا میں یاں خسروا

کہا کچھ تامل توقف و درنگ
نہ کیجو ذرا ہو جیو گرم جنگ

کہا شہ نے تم صلح کرتے ہو گر
تو میں اور کو بھیجتا ہوں ادھر

روانہ کیا طوس کو پھر شتاب
جہاندار نے سوئے افراسیاب

سیاوش کو پھر ایک نامہ لکھا
کہ تورانیوں کو یہاں لیکے آ

آزردہ شدن بادشاہزادہ سیاوش از کیکاؤس و رفتن نزد افراسیاب و پیش آمدن او بہ تعظیم و تواضع و دادن دختر خود و ملک بخشیدن بہ شاہزادہ سیاوش

پڑھا شہ کا نامہ سیاوش نے جب
ہوا دل پریشان و آزردہ تب

دیا سب نے پاسخ کہ بہتر ہے یہ
کہ لاؤ بجا حکم کاؤس کے

کرے قتل ہر ایک کو ہے یقیں
کہ دل میں بھرا اسکے ہے بغض و کیں

سوا اسکے سودا یہ ہے کینہ جو
مری دشمن جاں ہے وہ زشت خو

نظر آوے جب یہ گزند و ضرر
تو پھر جاؤں کیونکہ حضور پدر

یہ سنکر بہت ہو کے اندوہگیں
یہ گودرز و بہرام بولے وہیں

سمجھ اے ملک زادۂ نامجو
کہ ہرگز نہیں اعتماد عدو

تو بہتر ہے اس سے کہ لیل و نہار
رہو تم حضور پدر خوار و زار

لکھا یوں کہ اے خسرو نامور
مرا باپ راضی نہیں صلح پر

مرا عہد و پیمان ہے استوار
اگر سر بھی جاوے تو ہاں زینہار

غرض کچھ نہیں شاہ کاؤس سے
نہیں ہے مجھے کام کچھ طوس سے

نہ پہنچے جہاں ہاتھ کاؤس کا
رہوں امن سے واں میں صبح و مسا

[illegible]
کہا میں نے رخصت بعیش و طرب

کہ مجھکو سمجھ عہد و پیماں میں چست
ترے ہاتھ ہے صلح میری درست

کہاں طوس کو تاب ای نیکمرد
کہ ہو تنگ مجھسے اب ہم نبرد

[illegible] کیا تجھکو اپنا پسر
محبت کروں میں بطور پدر

تو جو چاہئے تجھکو وہ اقلیم دوں
[illegible] دیہیم دوں

یہ نامہ پڑھا شاہزادے نے جب
ہوا ہند سے عجم کے آزاد سب

کروں عرض کیا ہے یہ تجھ سے عجب
کہ پہلے تو اے شاہ کشور ستاں

سران سپہ کو بلا کر کہا
کہو سوچکر مصلحت اب ہے کیا

وہ بولا کہ خویشان افراسیاب
جو دان ہیں تو شاہ عالیجناب

مرے عہد و پیماں کا پھر اعتبار
نہ کوئی کریگا یہاں زینہار

خدا جانے کیا ظالم نابکار
مرے سر پہ لاوے بلا ایکبار

یہ دل میں ہے یاں چھوڑ کر سب سپاہ
سپہدار توراں کی لب لوں پناہ

نہیں مصلحت یہ قرین صواب
کہ بدخواہ تیرا ہے افراسیاب

دیا شاہزادہ نے پھر یہ جواب
کرے گر مجھے قتل افراسیاب

یہ کہہ کر وہیں ایک نامہ لکھا
سوئے شاہ توراں روانہ کیا

عوض میرے بھیجا ادھر طوس کو
کہ ہو تمسے اب آنکے رزم جو

نہ پھیروں میں سر عہد و پیماں سے گاہ
رکھوں راہ و رسم و مروت نگاہ

یہ ہے قصد اب زیر چرخ بریں
کہیں دور جا کر ہوں مسکن گزیں

بتا دیجئے کوئی ایسا مکاں
کہ جا کر کروں میں اقامت وہاں

گیا پڑھ کے حیرت میں افراسیاب
لکھا اسنے نامہ کا پھر یہ جواب

دلے وہ ہی کینہ ہے کاؤس سے
وہی جنگ و پرخاش ہے طوس سے

جو منظور رکھ کر تو پاس وفا
ہوا میری خاطر پدر سے جدا

کروں ملکہ فرمانبری روز و شب
تو آ شوق سے یاں بفرط طرب

تجھے بعد کاؤس بیدادگر
کروں ملک ایران کا تاجور

[illegible] عزم تو واں مصمم کیا
اور اک نامہ کاؤس کو یہ لکھا

[illegible] تم مجھکو سودا یہ سے
[illegible] ہمکو سودا نے

یہ چاہا کہ مجھکو کرے تو ہلاک
گیا آخر آتش میں یہ خاکسار

سپہدار توراں کو عاجز کیا
عوض مہر کے تو ہوا خشمگیں

جو ہے سرنوشت اپنی وہ ہوئیگا
طلب کرکے بولا وہ خورشید جاہ

یہ کہہ کر ملک زادۂ نامدار
یہ نزدیک تر شہر کے جب گیا

کیا یکسر آراستہ شہر کو
سیاوش سے بولا یہ افراسیاب

سپہدار نے پھر بآئین نیک
تواضع مدارات و تعظیم کی

تو ہے نورِ پورِ شہ کیقباد
میسر تفاخر کا ساماں ہوا

جھکا کہ ادب سے سرِ انکسار
کوئی نامدار اک وہاں لبسیہ تھا

بہت تجھ پہ ہے مہربانی شاہ
تو ہو کتخدا اے ملکزادہ اب

کہ ہستی سے جب جائے سوئے عدم
جو دینے شہزادے سے یوں کہا

اُسے دلسے نے با دل پر صفا
لگا رہنے ساتھ اُسکے وزرانِ شاد

فرنگیش ہے دخت افراسیاب
سیاوش یہ بولا کہ اب کیا گیا

طلب کرکے پھر موبد خاص شاہ
خدا کا نہ ہر گز کیا خوف و باک

ولیکن بالطاف پروردگار
زر و افسر و ملک اُس سے لیا

توقع مجھے تجھسے اب کچھ نہیں
مٹے کب لکھا کالک تقدیر کا

کہ بہ کشور ملک بلخ و سپاہ
روانہ ہوا لیکے نہ صد سوار

خوشی سے وہ آیا وہیں پیشوا
بآئین دلخواہ و طرز نکو

تجھے دیکھکر میں ہوا کامیاب
کیا جشن شاہانہ ترتیب ایک

برسم پسندیدہ تکریم کی!
جوانمرد دانا و فرخ نہاد

کہ تجھ سا ملک زادہ مہماں ہوا
ہوا وہ پرستندۂ شہریار

سیاوش سے اک روز اُسنے کہا
وفورِ محبت ہے شام و پگاہ

بسر کر بعیش و طرب روز و شب
تو ہو شاہِ ایران بجاہ و حشم

تو اُسنے خوشی سے پذیرا کیا
کیا ساتھ شہزادے کے کتخدا

نہ کرتا تھا کاؤس کو گاہے یاد
کہ چمکا نہ جس کے حضور آفتاب

دگر بار ساتھ اُسکے ہوں کتخدا
لگا کہنے اُس سے یہ خورشید جاہ

ستارہ شناسوں نے جو کچھ کہا
سلامت رہا کچھ نہ پہنچا ضرر

بخوبی یہاں آشتی ہے بہم
ہوا سخت ناچارہ مجبور آہ

وہ نامہ سوئے خسروِ نامجو
ترے اب حوالے ہے طوس آنجہاں

وہ دریائے جیحوں سے گذرا شتاب
ادھر شاہ اور شاہزادہ ادھر

درِ شہر سے تا درِ شہریار
کیا تو نے توران کو گلستاں

دف و بربط و شاہد و جام مے
ملکزادہ کا پھر ہوا مطلع خلق

نکو روئے خوش خلق و پاکیزہ خو
سنی جب یہ گفتا لطف و کرم

غرض روز و شب پیش گیتی پناہ
کہ تو ہے دل و جان افراسیاب

یہی اب ہے مقرون راز برین
بفضل خدا بعد کاؤس شاہ

یہا نسے ہے نزدیک ایران زمین
جریرہ کی تھی دخترِ گلعذار

جو دیکھا رخِ دلبر سیمبر
کسی نے سیاوش سے پھر یہ کہا

تو ہو تا اگر اُس دخت کا خواستگار
یہ ہے رسم شاہان عالی وقار

کہ مصروف ہے خسرِ نامور
وہ زینہار تو نے نہ باور کیا

گیا بلخ کو فتح پاں آن کر
ولے تو نہ راضی ہوا اے رستم

سوئے خانۂ خصم لیتا ہوں راہ
رواں کر چکا جب تو بہرام کو

تو کر دیجیو اُسکے تفویض سب
گیا الغرض سوئے افراسیاب

پیادہ ہوئے دور سے دیکھکر
ہوا سر یہ شاہزادہ کے نثار

ہوئی تیری آنے سے رونق یہاں
مہیا تھی عشرت کی ہر ایک شے

کہ مجھسے مخفی ہے تو اے جواں!
حقایق شنو عاقل و راست گو

ہوا شاد شہزادۂ جم حشم
فزوں تھا سیاوش کا اعزاز و جاہ

ہوا جب سے مہمان افراسیاب
کہ اس شہر میں ہوکے ساکن گزین

تو ہے وارثِ تخت و تاج و کلاہ
نہ زینہار چار روز و شب اب کہیں

کہ گل چہرہ تھا نام رشک بہار
ہوا خوش ملکزادۂ نامور

کہ ساتھ اُس کے کیوں ہو اکتخدا
تو رنیا خوشی سے تجھے شہریار

کہ زن چاہیئے شوق سے تجھ کو حلیا
مری پرورش میں مثالِ پدر

عجب کیا جو دے اپنی دختر مجھے
حضورِ سیاوش پھر آیا دبیر
ملی ہو اجازت تو اے دلربا
یہ بہتر ہے ہمکو بھی اے نامجو
یہ کہہ کر خوشی سے وہ گلرو حجاب
ہوئی جلکے گلہر خدمت کناں
فرنگیش کی ماں نے سونپا اُسے
کیا تحفہ ارسم آئین سے
کہ جسکا نہیں ہو سکے ہاں بیان
سنی جبکہ کاؤس نے یہ خبر
ہوا بیپسر کی جدائی کا درد
سپہدار توراں سے پرخاش کا

کہ ہے سب سے رتبہ تو برتر مجھے
وہ مژدہ خوشی سے سنایا وہیں
فرنگیش کے ساتھ ہو کتخدا
کہ نوشاہ توراں کا داماد ہو
سوئے خانۂ شاہ افراسیاب
ہوا اُس سے ہر ایک شاداں وہاں
ہوا خواہ دختر کا سمجھا اُسے
فرنگیش کو ساتھ شہزادہ کے
سوا اسکے ہو کر بہت شادماں
کہ وہ بادشہ زادہ نامور
کہ ہر دم لگا کھینچنے آہ سرد
ارادہ جو کاؤس کے دلمیں تھا

کہا جلکے موبد نے سلطاں کے پس
ہوا شاد شہزادۂ نامور
دیا سنکے گلہر نے یہ جواب
بسان کنیزان بیسل و نہار
گئی لیکے اسباب شادی تمام
پھر اپنی طرف سے بھی اسباب سب
رہا سات دن جشن شاہانہ واں
زر و لعل و اسپان و فیلان و زر
دیا شاہ نے اُس کو دیا ختن
گیا بلخ سے سوئے افراسیاب
خفا ہو کے شہ سے سوئے سیستان
رکھا شہ نے موقوف اور طوس کو

پذیرا کیا شہ نے یہ التماس
کہا جا کے گلہر سے بول کہ گر
کہ راضی ہو نمیں بھیجے اب شتاب
فرنگیش کی ہو نہیں خدمتگذار
فرنگیش کی ماں ہوئی شادکام
بصد شادمانی و عیش و طرب
بصد حشمت و جاہ توقیر و شاں
جہیز اُس کو وانسے ملا اسقدر
کیا لطف سے شہریار ختن
ہوا شاہ کے دلکو اک اضطراب
روانہ ہوا رستم پہلواں
لکھا یوں کہ پھر تو اے نامجو

رفتن شاہزادہ سیاوش طرف ختن و باعث ناموافقت آب و ہوا و روانہ شدن طرف دریائے گنگ و تیار نمودن قلعہ سنگین و دیگر مکانات رفیع و دلپسند و حسد بردن گرشیوز داماد افراسیاب و ورغلانیدنش افراسیاب را و کشتہ شدن سیاوش از دست افراسیاب

سیاوش ملک زادہ نامجو
فرنگیش کو لیکے با فر و شاں
معین کئے مرد واں جا بجا
لب گنگ اک جائے دلچسپ تھے
بنایا وہاں ایک حصن حصین
ہر اک جا تھے انواع نقش و نگار
سپہدار کاؤس عالیجناب
لکھی سبکی صورت بخوبی وہاں

گیا سوئے شہر ختن شادماں
کہ ہووے جہاں خوب آب و ہوا
ملکزادہ کو آکے دی آگہی
حضور اُسکے تھا پست چرخ بریں
بصد رنگ واں جلوہ گر تھی بہار
پشنگ و سپہدار افراسیاب
بنا ہر مکاں غیرت گلستاں

ہوا جبکہ رونق فزائے ختن
خبر دو کہ مسکن گزیں جا کے ہوں
کہا ہے لک مکاں مثل باغ جناں
بنائے درون حصار بلند
کیومرث و جمشید فرخ نہاد
نریماں و ہم رستم و سام و زال
سنی شاہ توراں نے جو یہ خبر

مرخص سپہدار توراں سے ہو
نہ ہرگز خوش آئی ہوائے ختن
با آرام عیش و طرب شاداں رہوں
ملکزادہ نے کی سکونت وہاں
مکاں ہائے دلچسپ و خاطر پسند
فریدوں منوچہر اور کیقباد
کہ تھے جتنے گردان ماضی و حال
تو بھیجے وہاں اور اہل ہنر

سوا اُسکے بھیجا بہت مال و گنج
سیاوش ملکزادہ اسواسطے
سپہدار توراں ہوا شاد کام
حضور سیاوش روانہ کیا
سیاوش سے رکھتا نہا دہ جو کینہ تھا
دلے کینہ سینے میں پوشیدہ تھا
بہت ساتھ اُسکے مدارا کیا
تو پھر دلمیں اُسکے ہوئی اور کد
تو ظاہر کیا یوں کہ ای تاجدار
دماغ اُسکا نخوت سے یکسر بھرا
اطاعت سے تیری نہیں اسکو کام
سنبھالے باطل کو افراسیاب
لگا کہنے یوں شاہ توراں زمیں
مناسب ہے یہ اور بہتر ہے یہ
کہ دیکھا سیاوش نے توراں مرا
یہ ہے مصلحت اے شہ ارجمند
یہ سُنکر لگا کہنے افراسیاب
سیاوش کو نامہ دیا جا کے جب
یہ سُنکر وہ گرشیوز بد نہاد
فریب اُسنے اسطرح وہیں کیا
وہ خامش کا پھر یہ پاسخ دیا
سیاوش کو اُسے دیا یہ جواب
نہیں چاہتا زیر چرخ بلند
نہیں ہے گماں یہ مجھے زینہار
کہ کس طرح اسکو شہ نے ہلاک

حضور ملکزادہ بیدردِ رنج
گیا چھوڑ تھا باپ کے گھر سے
رکھا پھر خوشی سے فرود اسکا نام
تحائف بہت بھیجے اُسکے سوا
یہ چلے ہے تھا کمبخت بیداد دوں
بظاہر تھا مداح شہزادے کا
نظر آیا وہ وزنک وے پیشوا
زیادہ ہوا اور کین و حسد
سیاوش سے غافل ہنوز نہار
تکی میری تعظیم اُسنے ذرا
یہی سوچتا ہے وہ ہر صبح و شام
سنبھلہ اور کہا بس میں ہیں پیچ و تاب
کروں اسکو ضائع تو لازم نہیں
کہ بھیجوں اُسے پیش کاؤس کے
سب احوال بانکا ہو آشکار
کر رکھتے سیاوش کو اب کے بند
کہ پیش سیاوش تو پھر جا شتاب
کہا اُسنے پڑھکے یہ بلند طرب
یہ سوچا کہ گر یہ گرامی نژاد
یہ شہزادہ نامو سے کہا
قسم دیکے شہزادہ نے پھر کہا
کہ ہے بدگماں شاہ افراسیاب
کہ پہنچے تری جان کو کچھ گزند
کہ مجبیر کرے کچھ ستم شہریار
خدا کا نہ ہرگز کہا خوفناک

پری چہرہ گلشہر رشک چمن
ہوا ان دنوں اُس سے پید السپیر
وہیں طفل کے ہاتھ کو زعفراں
گیا لے کے گرشیوز نامدار
کہ شہزادہ ہے نہ اس شان سے
کئی تہنیت نامہ وہ لیکے جب
بزرگی و خوردی کا آداب داں
وہ رخصت ہو نامہ کا لیکے جواب
نہیں وہ سیاوش جو تھا پیشتر
فراہم بہت کی اب اُسنے سپاہ
کہ ہے ملک توراں میں یہ پا فساد
وہیں اپنے دلمیں یہ لایا خیال
پناہ جو کوئی لاوے اپنے حضور
سُنی جب یہ گفتار افراسیاب
یقیں ہے کہ رستم کو لادی یہاں
بہانہ سے اُس کو طلب کیجیے
دلاسا اُسے دیکے اب لے یہاں
کہ پیش شہنشاہ والا جناب
روانہ ہو پہنچے شتابی وہاں
کہ جانا مناسب نہیں اب ہاں
زباں تک سخن کو ذرا لائیے
تو ہے اک ملک زادہ باتمیز
سیاوش نے سنکر یہ پاسخ دیا
یہ سُنکر وہ بدکار کہنے لگا
فراہم کیا تو نے لشکر جویاں

کہ تھی حاملہ وقت عزم ختن
کہ تھا حسن میں رشک شمس و قمر
لگا اور پنجہ کا اُسکے نشاں
بحکم سپہدار توراں دیار
نکلجاوے اسپی اقلیم توران سے
ہوا شاہزادہ قرین طرب
نہ لایا بجا وہ ثریا نشاں
کیا اُسنے جب پیش افراسیاب
بیاں کیا کروں اُسکا میں وہ فریب
وہ رکھے دل میں خیال تباہ
خبردار اے شاہ والا تبار
کہ شہزادہ کو یافت دیکے نکال
وہ غافل تھا سنکے ہے دانش سے خود
تو کمبخت نے پھر دیا یہ جواب
کرے ملک تسخیر سب جنگیاں
نہ تاخیر کو راہ اب دیجیے
غرض لیکے نامہ ہوا وہ رواں
سر و چشم سے جاؤنگا میں شتاب
تو باطل مری بات ہو بدگماں
وہ بولا کہ کیا واسطہ کر بیاں
حقیقت ہے کیا مجھسے فرمائیے
مری جان سے اور دل سے عزیز
کہ سلطان نے داماد مجھ کو کیا
کہ اعزاز اُسکا برادر جو تھا
شہنشاہ توراں ہوا بدگماں

ارادہ یہ اُسنے مصمّم کیا
وہ بولا کہ ہوں بہ سپہر راستی
مگر جہل اب تو ہے گر ہوشیار
یہی مصلحت ہے کہ اب جاؤں دار
غرض رفتہ رفتہ یہ پایا قرار
کہ اے نامور بادشاہِ جہاں
ذرا بھی شفا ہو تو با چشمِ تر
حضورِ شہنشاہِ توراں دیار
ذلیل اُسنے مجھکو کیا ہائے سخت
کہا یوں کہ ہرگز نہ جاؤں وہاں
گیا اُس طرف شاہ لیکر سپاہ
ہوئی راست نزدیک اُسکے تمام
فرنگیس یہ سُنکے گریاں ہوئی
کہا اُسنے چل تو بھی اے دلربا
مجھے چھوڑ کر یاں روانہ ہو تو
روانہ ہوا اور کہا یہ سخن
یہ سُنکر خبر شاہ افراسیاب
ہوئے سر بسر قتل ایرانیاں
شجاع و دلیر و قوی ہے یہ مرد
یہی مصلحت ہے کہ یکسر سپاہ
بھلا قتل یاں کسلئے کیجیے
تو پھر قتل کا حکم شہ نے دیا
رواں ہوکے پھر وانسے افراسیاب
فرنگیس آئی حضورِ پدر!
کہ ایران سے آکے اے بادشاہ

کہ کھینچے تجھے زیرِ چرخِ جفا
غلط شاہ سے ہے گمانِ بدی
وہیں ہیں بابا کے نہ جا زینہار
بجالاؤں فرمانِ شاہِ جہاں
کہاں لکھتے عذر آنے کا ایکبار
یہی آرزو ہے کہ حاضر ہوں واں
قدمبوسی حاصل کروں آنکہ
جو پہنچا تو بولا کہ اے شہریار
کہ یعنی بٹھایا مجھے زیرِ تخت
جو چاہے کرے بادشاہ بیگماں
کہ تا شاہزادے سے ہو کینہ خواہ
لگا کہنے شاہزادۂ ذو الکرام
کمال اُسکی خاطر پریشاں ہوئی
فرنگیس نے تب یہ پاسخ دیا
سلامت تو لے جا غرض جان کو
کہ پیدا اپسر گر ہوا سیمتن
مقابل سیاوش کے پہنچا شتاب
رہا ایک تن بھی نہ زندہ وہاں
دلیری و مردانگی میں ہے فرد
کہ ہے تیر کا اُسکو آماجگاہ!
مگر زندہ اُس کو پکڑ لیجیے
تو یوں پہلوانِ پیل سم نے کہا
مکاں پر سیاوش کے آیا شتاب
پراگندہ گیسو و خستہ جگر
سیاوش ترے پاس لایا پناہ

کیا میں نے یہ راز تجھسے عیاں
لگا کہنے گرسیوزِ بدنہاد
سیاوش سے سو سو طرح سے کہا
دلے اُسنے ہر بات کو رد کیا
فریبِ عدو واں ہوا کارگر
ولیکن فرنگیس رنجور ہے
وہ گرسیوزِ مدبر و کینہ جو
سیاوش ملکزادہ مغرور ہے
نہ ہرگز پڑھا نامہ کو ایکبار
سنی شاہِ توران نے یہ بات جب
سیاوش نے حسبدم سُنی یہ خبر
کہ جاتا ہیں گر پیش افراسیاب
سیاوش سے بولی کہ اے نامدار
کہ اب سمجھا ہے حمل مجھکو ہے
سواران جنگ آزما یک ہزار
تو کیخسرو اُس طفل کا رکھیو نام
ہوا بس وہیں گرم بازارِ جنگ
سیاوش کو لے اسپ آخر گیا
سیاوش کے نزدیک ہو جائینگے
سپہ نے کیا رحم اور یوں کہا
ہجوم آخرش لاکے مرد دلیر
کہ شہزادہ کے قتل میں زینہار
ہوا دیکھ حیراں وہ سارے مکان
خروشاں گئیاں اُن چاک چاک
کیا قصد کیوں اُسکے اب قتل کا

دے دلیں اپنی تو رکھیو نہاں
کہ دے نامدار یہ گرامی نژاد
کہ وسواس ہرگز نہیں ہے روا / ایسا روا
کہ بنیاد دشمن چلا وہ شہزادہ کا
لکھا نامہ شہزادے نے زود تر
تو ناچار بندہ یہ مجبور ہے
روانہ ہوا وانسے لے نامہ کو
دماغ اُسکا اب عرش سے دور ہے
نہ میرا سخن کچھ سُنا زینہار
ہوئی مشتعل آتشِ قہر تب
تو گفتار گرسیوزِ حیلہ گر
تو بیشک مجھے قتل کرنا شتاب
گریزاں ہوا سوئے ایراں دیار
گرفتگی میں کیوں کسے بھلا راہ طے
لئے وانسے ساتھ اور وہ نامدار
اُسے دیکھکر رہیو تو شادکام
ہوا کار خنجر و تیغ و خدنگ
سپہدار توراں نے پھر یوں کہا
تو بس جانکو اپنی دے آئیگا
سیاوش ہے اے نامور بیخطا
سیاوش کو بس لیگیا کر اسیر
نہیں چاہیے جلدی اے شہریار
کہ تیغے بکف غیرت گلستاں
لگی کہنے یوں بادلِ دردناک
ستم بیخطا پر کیا کیوں روا

رکہ خستہ و خوار مجھ کو تو یاں
سمجھ بات کو ادرست کر وہ کلام
ہوئی گرچہ زاری کناں رشک ماہ
فرنگیش آخر ہوئی نا اُمید
یہ کہنے لگی ہو کے زاری کناں
خدا جانے کیا شہ پہ آئی بلا

برائے خدا بخش اسکی نوجان
کہ نفریں کرے خلق تجھپر مدام
و لے بر سر رحم آیا نہ شاہ
ہوئی بس شب تیرہ روز سفید
کہ آیا وطن چھوڑ کے تو یہاں
جواب عہد و پیمان سے پھر گیا

کہ دنیا کا ہرگز نہیں اعتبار
ابھی رستم و زال بھی زندہ ہے
نہ خاطر میں لایا در اسکی بات
حضور سیاوش گئی ماہرو
رکھا شہ نے تجھکو بسان پسر
ترے خون پر ہاتھ باندھی کمر

نہ دم کا بھروسہ ہے کچھ زینہار
سر تخت قایم ہے کاؤس کے
اُٹھایا نہ خون سیاوش سے ہاتھ
کہ دیدار آخر کی تھی آرزو
اُسے تو نے سمجھا بجائے پدر
خدا کا ہرگز کیا کچھ خطر

مجھے باپ سے یہ نہیں تھی امید
کہ جس سے بنیں لرزاں ہوں مانند بید

خدایا تیری مشکل کو آساں کرے
دلِ بدسگالاں ہراساں کرے

غرض دوسرے روز ایک پہلواں
بحکم سپہدار آیا وہاں

سیاوش کو میدانمیں وہ لیگیا
سیاوش پہ دل پیل سہم کا جلا

گیا ساتھ اسکے وہ گریہ کناں
سیاوش ہوا پھر مناجات خواں

کہ پیدا کرے داور دادگر
مرے تخم سے ایک فرخ پسر

دلیر و جوانمرد جویائے نام
کرے دشمنوں سے مرا انتقام

پھر اک تخت قاتل نے لاکر کہا
گیا تن سے شہزادہ کا سر جدا

کیا سر کو آویختہ پھر شتاب
بحکم سپہدار افراسیاب

رواں خون اسکا زمیں پر کیا
ہوئی خون سے روئیدہ واں اک گیا

کہ پر سیاوشاں اس گیا کا ہے نام
اٹھاتا ہے سود اس سے عالم تمام

فرنگیش نالہ و گریاں کناں
سیاوش کے مشہد پہ آئی وہاں

سپہدار توراں کو وہ دردمند
لگی کرنے نفریں بہ بانگِ بلند

وہ گرشیوز اسوقت حاضر تھا واں
سپہدار اس سے یہ بولا وہاں

شتابی فرنگیش کو باندھ کر
تو کر ضرب شلاق اب اسقدر

کہ گر جائے اس کا حمل بیگماں
نہ تخم سیاوش کا رہے نشاں

جو حاضر تھے اس بزم میں نامور
ہوئے دلمیں نفریں کناں سربسر

نہ طاقت رکھے تھا کوئی ناجو
کہ مانع ہوا اس امر سے شاہ کو

گیا سنکے پیران دلیر شتاب
کہ تھا دایۂ شاہ افراسیاب

یہ بولا کہ اے سرورِ انجمن
روا رکھ نہ ایذائے بیچارہ زن

کہ مردی سے یہ بات بس دور ہے
کہیں بھی نہ ہرگز یہ دستور ہے

جو کوئی کرے دخت پر یہ ستم
کہے خلق نفریں اسے دمبدم

فرنگیش خواہان افسر نہیں
طلبگار اورنگ پر زر نہیں

شہنشہ کو ہے پاس خاطر اگر
تو بھیجے فرنگیش کو میرے گھر

کہا شاہ نے یوں کہ لیجا اسے
ترے واسطے میں نے بخشا اسے

ولے اس سے پیدا ہو جسدم پسر
تو لانا مرے پاس اے نامور

جو شہ نے کہا سو پذیرا کیا
فرنگیش کو اپنے گھر لے گیا

ہوا شاہ پر ظاہر آخر یہ راز
کہ بدبخت گرشیوز کینہ ساز

ہوا فتنہ انگیز از روئے کین
سیاوش کی تقصیر تھی کچھ نہیں

پشیماں ہوا خسروِ نامدار
گرا شہ کی نظروں سے وہ نابکار

ولادت کیخسرو از بطن فرنگیش و خواب پریشان دیدن افراسیاب

فرنگیش بیچاری خستہ جگر
رہی تھی با آرام پیران کے گھر

جو نو ماہ گذرے تو پھر ایک پور
تولد ہوا حسن میں رشکِ حور

رکھا نام کیخسرو اس طفل کا
پھر اندیشہ پیران نے دلمیں کیا

کہ بیجاؤں گر پیش شاہ جہاں
تو ضائع کرے طفل کو بیگماں

نہ لایا غرض پیش افراسیاب
بیاباں میں کودک کو بھیجا شتاب

ادھر خواب میں شاہ توراں کو شب
نظر آئی یہ وارداتِ عجب

لئے ایک شمع شخص آیا وہاں
سیاوش سے دنبال اسکے دواں

لئے ہاتھ میں تیغ الماس کار
یہ کہتا ہے وہ سرورِ نامدار

کہ بیدار ہو خواب سے زود تر
شقاوت پہ ایام کے کر نظر

شب جشن ہے اور روز طرب
کہ پیدا ہوا شاہ کیخسرو اب

ہوا خوف پیدا جو دیکھا یہ خواب
اٹھا کانپتا شاہ افراسیاب

طلب شہ نے پیراں کو وہیں کیا
جو حاضر ہوا وہ تو اس سے کہا

کہ یہ آج مجھ کو ہویدا ہوا
فرنگیش سے پور پیدا ہوا

کیا اسنے اقرار تب یوں کہا
کہ اس طفل کو اب مرے پاس لا

لگا کہنے وہ اے شہ نامجو
بیاباں میں بھجوا دیا طفل کو

یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب
کہ یاں کیوں نہ لایا دیا یہ جواب

ہوا خوف و اندیشہ اُسدم مجھے — کہ خدا جمع کرے تو مبادا اسے
ہوا ایک تو ظلم یہ تجھسے آہ — سیاوش کو کشتہ کیا بیگناہ

اور اب دوسرے ناحق اُس طفل کو — کرے قتل گرائے شہ نامجو
تو ایسا نہ ہو پھر کہ آئے بلا — تو ہووے گرفتار قہر خدا

غرض اس نظر سے میں لایا نہیں — اُسے لا کے تجکو دکھایا نہیں
تری بہتری چاہوں شام و پگاہ — کہ ہوں میں نہیں تیرا بندۂ خیرخواہ

سیاوش کو جیسے کیا تھا ہلاک — ہُبے تھا دل تاجور خوفناک
وہ دیکھے تھا خواب پریشاں مدام — پراگندہ خاطر تھا ہر صبح و شام

سُنی بات پیران ویسہ کی جب — رہا وہ سپہدار خاموش تب
نہ لایا زباں پر سخن کو ذرا — تو پوچھا پھر اُس طفل کا ماجرا

وہ پرورده ہو کر بیابانہیں جب — ہوا دس برس کا بالطاف رب
تو پیران ویسہ نے بھیجے وہاں — ہنرمند دانا و کار آگہاں

کریں تربیت تا کہ شام و سحر — سکھائے اُسے الغرض سر بسر
وہ پیران تھا شہ کا مختار کار — لگا ایکدن کہنے اے شہریار

سیاوش کے فرزند کو مرد ملی — بیابانہیں ڈال آئے تھے تا کہ وہاں
نہ زندہ رہے کودک شیر خوار — نہ گردن پہ تیری ہو خوں زینہار

ولیکن یہ پہنچی خبر اب مجھے — کہ اُس دشت سے ایک چوپاں اُسے
خوشی سے اُٹھائے گیا اپنے گھر — کیا اُسکو پرورده شبل اسپر

مگر لوگ کہتے ہیں دیوانہ ہے — شعور و خرد سے وہ بیگانہ ہے
یہ پیران سے بولا افراسیاب — کہ دیکھوں میں اُسکو بلاؤ شتاب

وہیں شیں کیخسرو ذوالکرام — یہ پیران ویسہ نے بھیجا پیام
کہ دیوانہ بن کر تو یاں آئیو — زباں پر پریشاں سخن لائیو

غرض لے گئے دشت سے مرماں — اُسے بالباس شاہی وہاں
کیا تاجور کو سلام اُسنے جب — ہوا کچھ سپہدار شرمندہ تب

لگا پوچھنے اس سے کچھ شہریار — وہ پاسخ لگا دینے دیوانہ وار
کہا شہ نے کچھ طفل نے کچھ کہا — سوال اور تھا واں جواب اور تھا

سنی گفتگو طفل کی اُسنے جب — سپہدار ہنسکر لگا کہنے تب
کہ یہ طفل دیوانہ ہے بیگماں — یہ بولا وہ پیران ویسہ کہ ہاں

جو کوئی بیابانہیں پرورده ہو — نہ کودن ہو کیوں اے شہ نامجو
کہا شہ نے یہ طفل دیوانہ دار — نہیں ہے کسی کام کا زینہار

نہیں کچھ بدو نیک کا اس سے ڈر — نہیں کینہ جوئی کا ہرگز خطر
جو چاہو تو لیجائے اس طفل کو — فرنگیش کے اب حوالے کرو

سیاوش کا جو ساختہ ہے مکاں — عیاں ہے مزار سیاوش وہاں
یہ کہہ دو کہ مسکن گزیں جاکے ہو — رکھے پاس آپ اپنے فرزند کو

سُنی جب یہ گفتار افراسیاب — تو پیران ویسہ نے اسکو شتاب
حوالے کیا بس فرنگیش کے — لیا گھر سے پھر اپنے رخصت اُسے

فرنگیش جسدم کو پہنچی وہاں — تو ویراں پایا وہ شہر سیکاں
ملکزادہ کے مشہد خاک پر — جو دیکھا تو روئیدہ ہے سبزہ سر بسر

فرنگیش و کیخسرو مہ جبیں — ہوسے اسکے سایہ میں مسکن گزیں

خبر یافتن شاہ عالیجناب کیکاؤس از کشتہ شدن شہزادہ والاتبار سیاوش وطلبیدن رستم پہلوان از زابلستان و عزیمت تہمتن با فوج گران برائے انتقام سیاوش طرف توران و جنگ با افراسیاب و فتح یافتن و ہفت سال در توران ماندن !!

سُنی شاہ کاؤس نے یہ خبر — کہ ترکوں نے کاٹا سیاوش کا سر
ہوا سخت دلگیر و اندوہ گیں — کسی کو روانہ کیا پھر وہیں

کہ رستم کو زابل سے لائے یاں
سیاوش کا اُس کو ہوا یہ الم
گیا اس سبب سے وہ یاں سے نکل
وہ بولا کہ اے شاہ آفاق گیر
یہ بدکیش ہے سخت بیدادگر
کیا قتل واں اُسنے سودابہ کو
کروں قصد اب سوئے افراسیاب
دلیران و گردان ایران دیار
وہ پہنچے جو سرحد میں توران کی
دے وقت پیکار کے وہ جوان
عزیز دل شاہ افراسیاب
کہ رزم سرخہ کو کرکے اسیر
کیا طوس نے خنجر تیز جب
تصدق میں شہزادی کے روح کے
کرے ہے یہ الحاح وزاری یہاں
نہ ہرگز کروں رحم اے پہلواں
وہیں پھر سر سرخہ روسیاہ
گئی جب خبر پیش افراسیاب
غرض لیکے پھر لشکر بیحساب
وہ لشکر مقابل ہوئے جب وہاں
کروں ساتھ میں جا کے رستم کے جنگ
تو میں ملکیت نصف بخشوں تجھے
اگر ساتھ اُسکے کروں کارزار
یقین ہے کہ یہ پہلوان دلیر
عنایت کیا اور کہا یوں کہ ہاں

یہ سنتے ہی وہ رستم پہلواں
کرتا صر ہے جسکے بیاں سے قلم
گیا بلخ سے یعنے سوئے اجل
تو اُسکا بھلا کیوں ہے فرزند نیک
کروں تن سے اُسکے جدا جا کے سر
نہ بولا وہ آزادہ شہ نام جو
قیامت کروں جا کے برپا شتاب
گئے ہمرہ رستم نامدار!!
مقابل ہوا ایک گرد آنکے
ہوا قید ہستی سے آزاد واں
پئے جنگ و پیکار آیا شتاب
حضور پدر کے گیا وہ دلیر
یہ کہنے لگا طوس سے پر غضب
مجھے بخش اور درگذر خون سے
کہے تو اسے جانسے دوں یہاں
کروں قتل ترکو نکو پاؤں جہاں
روانہ کیا پیش کاؤس شاہ
کیا گرچہ اُسنے مثال سحاب
روانہ ہوا شاہ افراسیاب
ہوا گرد سے مہر تاباں نہاں
کروں غرق خوں اسکو اب بیدرنگ
اور اک دختر مہ جبیں دوں تجھے
تو جانبر نہ ہو پیل سم زینہار
کرے وقت پیکار رستم کو زیر
تہمتن سے کر جا کے جنگ ایجواں

روانہ ہو زابل سے آیا شتاب
یہ بولا کہ تھا کہ اے شہ نامدار
کہا شہ نے سودابہ کمبخت ہے
جو کوئی کہ ہو سر در انجمن
رہا سنکے خاموش شاہ جہاں
تہمتن لگا کہنے یہ بعد ازاں
یہ کہکر وہیں باسپاہ گراں
صغیر و کبیر اور پیر و جوان
کہ اُس گرد کا نام آباد تھا
یہ جب شاہ توراں کو پہنچی خبر
فرامرز پور تہمتن وہیں
کہا طوس سے اُسنے اے نامور
کہ تھا شاہزادے کا میں دوستدار
سر رحم آیا طوس دلیر
یہ بولا تہمتن خدا کی قسم!
شتاب اُسکے تن سے تو کر سر جدا
شہنشہ نے دروازے پر قلعہ کے
عزیز اُس ستمگر کو تھا وہ اسیر
شتابی سے پہنچا پئے کارزار
برادر جو پیراں کا تھا پیل سم
کہا شاہ نے یوں کہ گر گشتہ ہو
یہ پیراں نے سنکر گذارش کیا
کہا شاہ نے پیل سم ہے جواں
براق اپنے پھر پیل سم کو تمام
وہیں پیلسم سوئے میداں گیا

حضور جہاندار کیواں جناب
اُسے خوف سودابہ نابکار
مرا دل تنگ اُس سے اب سخت
یہ لازم نہیں ہو جو محکوم زن
گیا پھر شبستان میں وہ پہلوان
کہ اے شاہ شاہنشہان جہاں
رواں سوئے توراں ہوا پہلوان
سبھی تشنۂ خون تورانیاں
وہ یعنی کہ حاکم تھا سنجاب کا
تو شہزادہ اک سرخہ نامدار
مقابل ہوا اُسکے از روئے کیں
کہ مثل سیاوش اُسے قتل کر
بہت اُسکے غم سے ہوا اشکبار
یہ بولا کہ اے رستم شیر گیر
جہاندار کشور کشا کی قسم
یہ سنکے اُسے ذبح اُسنے کیا
گیا اُسکو آویختہ کہنے سے
ہوا اُسکے غم سے بہت نوحہ گر
سوئے پہلوانان ایراں دیار
وہ بولا کہ اے شاہ کیواں علم
تہ ہے ہاتھ سے رستم نام جو
کہ رستم ہے گرد و ہنر آزما
دلیر و قوی بازو پہلواں
دے اور اک توسن تیز گام
یہ گردان ایران سے اُسنے کہا

کہ وہ رستم پیلتن ہے کہاں
یہ بولا کہ اک ترک سے آنکر
خروشاں ہوا اُسنے مین جوں پیل مست
ہوا گیو جنگی پہ جب وقت تنگ
پہ اُس ترک نے کھینچکر تیغ کیں
یہ بولا تو کرتا ہے جسکو طلب
تہمتن سے کہنے لگا پیلسم
تہمتن یہ بولا کہ اے پر الملک
یہ کہکر ہوا ترک سے گرم کیں
کہا دلیں رستم نے ایسا سوار
کمر بند میں پیلسم کے وہیں
سر خاک بدخواہ کو ڈال کر
اسے بخش اب دختِ تاج و سپہر
سیاوش کی جان پچ ملکی ہو جفا
نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا
کہ اے نامداران توراں و مایہ
سپہدار نے پہر مکرر کہا
اُسے جبکہ رستم نے مانند کاہ
ہمارا ہو اب قتل منظور گر
ملے ہمسے ہو گا نہ یہ زینہار
کیا آپ ناچار پہر قصد جنگ
تو اب مجھسے ہو آنکے ہم نبرد
یہ کہکر گیا سوئے میداں شتاب
سپہدار نے نیزہ اک آن کر
یہ چاہے تھا پہر رستم ارجمند

جسے لوگ کہتے ہیں شیر ژیاں
نہ ہرگز لڑے رستم نامور
ہوا گرم کیں ترک چالاک دست
مدد کو شہ امر ز تب بید رنگ
کیا کینہ خواہونکو زخمی وہیں
وہ رستم بھی آیا خبردار اب
یہ ہے شرط مردی کہ تم اور ہم
نہ چاہیں کبھی مینے ہرگز کمک
اور اُس ترک نے تیغ ماری وہیں
نہ ترکوں سے دیکھا کبھی نہ سنا
کیا بند نیزے کو اندر وں کمیں
خروشاں ہوا رستم نامور
کہ مصلحت ہے بہت دلپذیر
اب ان دونوں سے تو کیا کریگا وفا
کہ یکسر زبوں دل سپہ کا ہوا
کہو کون آج جنگی سوار
سر ان سپہ نے یہ پاسخ دیا
اُٹھا زمیں سے پھینکا سوئے قلب گاہ
تو پھیریگا کوئی نہ زینہار پہر
جو اُس اژدہے سے کریں کارزار
گیا سوئے میداں غرض بیدرنگ
یہ سنکر ہوا خندہ زن شیر مرد
مقابل ہوا اُسکے افراسیاب
جو مارا اسے رستم نامور
کمر بند میں کرکے نیزہ کو بند

یہ سنکر وہیں گیو جنگی سوار
یہ کہہ کر وہیں گیو نے بیدریغ
کمر میں کیا گیو کے نیزہ بند
کیا کرکے تیغ سر افشاں علم
ہوئے جبکہ زخمی فرامرز و گیو
یہ سنکر وہیں عطف کرکے عیاں
کریں جنگ میداں میں اور بشیا زیرہ
کہا پہر یہ دونوں سے پہر جاؤ تم
شکستہ ہوئی لگ کے بس خود پر
یہ ترک دلاور ہے چالاک دست
اٹھا کر زمیں سے جوں برگ کاہ
کہا یوں کہ اے شاہ توراں جہاں
بایدر بخت و زند تک و تیغ
یہ کہکر سنبھائے و شوار سخت
سر چرخ روز دیگر آفتاب
مقابل تہمتن کے ہوئیگا واں
کہ تھا پیلسم اک یل نامدار
کسے تاب پہر کون ایسا ہے مرد
یہاں ہاتھ سے اپنے ہر ایک کو
کہا پہلوانوں نے جب یہ سخن
کہا شاہ نے واں بآہنگ بلند
کہا جاکے یوں شاہ توراں سے اب
ہوئی بارش تیر پہلے وہاں
تو جا پہنچی چرم کمر تک سناں
زمیں سے سپہدار کو لے اٹھا

گیا سوئے میداں پئے کارزار
یہ چاہا کہ کیجے اُسے زیر تیغ
کہ زیں سے جدا ہو یل ارجمند
کیا نیزے کو پیلسم کے قلم
تو پہنچا تہمتن بھی کرکے غریو
وہ آیا سوئے رستم پہلواں
نہ ٹھیرے یہاں اب یہ دونوں سوار
توقف نہ اب درمیاں لاؤ تم
ہوا لیکے پر درد رستم کا سر
توانا و پر زور جوں پیل مست
گیا جانب قلب توراں سپاہ
وہ ہے پہلواں باشکوہ و وقار
یلاں کو تو کرتا ہے پامال رنج
پہر اوانسے وہ گرد فیروز بخت
جو نکلا تو بولا یہ افراسیاب
رہے سنکے خاموش سب پہلواں
توانا و پر زور جنگی سوار!
کرے جو تہمتن سے جاکر نبرد
تو کر قتل اے خسرو نامجو
تو غمگیں ہوا سرور انجمن
کہ اے پہلواں رستم ارجمند
سیاوش کا کینہ بالطاف رب
لگی چلنے باہم سناں بعد ازاں
سنا خیر سے لیک جسم جواں
وہیں ایک جانب سے نکل گیا

تہمتن نے مارا جو نیزہ شتاب
غرض ترک نے رخش کو زود تر
لگی ہاتھ فرصت تو افراسیاب
دلیری سے پھر رستم پہلواں
وہیں لشکر رستم نامدار!
سہ فرسنگ چوں اژدہا گردماں
ہوئی فوج رستم ظفریاب جب
روانہ کئے بس وہیں مردماں
وہ آیا تو پیراں سے شہ نے کہا
دیا بھیج شہزادے کو پھر وہاں
بہت ملک تسخیر اسنے کیا
کیا قتل ترکوں کو پس جابجا
تہمتن بصد فر و جاہ و جلال
تہمتن نے پھر قصد ایراں کیا
غرض گیو کو کرکے رخصت وہ گرد
زر و مال و اسپان با زین و زر

لگا بر سر اسپ افراسیاب
دلیری سے مارا جو گرز آن کر
سوار اور گھوڑے پہ ہو کر شتاب
ہوا سوئے رہ واں جو حملہ کناں
تہمتن کے شامل ہوا آن کر
گئی فوج ایراں تعاقب کناں
ہوا شاہ توراں کو اندیشہ تب
کہ تا شاہزادے کو لے آویں یاں
کہا رکھئے اسنے یہ پاسخ دیا
کہ تا کوئی اس کا نہ پاوے نشاں
بہت گنج اور تخت و افسر لیے
نہ اک ترک واں جز رعیت رہا
رہا ملک توراں میں تا ہفت سال
طلب کرکے تب گیو کو یوں کہا
فرامرز کو ملک کرکے سپرد
غلامان ترک اور گنج گہر

یہ بیتابی اسدم ہوئی اسپ کو
ہوا رخش اس گرز سے دردمند
گریزاں ہوا چھوڑ میداں کو
تو ہوماں نے لی وانسے راہ فرار
یہ تورانیوں میں نہ تھی تاب جنگ
غرض اسطرح ترک کشتے ہوئے
کہ شہزادہ کیخسرو نام جو
گئے لوگ اور اس کو لائے شتاب
رکھو اس کو دریائے چیں کے ادھر
سپہدار توراں کو کرکے تباہ
سران سپاہ کے لگا ہاتھ زر
جو لیتا کوئی نام افراسیاب
روانہ کیا لشکر بے حساب!
کہ اے گیو اب لاکے کر جستجو
ہوا سوئے ایراں وہ نامی دلیر
گیا لیکے جب پیش کاؤس شاہ

کہ بس گر پڑا وہ شہ نامجو
رہا لیک قائم یل ارجمند!
بچا لیگیا اپنی وہ جان کو
گیا اس کے دنبال وہ نامدار
فراری ہوئے سر بسر بیدرنگ
کہ کشتے گئے تا چرخ پشتے ہوئے
پڑے ہاتھ رستم کے ایسا ہو
حضور سپہدار افراسیاب
کہ ہرگز نہیں ہے وہاں کچھ خطر
تہمتن ہوا ملک توراں کا شاہ
تو نگہ ہوئی وہ سپہ سربسر
تو رستم اسے قتل کرتا شتاب
بدنبال سلطان افراسیاب
تو کیخسرو نام بردار کو
شگفتہ دل و خرم و شادماں
بہت خوش ہوا شاہ گیتی پناہ

رفتن گیو بتلاش کیخسرو و ذیشان یافتن ملکزادہ و معاودت طرف ایران جنگ با کلباد و پیران

یل نامور گیو جنگی سوار!
کسی کو نہ ساتھ اپنے وہ لیگیا
ہر اک سے تھا پرساں تن کی بات
ہر اک راہبر کو وہ جنگی جواں
رواں ہو گیا گیو جب بعد ازاں
جو دیکھا تو پھر اسنے وقت سحر
بتا دیں اسے اس جزیرہ کا نام

بفرمودہ رستم نامدار
فقط آپ تھا یا کہ شبدیز تھا
نشان ملکزادۂ جم نشاں
کرے قتل تھا دشت در میاں
یہ گودرز نے خواب دیکھا یہاں
روانہ کئے چند مردم ادھر
جہاں ہے وہ شہزادۂ ذوالکرام

شتابی سے شبدیز پر کرکے زیں
ہر اک جا سے لیتا ہوا راہبر
نشاں اس کا کوئی بتاتا نہ تھا
وہ پہونچا تا کوئی جا کر کہیں
کہ مسکن کا اپنے بتاتا ہے نام
کہ تا گیو کے جا کے ہوں رہنما
شتاباں ہوئے زیر چرخ بریں

روانہ ہوا سوئے دریائے چیں
تھا یاد وہ پہلواں یل نامور
مکاں اسکا ہرگز وہ پاتا نہ تھا
خبر شہ سالار توراں زمیں
ملکزادہ کیخسرو ذوالکرام
رہیں ساتھ اب اسکے صبح و مسا
نہ لیکن ملا گیو کو کہیں

اُٹھاتا ہوا محنت و رنج و درد
نہ خواب اُس کو تھا اور آرام تھا
کہیں خسرو نامور کا نشاں
خیال آگیا دل میں یہ ایک بار
کیا گیو نے رنج پھر اختیار
لگے پوچھنے گیو سے اے جواں
کیا راہ کو گم شکار افگناں
کیا گیو سے یہ انہوں نے بیاں
سنا یہ سخن جب تو وہ شیر مرد
کٹی دن سے جو گیو بے خواب تھا
اُسے خواب میں الغرض چھوڑ کر
گیا تھا جو دریافت اُنسے اُدھر
گل تازہ کا سرو سر پر اک
کہا اپنے دل میں اُسے دیکھ کر
مگر ہے سیاوش کا فرزند تو
کہ ہے گیو گودرز کا تو پسر
لگا کہنے پھر وہ یل نیک خو
مرے باپ کا ایک ایوان ہے
بہم رستم و طوس و گودرزیاں
یہ بولا کہ اے خسرو خسرواں
پر اک اور بھی عرض ہے خسروا
منقر سیہ ہوتا تھا اک نشاں
سخن سُن کے خسرو نے یہ گیو کا
یہ دیکھا تو شاداں ہوا پہلواں
کیا اُس کو گھوڑے پہ اپنے سوار

شب و روز تھا گیو صحرا نورد
بیاباں نوردی کی بس کام تھا
نہ پایا تو بیتاب ہوا پہلواں
کہ پھر چلئے اب سوئے ایران دیار
رکھا سر سوئے وادی کوہسار
تو سرگشتہ کیوں ہے اکیلا یہاں
بیاباں میں آگیا ناگہاں
کہ پیران کے ہیں ہم فرستادگاں
ہوا اُنکے ہمراہ جادہ نورد
اُسے خواب داں رات کو آگیا
وہاں سے وہ غائب ہوئے سر بسر
روانہ ہوا گیو وقت سحر
کف دست پر اُسکے ساغر ہے ایک
کہ شاید ہے یہ خسرو نامور
جہاندار کیخسرو نام جو
یہ سُنکر وہیں پشت زیں سے اُتر
کہ اے بادشاہزادۂ نامجو
کہ خوبی سے رشک گلستان ہے
جو آدیں تو پہچان لوں بیگماں
نشان کیانی ہے تجھسے عیاں
کہ بازو کو اپنے ذرا کیجے وا
سر بازوئے خسروان کیاں
وہیں اپنا بازو برہنہ کیا
ادب سے ہوا وہیں سجدہ کناں
جلو میں ہوا گیو فرخ تبار

خورش گور گوشش بکی تھی چرم گو
کہا گیو دریائے چیں سے گذر
لگا کہنے افسوس کرکے کمال
کہ مردمی نے اجازت نہ دی
دو چار آگے جا کر ہوئے چند کس
بہ ترکی زباں گیو نے یوں کہا
کہ یہ کہو یاں تمہارا گذر
خبر اپنے خسرو کی جانتے ہیں ہم
نمایاں ہوئی رفتہ رفتہ جو شام
ہوئے گیو سے کچھ وہ اندیشہ مند
وہ جاگا تو اُن کو نہ پایا وہاں
پھر اک چشمہ پر جا کے پہنچا وہاں
عیاں ہے جبیں سے شکوہ شہی
وہیں گیو نے اُسکو کر کے سلام
یہ سُنکر کہا اُس جواں نے وہیں
دیا گیو نے اپنے سر کو جھکا
مجھے تو نے پہچان کیونکر لیا
کھینچی صورت پہلوان تمام
وہ کس طرح تو نے جانا مجھے
تری شان سے یہ ہوا آشکار
نشاں کیاں تا پدیدار ہو
کہ تھا یعنی ارث کی کیقباد
برہنہ ہوا جب کہ بازوئے شاہ
سپہدار توران و ایران کا
قرین طرب وانسے ہو گرداں

بجائے نمک نمکداں آب شور
نہ مقصد کا پھر ہاتھ آیا گہر
گئی رائیگاں محنت ہفت سال
جیانے بھی زنہار رخصت نہ دی
یکایک ہوئے آن کر ہم نفس
مجھے شوق ہے بیشتر صید کا
کدھر سے ہوا جاوئے تم کدھر
فلانی جگہ ہے وہ فرخ شیم
تو یکجا کیا رہرواں نے قیام
کہ ایسا ہو اُس سے پہنچے گزند
وہ نے خسرو نامور کا نشاں
یہ دیکھا کہ بیٹھا ہوا اک نوجواں
نمایاں ہے یکدست فرہی
گذارش کیا اُسکو اے ذوالکرام
کہ ای پہلواں مجھکو ہے یہ یقیں
ادب سے زمیں بوس حاصل کیا
تب اُس نوجواں نے یہ پاسخ دیا
بتایا مجھے ماں نے ہر ایک کام
ہوا نام معلوم کیوں کر تجھے
کہ ہے تو ہی کیخسرو نامدار
تشفی گزیں خاطر زار ہو
دلیل درستی و نسل نژاد
نمایاں ہوا وہ نشان سیاہ
بیاں ماجرا اُسکے آگے کیا
جہاں تھی فرنگیس آئے وہاں

فرستادہ پیراں کے اُس چشمہ پر
ہوئے جب نہ مقصد پہ وہ کامیاب
غرض گیو و خسرو قرینِ طرب
مبادا کہیں مردمانِ حسود
وہاں ہیں اور اک گروہ بہزاد نام
یہ سنکر گیا گیو جنگی جواں !!
سوار اُن پہ ہو کر وہاں نے تبھی
یہ پیراں کو سنکر ہوا اضطراب
سہ صد لیکے ساتھ اپنے مرداں کار
اُسے دیکھ کر گیو جنگی سوار
سنی تھی یہ اختر شناسوں سے بات
رہیگا یہ محفوظ آفات سے
ہر اک سمت گھوڑے کو دوڑا رہا تھا
پھرا گیو جنگی بہ فتح و ظفر
کہا گیو سے شاہزادے نے یوں
مدد سے شہا تیرے اقبال کی
ہوئے راہ ہمراہ دانسے رواں
کہا گیو کا جاکے احوال جنگ
وہ گلباد کہتا تھا یہ بار بار
سپہ لیکے تورانسے پھر بکیہ اں
سپہدار پیراں کینہ پژوہ
ہراول تھا اُسکا ولا در نشین
نمایاں ہوا دور سے جب علم
جگایا وہیں خسرو و گیو کو
ستمبر زندہ افواج تورانسے ہوں

گئے جب تو پائی اُنہوں نے خبر
تو بس پھر گئے سوئے پیراں شتاب
گئے جب فرنگیش کے پاس تب
خبر پاکے پہنچے یہاں مثل دود
بہت دلپسند اور ہے تیز گام
بسوئے چراگاہ اسپاں دواں
فرنگیش و کیخسرو و گیو بھی !
کہ ضامن تھا وہ بیش افراسیاب
گیا کر کے یلغر شقاوت شعار
ہوا آکے آمادۂ کارزار
کہ ہو دیگا کیخسرو خوش صفات
غرض جمع خاطر تھی اسبات سے
نہ ترکوں کو خاطر میں کچھ لائے تھا
گیا پیش کیخسرو نامور
کیا تو نے بیدار مجھ کو نہ کیوں
مخالف کی سب فوج پامال کی
وہ کھایا جو کچھ ہاتھ آیا وہاں
ملامت کی اُسنے اُسے بیدرنگ
نہیں سام دستم سے کم وہ سوار
ہوا آپ پیراں ویسہ رواں
کہ ہر بعد جلتا تھا بقصد گروہ
تو یکدشت گرد نکش وہ پیلتن
تو سوچی فرنگیش فرخ شیم
ہوئے جبکہ بیدار وے ناصحو
تن خیل ترکاں کروں غرق خوں

کہ اک گرد اقلیم توران کا
فرستادہ گودرز کے پہرہ ہیں
وہ بولے کہ تاخیر کیجے نہ یاں
یہاں سے ہے نزدیک اک مرغزار
سیاوش کے گلّے کا ہے اک سمند
وہیں کر کے لایا اسیر کمند
روانہ ہوا سوئے ایراں دیار
روانہ کیا اُس نے گلباد کو
اُدھر خواب میں تھا وہ بیدار بخت
پکڑ گرز اور کھینچکر تیغ تیز
جہاں تاجور بادشاہ عظیم
وہ گودرز لاور یل شیر زاد
جو میداں میں مغلوب تن کاں ہوئے
کیا جنگ کا ماجرا سب بیاں
وہ بولا نہ تھا یہ گوارا مجھے
ہوا شاد واں خسرو پاک دیں
گیا جب کہ گلباد پیراں کے پاس
کہ اک پہلواں سے بایں فرو شاں
ولیکن نہ پیراں کو تھا کچھ یقیں
فرنگیش رشکِ مہ و آفتاب
تفحص کناں تبک کے پہنچا وہاں
وہ کیخسرو و گیو سے لے تھے واں
وہ پیراں ویسہ اب آیا ادھر
تو کہنے لگا خسرو نامدار
وہ بولا کہ اے شاہ فرخ خصال

یہاں سے ملکزادہ کو لے گیا
گئے پھر کہیں گیو پایا نہیں
ابھی ہو چلے سوئے ایراں رواں
کہ اسپان سلطان توراں دیار
اُسے جاکے لائے یل ارجمند
نہ تہا وہ اسپ اور بھی اک سمند
ہوئی ساتھ تائید پروردگار
بدنبال کیخسرو نام جو بار
کہ پہنچا اُدھر وہ نکو نام بخت
بیاباں میں برپا کی اک رستخیز
بنا بید فضل خدائے کریم
کہ رکھتا تھا اُس قول پر اعتماد
سراسیمہ یکسر گریزاں ہوئے
ہوا سنکے خسرو تاسف کناں
کہ بے چین کرتا جگا کر مجھے
کہا مرحبا صد ہزار آفریں
عیاں اُسکے چہرے سے تہا بیم و یاس
گریزاں ہوئے تین سو پہلواں
ہوا سنکے یہ ماجرا خشمگیں
نہ رکھتی تھی زینہار یلغر کی تاب
ملکزادہ منزل گزیں تھا جہاں
کہ پہنچے وہاں جاکے تورانیاں
ہمیں تاکہ لیجا کے پابند کر
کرے پہلواں ہیں بھی تو اکی بار
تو ہے نوجواں بلکہ ہے خردسال

ابھی تو نے پیکار دیکھی نہیں
کہا پھر یہ خسرو نے اے شیر مرد
یہ سنکر دیا گیو نے پھر جواب
نہ رستم سے زینہار کمتر ہوں میں
اور اپنی مجھے دختر مہ جمال
مرا خالقِ مہر مہ یار ہے
یہ کہہ کر دہیں گیو جنگی سوار
پشن سے لگا کہنے وہ پہلوان
تو ہی گیو آیا ہے ایران سے
یہ کہکر اٹھایا جو گرز گراں
نہ ہرگز ہلا گیو مرد دلیر
تو جوشن سی کر کے پشن کے گذر
وہ تا پیران ویسہ پھر آیا وہیں
ولیکن خبردار اب اے جواں
نہ دہ پارہ اور چاک کر پیراہن
کہ میں ہر دو زن کو تری جانتا ہوں
جہاں میں بجز رستم شیر مرد
کیا کشتہ و خستہ گر آن کے
کوئی زندہ اس فوج میں جو رہے
وہاں سے میں پھر آؤں با کر و فر
یہ گفتار جنگی یل نامور !!
کہ جاد رگذر اب تجھے میں نے کی
یہ کہہ کر وہیں گیو جنگی جواں
وہیں پھر دلاور نے پھینکی کمند
دیے اس جوانکے ورا جسم پر

مبادا کچھ آسیب پہنچے کہیں
کروںگا مدد تیری وقت نبرد
کہ اے تاجدار ثریا جناب
ہنر اور قوت میں یکسر ہوں میں
تہمتن فدی ہو کے شاہ کماں
اور اقبال شاہی مددگار ہے
گیا سوئے میداں پے کارزار
کہ تو کون ہے تک تباہ جواں
چھڑا لے چلا شہ کو توران سے
نہ لایا سپر سر یہ وہ پہلوان
رہا پشت توسن پہ قائم وہ شیر
ہوئی کالبد پر سناں کارگر
لگا گیو سے کہنے از روئے کیں
کہ میں آن پہنچا بگرز گراں !
عوض اسکے پہناؤں تجھکو کفن
پکڑ لے گیا تھا نہ کین سے
نہیں ہے کوئی بھی مرا ہم نبرد
ہزاروں سوار وں کو توران سے
تو پھر کھیوت مرد میداں مجھے
جہاندار خسرو کو لیکر ادھر
ہو اسکے پیراں کے دل پر خطر
رہائی تجھے ہاتھ سے اپنی دی
ہوا سوئے بدخواہ حملہ کناں
ہو جا کے گردن میں پھر انکے بند
کوئی زخم ہوتا نہ تھا کارگر

مری تن میں ہے جب تلک جان زار
ادھر تو ہے تنہا ادھر کینہ خواہ
تہمتن کے مانند میں نے کہیں
بہت اسنے ہاں آزمایا مجھے
لگا کہنے پھر گیو فرخندہ خو
بلندی پہ آ کر تماشا تو دیکھ
ادھر سے پشن لیکے نیزہ بڑھا
دیا پاسخ اسنے کہ ہو تمین پشن
یہ وزدی تو کر کے کہاں جائیگا
لگی ضرب گرز گراں اسقدر
سپر چھوڑ کر لیکے نیسندہ دہیں
ہوا غرق ہو تمیں سراپا بدن
کہ تو نے مری فوجکو دی شکست
ترے سر پہ لاتا ہوں کیا کیا بلا
دیا اس جوانمرد نے یہ جواب
تری تاب کیا ہے جو میدان میں تو
تہمتن کو دیکھا ہے تو نے وہاں
اور اب فوج کو تیری میدان میں
گرفتار کر کے پھر اے نابکار
نہ توراں رہے پھر نہ افراسیاب
ہوا نا امید اپنی وہ جان سے
یہ بولا کہ تو نے تو چھوڑا مجھے
وہ پیراں کہ بزداں ہوا بدرنگ
ہوئے ترک اس وقت حملہ کناں
یہ دیکھو دلیری گرد بلند

یہ شایاں نہیں تو کرے کارزار
رکھے ہے بہت ساتھ اپنی سپاہ
مدد وقتِ پیکار چاہی نہیں
برابر غرض اپنے پایا مجھے
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
سر جنگ کرتا ہوں کیا کیا تو دیکھ
ہوا گیو یل سے وہ جب آزما
سرافراز گرداں یل پیلتن
یہاں سے تو جانے نہیں پائے گا
سوا خوں ٹپکا بر تن و گوہر
جو بارا دلاور نے از روئے کیں
ہوئی بس نہ خاک جائے پشن
کیا سر بلندوں کو یکدست پست
نہ خاک دیتا ہوں تجھ کو بلا !
وہی ہو نہیں ہے ترک خانہ خراب
مرے ساتھ ہو آنکے جنگ جو
کہ تنہا گئے یازدہ پہلواں
نہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں
تجھے لے چلوں سوئے ایران دیار
کروں ملک توران کو یکسر خراب
لگا کہنے اس مرد میدان سے
ولیکن میں کب چھوڑتا ہوں تجھے
کہ دیکھی نہ زینہار پائے جنگ
لگے چلنے واں تیغ و تیر و سناں
کہ اک ہاتھ سے کھینچتا تھا کمند

اور اک ہاتھ سے اُسکے پھر دم وہاں
کمند اُسکے دے ہاتھ میں وہ جواں
ظفر یاب ہو کر یہ چرخ بلند
بصد عجز پیران زاری کناں
کہ اے گیو یہ ترک ہے دوستدار
رکھا اُسنے خسرو کو چوپان کے گھر
شب و روز حاضر تھے خدمتگزار
وگرنہ ہمیں شاہ توران میں
اگر بعد نیکی کے اے پہلواں
غرض اُسکی جاں بخشی اب ہے ضرور
کہ غلطاں کروں اُسکے خون سے زمیں
جو ٹپکے ذرا تیرے خنجر سے خوں
غرض گیو نے اس طرح سے کیا
حقیقت جو کچھ تھی سو یکسر کہی
گئے مرد ہاں سوئے جیحوں رواں
سپہدار توراں بھی پھر بعد ازاں
وہ چلتا تھا ہر روز سہ صد گروہ
گئے رفتہ رفتہ وہ جب گھاٹ پر
کہا یوں سند ہے ترے پاس گر
گذرباں نے پاسخ دیا یہ کہ خیر
کہا گیو نے تب کہ اے نوجواں
گذرباں نے پھر یوں کہا اے عزیز
کہا یہ گذرباں نے پھر گیو سے
سوا اس کے ہے نشانی جدا
دے اور جنیدیں زرہ بیچ میں

چپ و راست تھی ضرب گراں
گیا پھر پئے جنگ تورانیاں
گیا پیش خسرو پل ارجمند
وہ لایا تھا عذر خطا بر زباں
مخالف ہمارا نہیں زینہار
بد اندیش سے تا نہ پہنچے ضرر
پئے خدمت خسرو نامدار
کیا چاہیے تھا قتل از رہِ کیں
ہوئی اک خطا اس سے نہر یہاں
نہ کیجے تو لطف و کرم سے یہ دور
لگے کہنے پھر خسرو پاک دیں
تو پھر مکیاں ہو رہیں لاکہ گوں
کہ جس طرح خسرو نے فرماں دیا
ہوئی شاہ توراں کو جب آگہی
کیا حکم یوں پر گذرباں کو ہاں
ہوا آپ پھر فوج لیکر رواں
لئے ساتھ تورانیوں کا گروہ
تو جیحوں بطغیانی آیا نظر
تو کشتی میں جا شوق سے بیٹھکر
ملی کہ کشتی سند کے بغیر
ہمارا خداوند زادہ ہے یاں
حوالے مرے کیجے یہ کنیز
کہ دو تاج وزرہ اس سے لیکر مجھے
نہ سکے لئے کیجے زینہار کہ
نہ ہٹ اس زرہ کے لئے کیجے

وہ پیراں کو لایا وہاں کھینچکر
مقابل نہ آیا کوئی زینہار
کیا عرض اے خسرو نامجو
ز روئے عنایات و شفقت وہیں
فرنگیس نے بھی کہا یونکہ ہاں
بجوئی وہاں بھیجکر دایہ کو
رہا ہمکو پیراں نے خونسے کیا
تو ہرگز نہ رنگ خون اسکا روا
تو ہرگز شمار اس خطا کا نہیں
گزارش پھر اُس پہلواں نے کیا
کہ اک ہاتھ خنجر پہ گستاخ کر
رہا کر اُسے بند سے بعد ازاں
رواں ہو گئے پیراں سوئے شتاب
تو غم سے ہوئیں اُسکی آنکھیں پر آب
کہ اُس سنگدل کے ایک زن مردود
ہوا گرم یلغر پئے کینہ جو
دے ہر زماں فضل لطفِ خدا
گیا گیو وہیں گذرباں کے پاس
یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلواں
مگر تم یہ اسپ سیہ مجھکو دو
نہ دونگا یہ گھوڑا ابھی تجھے زینہار
یہ سنکر کیا گیو نے یہ بیاں
پھر اُس سے یہیں پہلواں نے کہا
وہ بولا کہ اپنی زرہ دے مجھے
گذرباں یہ کہنے لگا اے عزیز

جہاں تھا ملکزادۂ نامور
ہوئے جادہ پیمائے دشت فرار
کروں قتل پیران بدکیش کو
لگا کہنے یوں خسرو پاک دیں
یہ اپنا نکوخواہ ہے بیگماں
کیا پرورش اس گرانمایہ کو
شرائط نکوئی کی لایا بجا
کہ یہ ہے سزاوار لطف و عطا
کچھ اس کی طرف سے نہ رکھو ملال
یہ کھائی ہے میں نے قسم خسروا
تو اب کان میں اسکے سوراخ کر
کہ تا ہوئے یہ سوئے توراں رواں
وہاں سے گیا پیش افراسیاب
لگا کرنے افسوس افراسیاب
جدھر جاویں تم قتل انکو کرو
کہ جانے نہ دے خسرو و گیو کو
مددگار تھا خسرو و گیو کا
گذرباں لگا کرنے گفتار یاں
سند گم ہوئی راہ میں ناگہاں
گذر پھر یہاں سے بجوئی کرو!
ہمارا نہیں اسپ پہ کچھ اختیار
کہ اُسکی ہے یہ مادر مہرباں
نہ دونگا یہ افسر کہ ہے بے بہا
یہ بولا کہ یہ تو نہ دونگا تجھے
طلب کی ہیں میں نے جو یہ چار چیز

گرانیں سے دو گے دتم ایک بھی
ولیکن گذرہاں رہا تند و سخت
وہ سمجھا کہ بیہودہ گفتار ہے
پھر آہستہ خسرو سے وہ پہلوان
جا وا کہیں شاہ افراسیاب
پھر آخر ہوا بادشاہ عظیم
سنی گیو سے جب یہ خسرو نے بات
گذر کر گئے وہ نسے پا آب بس
پھر آتے میں پہنچا وہاں مثل آب
تو وہیں گذرہا نے کشتی منگا
تو ہرگز نہ جا پانے وہ بیکے پار
غرض پھر گیا شاہ توران وہیں
بجالائے وہ شکر یزداں وہاں
روانہ کیا پیش کاؤس شاہ
گئے پیشوا ہر سہ نامور آوراں
جب آیا وہ کیخسرو نامدار
وہ لایا بجا رسم عجز و نیاز
کہ اس تخت پہ بیٹھے اے کامگار

تو پانے نہ ہوگا گذارہ کبھی!
لگا کہنے تب گیو فیروز بخت
کسی کی نہیں تاب زینہار ہے
یہ بولا کہ اے خسرو خسروان
بیاں کر کے یلغار پہنچے شتاب
فریدوں بفضل خدائے کریم
تو غیرت میں آیا وہ فرخ صفات
کہ اقبال تھا ہمدم و ہمنفس
کنارے پہ جیحوں کے افراسیاب
اُوترنے کا شہ نے ارادہ کیا
کہ ہے فوج ایرانیاں بیشمار
کہ صبا رنج و غم سے توراں زمیں
ہوئے پیشتر پہرہ دانسے رواں
ہوا شاد پر طمطرہ کیواں کلاہ
گئے تو بھی ساتھ والا سراں
ہوا دیکھ کر چشم تر شہریار
ادب سے حضور شہ سرفراز
وہ بیٹھا تو شاداں ہوا تاجدار

لگا گیو پھر کہنے نرمی وہاں
کرنا چارہ دریا میں آتے ہیں ہم
جو اس ژرف دریا سے جاوے گذر
توقف نہیں یاں مناسب ہے اب
فریدوں کو لایا تھا یاں کا وہ جب
لگا دہر کو اب دے تو دریا میں ڈال
گیا اُسنے جیحوں میں گھوڑا اوراں
گذرہاں تعجب میں تھے سربسر
فرنگیس کیخسرو و گیو کو
لگے کہنے ہو ماں کہ اے بادشاہ
نگہبان تو ملک توران کا
فرنگیش کیخسرو و گیو جب
کسان و زمیندار کرکے طلب
وہیں طوس و گرگین و گودرز کو
جہاندار نے بانشاط و خوشی
اُتر تخت سے پھر بغل میں لیا
طلب کر کے پھر ایک اورنگ زر
نہ تنہا ہوا خوش شہ بینظیر

کہ لازم تھی ہرگز نہ گرمی وہاں
گذر بلنسے پا آپ جاتے ہیں ہم
کہ ہے جیسیں مرغابیوں کو خطر
کہ ترکوں کا یلغر بڑا ہے بغضب
وہ جیحوں سے گذرا تھا اب سب
کہ فضل خدا سے مبارک ہے فال
فرنگیش اور گیو بھی بعد ازاں
ہوئے لوگ حسرت زدہ دیکھکر
جو دیکھا شتاباں ہو کینہ جو
تہ سے ساتھ آئی بہت کم سپاہ
نہ کر قصد تسخیر ایران کا
قلمرو میں ایران کے آئے ہیں سب
رقم کر کے ایک نامۂ باطرب
کہا جا کے تم پیشوائی کرو
شتابی سے آرائش شہر کی
سر و چشم پر اُسکے بوسہ دیا
لگے کہنے خسرو سے یہ تاجور
ہوئے شاد و خرم امیر و وزیر

کمر بستن ایرانیاں باطاعت کیخسرو بحالی تبار بموجب حکم شاہ بلند وقار و انحراف طوس از کیخسرو و اغوا نمودن فریبرز پسر شاہ کاؤس را و مہیا سدن سامان جنگ فیمابین طوس و گودرز و لشکر کشیدن ہر دو و منع فرمودن کاؤس و طلبیدن ہر دو را پیش خود و فرستادن فریبرز و کیخسرو را برائے جنگ قلعہ فریہن و

تباہ شدن لشکر فریبرز و فتحیاب شدن شاہ کیخسرو!

دلیران و گردان والا تبار
یہ خسرو کہ پورِ پسر ہے مرا
ہوئے وہیں خسرو کے فرماں پذیر
کہ تو شاہ کاؤس کا ہے پسر
بہت اُسنے اعزاز و اکرام کر
کیا جشن گودرز نے اپنے گھر
بزرگان ایران گئے سب وہاں
یہ کہنے لگا گیو سے اے جوان
نہ خسرو کے آگے میں ہرگز جھکوں
تو اے گیو یاں اُسکو لایا عبث
ملاور جواں و قوی جنگ ہے
یہ گفتار سُن گیو فرخندہ خو
ثنا خواں تہا ہر خمیدہ پہلوں
کیا طوس کا ماجرا سب بیاں
یہ کہکر گیا اسپ پر ہو سوار
پسر اور نبیرے تھے ہفتاد و ہشت
رکھے ساتھ تھا کاویانی درفش
جو ہو گرم بازار پیکاریاں
بہم دیکھ کر جنگ جوئی شتاب
خبر شاہ کاؤس کو بھیجیے
جو پہنچا یہ فرماں جہاندار کا
مناسب نہیں اب اور یوں ہے صلاح
کیا طوس نے عرض پیش شاہ

وہ جتنے تھے گردن فرازاں وہاں
جگر گوشہ نورِ بصر ہے مرا
سوا طوس کے سب صغیر و کبیر
سزاوار دیہیم و اورنگ و زر
خوشی سے دیا طوس کو گنج و زر
رکھا اک مرصع وہاں تخت زر
بفرمان کاؤس شاہِ جہاں
تو اب طوس کو جا کے لے آ یہاں
نہ اُس جنگی کی اطاعت کروں
یہ رنج اُس کی خاطر اُٹھایا عبث
سزاوار دیہیم و اورنگ ہے
یہ بولا کہ کیخسرو نام جو
ولے طوس ہر دم تہا نفریں کناں
غضبناک سن کر ہُوا پہلواں
سوئے طوس جنگی پئے کارزار
غرض اس حشم سے گیا سوئے دشت
کہ تھا فتح کی وہ نشانی درفش
تو بس کشتہ ہو فوج ایرانیاں
کرے قصد ایران افراسیاب
کہے شاہ جو کچھ وہ سُن لیجئے
کہ اے گرد گودرز جنگ آزما
کہ تو اور طوس آئے یاں بے سلاح
کہ ہوں چاکر و بندۂ بارگاہ

یہ اُنسے لگا کہنے وہ شہریار
تم اس کی اطاعت کرو اختیار
تہی مغز و بے عقل جو طوس تھا
اطاعت جو خسرو کی تھی پیش حضور
سرِ چرخ خورشید رخشندہ جب
سرِ تخت کیخسرو نامدار
ملے طوس با عقل و دین و داد
گیا گیو جب طوس بولا یہ تب
وہ ہے عقل و ہوش و خرد سے تہی
فریبرز فرزند کاؤس کا
کروں اب میں اُسکی پرستندگی
بتدبیر و فرزانگی فرد ہے
غرض ہو گئے آشفتہ و خشمگیں
بزرگوں سے گودرز کہنے لگا
دلیراں جو با شوکت و جاہ تھے
گیا طوس بھی سامنے بیدرنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
ہمیں کچھ بھی ہرگز نہ ہو فائدہ
پیام اُسنے بھیجا یہ گودرز کو
جو پہنچی شہ نامور کو خبر
سپہ کھینچی اب کیلئے طوس نے
گئے طوس و گودرز یاں سے بہم
جو شہ شیر شاہی سے آیا یہاں

کہ اے نامداران ایراں دیار
خوشی سے بحکمِ شہِ نامدار
فریبرز سے جا کے کہنے لگا
کہ نہیں تو ہے عقل و دانش سے دور
ہوا جلوہ گر دوسرے روز تب
ہوا رونق افزا بجاہ و وقار
نہ آیا تو گودرز فرخ نہاد!!!
کہے ہے مسخر ترا باپ اب
نہیں ہے سزاوار تاج شہی
سکھے ہے دلیری و فہم و ذکا!
بجا لاؤں رسم و رہ بندگی
دلیر و شجاع و قوی مرد ہے
حضورِ پدر گیو آیا وہیں
مٹاؤں جہاں سے نشاں طوس کا
وہ سب دو ہزار اُسکے ہمراہ تھے
سواران جنگی لئے بیدرنگ
لگا کہنے تب طوس زریں کلاہ
اگر شاہ توراں کا ہو مدعا
کہ پیکار موقوف یکدم رکھو
کہ گودرز اب چڑھ گیا طوس پر
خرابی پہ کیوں تونے باندھی کمر
حضورِ جہاندار کیواں علم
فریبرز ہو بادشاہِ جہاں

کہ ہے پور شاہ خلایق پناہ ۔ وہ ہے وارث تخت تاج و کلاہ
یہ سنکر وہ گودرز کہنے لگا ۔ سیاوش میں پور تھا شاہ کا
کرے رزم کو اب سیاوش کی شاد ۔ نہ دے ہاتھ سے رسم و آئین و داد
لسبان فریدوں فرخ خصال ۔ تگاور کو دریائے جیحوں میں ڈال
فریبرز کو ہے یہ طاقت کہاں ۔ کہاں یہ دلیری یہ جرأت کہاں
تو کیونکر جہاں کا کارفرما ہوا ۔ مگر تجھکو اے طوس سودا ہوا
کہا طوس نے یوں کہ اے شوخ بخت ۔ تو کہتا ہے کیا اب سنبھلئے سخت
ترا باپ تھا مفلس و ناتواں ۔ غریب ایک آہنگر اصفہاں
ہماری جو کی بندگی اختیار ۔ ہوا تب وہ سردار عالی تبار
تو سن گوش جانسے کہ کچھ زینہار ۔ نہیں تجھکو آہنگری سے تو عار
مرا باپ تھا نوذر نیک مرد ۔ تہور میں یکتا دلیری میں فرد
فروزندہ کاویانی درفش ۔ وہ کاوہ ہے اے طوس زر بفت کش
یہ طاقت کہاں ہے تری تاب کیا ۔ جو ہو ساتھ میرے تو جنگ آزما
اگر ہے تو مرد شجاع و دلیر ۔ تو میں ہوں شجاعت کے بیشے کا شیر
کرے تیر جوشن سے تیرا گذر ۔ سناں میری توڑے جبل کا جگر
کہ ناحق بہم کینہ آور نہ ہو ۔ نہ بول اور زیادہ بس اب چپ ہو
جسے دیکھئے لائق سروری ۔ سزاوار شائستہ برتری
لگا کہنے شاہنشہ نامجو ۔ کہ دو نو ہیں یکتا مرے روبرو
میں اب اور کرتا ہوں تدبیر نیک ۔ کہ خوشنود راضی ہو جس سے ہر ایک
بلند ایک قلعہ بہمن ہے بے عدیل ۔ سر کوہ نزدیک دریائے نیل
کرے فتح جو ہو مبارک وہیں ۔ اُسے بادشاہی ایران زمیں
کہ اور اس سے تدبیر بہتر نہیں ۔ یہ سن کر فریبرز بولا وہیں
فریبرز کو شہ نے رخصت کیا ۔ سپہ لیکے طوس اُسکے ہمراہ گیا
ہوا ہر دم اٹھتی تھی آتش فشاں ۔ ہوئے سوختہ واں بہت پہلواں
ولیکن در دژ نہ آیا نظر ۔ ہوئی فوج جنگی تبہ سربسر

نبیرے کو شاہی حضور پدر ۔ نہیں پہنچے زنہار اے نامور
ہوا کشتہ ناحق وہ بیچارہ آہ ۔ مناسب یہی ہے کہ کاؤس شاہ
کرے یعنی خسرو کو اب بادشاہ ۔ کہ ہے وہ سزاوار تاج و کلاہ
دلیرانہ آیا وہ عالی تبار ۔ کیا کچھ نہ خوف و خطر زینہار
دلیراں بحکم شہ دادگر ۔ ہوئے تابع خسرو نامور
یہ سچ ہے کہ نوذر کا ہے پور تو ۔ تو دیوانہ ہے اور وہ تھا خردخو
ہوا مجھسے گستاخ یوں بے غضب ۔ مگر آپ کو یوں گیا بھول اب
نہ سردار زادہ نہ فرزند شاہ ۔ نہ زنہار تھا صاحب عز و جاہ
دیا دیں گودرز نے یہ جواب ۔ کہ خاموش اے طوس خانہ خراب
کہ خوبی بشر کی ہے مردانگی ۔ ہنرمندی و خلق و فرزانگی
کیا عہد ضحاک کا اسنے چاک ۔ نہ لایا ذرا دل میں کچھ خوف و باک
کہ جس کا پسر میں ہوں جنگی سوار ۔ مرا تیر و نیزہ ہے جوشن گزار
کہا طوس نے اے سرافراز پیر ۔ یہ گفتار تیری نہیں دلپذیر
گراں کوہ سا گرز تیرا اگر ہے ۔ مری تیغ بھی آب البرز ہے
ہوئی جب کہ باہم یہ گفتار سخت ۔ لگا کہنے تب شاہ فیروز بخت
یہ گودرز بولا کہ کیجے طلب ۔ فریبرز خسرو کو پاس اپنے تب
ولیعہد شاہا اسے کیجئے! ۔ بلندی و جاہ و حشم دیجئے!
کروں میں جو رتبہ بلند ایک کا ۔ تو پھر دوسرا مجھسے ہووے خفا
یہ کہہ کر کیا شہ نے اُنکو طلب ۔ وہ جب آئے واں تو کہا اُنسے تب
نکلتی ہے آتش وہاں سے مدام ۔ اور اُس قلعہ میں دیو کا ہے مقام
یہ کی جبکہ گفتار کاؤس نے ۔ کہا تب یہ گودرز اور طوس نے
مجھے بھیجئے اے بادشاہ حکم ہو ۔ کہ جاکر کروں فتح اُس قلعہ کو
وہ پہنچے جو نزدیک حصن متین ۔ تو دیکھی زمیں سربسر آتشین
کیا بستہ یک ہفتہ گرد حصار ۔ تو دو کیا خوب لیل و نہار
فریبرز اور طوس ہو تفتہ جاں ۔ پھر آئے حضور شہ شیروال

شہنشہ نے بعد اس کے با کرّ و فر
کیا وہیں خسرو کو رخصت ادہر
سپاہ گراں لے کے پہنچے وہ جب
کسی نے ملکزادہ کو وقت شب

تھا خواب میں اسم اعظم دیا
خدا نے غرض رحم اس پر کیا
ہوا جب کہ بیدار وہ نامجو
رقم کرکے کاغذ پہ اس اسم کو

لگا کہنے یوں پہلوانوں سے کہ ہاں
سر نیزہ اب باندھ کر یہ نشاں
تو رکھو اسکو دیوار پہ قلعہ کی
کہ تا کار مشکل ہو آساں ابھی

جو کچھ اس کو خسرو نے فرما دیا
وہی گیو جنگی نے اس دم کیا
وہ کاغذ رکھا جبکہ دیوار پر
ہوا ظاہر اک ابر تاریک تر

بلند اک ہوئی بانگ اس دم وہاں
کہ جس طرح سے رعد کا ہو فغاں
شکستہ ہوا جب وہ جادوئے سخت
لگا کہنے تب خسرو نیک بخت

کہ یکبارگی تیر باراں کرو
توقف کو اب راہ ہرگز نہ دو
لگی ہونے پھر بارش تیر واں
ہزاروں موئے دیو تسخیر واں

نمایاں ہوئی روشنی دمبدم
ہوئی دفع واں تیرگی یکقلم
وہ دود نمایاں ہوا تب وہیں
گیا قلعہ میں خسرو پاک دیں

ہوا قلعہ تسخیر با گنج و زر
ہوئی ہمسفر آکے فتح و ظفر
بنا ایک خسرو نے گنبد بلند
کہ رفعت سے وہ ہمسر چرخ تھا

پھر اک سال کے بعد خسرو گیا
حضور شہنشاہ کشور کشا
وہاں سے سپہدار عالیجناب
گیا جانب تنگ افراسیاب

کیا فتح اس قلعہ کو بھی وہیں
بفضل خدائے جہاں آفریں
ہوا شاہ کاؤس بس دیکھکر
لگا کہنے اے خسرو نامدار

سپہر خلافت کا نیر تھا تو
سزاوار اورنگ افسر ہے تو
جہاندار کاؤس فیروز بخت
جو کہا کہ زیبا ہے خسرو کو تخت

برتخت نشاندن کاؤس خسرو را و ممتاز ساختن و کمر بستن او بر توران

بٹھایا جہاندار نے تخت پر
رکھا سر پہ خسرو کے دیہیم زر
کیا حکم پھر یہ کہ سب نامدار
اطاعت کریں اسکی لیل و نہار

یہ فرما دیا جب کہ کاؤس نے
تو وہیں فریبرز اور طوس نے
اطاعت سے خسرو کی پھیرا نہ سر
لگے چاکری کرنے شام و سحر

سپہدار گیخسرو خوش نہاد
ہمیشہ تھا مصروف انصاف و داد
بہت اس سے راضی تھا لشکر تمام
رعیت تھی آسودہ و شادکام

یل نامور رستم و زال زر
ہوئے شاد خرم یہ سنکر خبر
وہیں بادل خرم و شادماں
ہوئے سیستاں سے ادہر کو رواں

جو نزدیک پہنچے تو با صد طرب
گئے پیشوائی کو سردار سب
جب آیا قریں رستم نامدار
اٹھا تخت سے خسرو نامدار

کہا یوں سیاوش کا تو دایہ ہے
ہمارا بزرگ اے گرانمایہ ہے
مددگار میرا ہو شام و سحر
کروں جاکے ترکوں سے خون پدر

بہم ملکے دونوں ہوئے اشکبار
یہ کہنے لگا رستم نامدار
کہ ہوں میں ترا بندۂ کمتریں
تو ہے شاہ شاہان روئے زمیں

ہوا زال سے پھر بغلگیر شاہ
لگا کرنے شفقت جہانگیر شاہ
تہمتن نے خسرو کو تحفے دیئے
بہت پیشکش لال و گوہر کیئے

گئے پیش کاؤس روز دگر
بہم خسرو و رستم و زال زر
کیا شاہ نے جشن اک اور ایک
بآئین فرخندہ طور نیک

وزیر و امیران و شہزادگاں
گئے سب بزرگان ایران وہاں
ملک سے یہ کیخسرو تاجور
کہ تھا جسکو مطلوب کین پدر

یہ بولا کہ کین پدر جب تلک
نہ لوں شاہ توراں سے میں تا تلک
نہیں مجھکو زنہار آرام و خواب
نہ ہرگز شکیب و قرار و نہ تاب

نہ مسند میں تخت و افسر سے کام
نہ شاداں زر و گنج و گوہر سے ہوں
یہ پیر زال و رستم سے شہ نے کہا
کہ اے پہلوانان کشور کشا!

کرو گے مدد اس کی تم وقت جنگ ۔ یہ رستم نے پاسخ دیا بے درنگ
اور اب یہ سپہدار عالی گہر ۔ خدیو جہاں خسرو نامور
فریبرز گودرز اور طوس گیو ۔ یہ چننے بنے گرد ان گیہاں خدیو
یہ سُنکر لگا کہنے پہر پہلواں ۔ کہ حاضر ہیں ہم جانفشانی کو یاں

شہا پیشتر ملک افراسیاب ۔ گیا میں نے جا کر تباہ و خراب
کرے قصد تسخیر توراں کا جب ۔ کروں کو تہی جانفشانی میں کب
شہنشہ نے ہر ایک سے یوں کہا ۔ کہو تم تمہارا ارادہ ہے کیا
دیا الغرض اسکو رخصت تمام ۔ بتایا دلیروں کو خسرو کا نام

رفتن کیخسرو عالی تبار با فوج بیشمار و یلان نامدار بعزم جنگ افراسیاب الی توران

جو سالار ایراں نے ارشُو گئیں ۔ کیا قصد تسخیر توراں زمیں
فریبرز کو باصد وہ جواں ! ۔ کہ تھے اقربا اُسکے سب پہلواں !
جوانمرد گودرز عالی وقار ۔ چلی نامور گیو جنگی سوار
مقرر ہوئے جانب دست راس ۔ بحکم شہنشاہ جوہر شناس
جو میلاد کے تھے نبیرہ پسر ۔ ہوئے ساتھ گستہم کے ہمسر پسر
نژاد نوایہ ولاد سے سبھی ۔ پچاسی جواں بانشاط و خوشی
گزارہ کے تھے یکصد پنج تن ۔ نہایت قوی زور اور صف شکن
وہ بیژن کہ فرزند تھا گیو کا ۔ تھے شاہ کاؤس نے یوں کہا
یہ تھے جس قدر نامور پہلواں ۔ ہر اک ساتھ رکھتا تھا فوج گراں
سوئے ملک توراں روانہ ہوا ۔ سعین و مساعی زمانہ ہوا !

کیا وہیں ترتیب سب فوج کو ۔ بآئین دلچسپ و طرز نکو !
کیا شہ نے سرکردہ فوج پیش ۔ گیا ساتھ وہ طوس خندہ کیش
نبیرہ پسر لیکے ہفتاد و ہشت ۔ جو زنگین کریں خوں و شمشیر دست
وہ گستہم بھائی جو تھا طوس کا ۔ اسے دست چپ کو مقرر کیا
نژاد شنگ ولاد سے ہاں ۔ نبرد آزما سی و سہ پہلواں
صد و ہفت تن تخم گولاد کے ۔ کہ یکدست باقوت و زور تھے
مقرر ہوئے قلب میں یک قلم ۔ بفرمان کاؤس انجم حشم
کہ اے پہلواں بیژن جنگجو ۔ ہونا جدا لگا خسرو سے تو
غرض ہوکے رخصت شہنشاہ سے ۔ وہ کیخسرو اس حشمت و جاہ سے
تہمتن بھی لیکر سپاہ گراں ۔ گیا ہمرہ خسرو کامراں

روانہ شدن فریبرز از راہ دیگر طرف توران شاہ گیتی ستان و رفتن طوس براہ کلات وخرم و کشتہ شدن فرود پسر سیاوش کہ از بطن گلشہر متولد شدہ بود و شبخون زدن پیران ویسہ بر لشکر ظفر پیکر طوس و معاتب شدن طوس باعث کشتہ شدن فرود

سپہدار کیخسرو پاک دیں ۔ گیا جبکہ نزدیک توراں زمیں
رفاقت میں اب تیری ای نامجو ۔ مقرر کیا گیو گودرز کو !
ولیکن سیاوش کا ہے اک پسر ۔ فرود جوانمرد فرخ سیر

فریبرز سے تب یہ کہنے لگا ۔ سوئے دست چپ لیکے گرز و غا
تو کرتا ہر اک ملک یکسر خراب ۔ پہنچنا سر تخت افراسیاب
کلات وخرم میں ہے مسکن گزیں ۔ بنایا ہے اک اُسنے حصن حصین

وہاں دخل مت کیجیو زینہار
یہ سمجھا کے طوس و فریبرز کو
فریبرز مرد شجاع و دلیر
گیا منفعل لشکرِ طوس جب
نکل قلعہ سے وہ وہیں نامور
یہ کہہ جا کے اُس سے کہ پرخاش و کیں
یہ گفتار سُن ریو دوں ہی گیا
ہوا ریو کے ساتھ پھر گرم جنگ
پسر کو وہیں اُسنے بھیجا اُدھر
گیا طوس پھر آپ ہو کر سوار
شتابی سے بس چڑھ گیا کوہ پر
فرودِ دلاور کا خالودہ تھا
گریزاں ہوا اونسے وہ پہلواں
جو شبدیز پر طوس کے وقتِ جنگ
لگا اسپ پر گیو کے ایک تیر
کہا گیو نے یہ کہ آگے نہ جا!
یہ کہہ کر شتاباں ہوا وہ دلیر!
ولیکن نہ بیدل ہوا زینہار
فرودِ دلاور نے از روئے کیں
جہاں تھا سوار دلاور فرود
گیا قلعہ میں ہو کے زخمی جواں
نہ آئی تجھے شرم کچھ زینہار
سو اُسکے پھینکے بہت خارا سنگ
لگا کہنے یوں طوس کھا کر قسم
بدی چہرہ گلچہرہ کو وقتِ غضب

کہ میرا برادر ہے وہ نامدار
یہی بات کہہ گیو و گودرز کو!
رواں سوئے صحرا ہوا مثلِ شیر
یہ سمجھا فرود جوانمرد تب
ہوا سدِ راہ طوس کا آنکر
تیرے ساتھ زینہار ہم کو نہیں
جو پیغام تھا سو مفصل کہا
کیا ریو کو کشتہ واں بیدرنگ
کہ لائے فرودِ دلاور کا سر
سپہ لے کے یکسر پے کارزار
گیا وانسے پھر قلعہ میں دوڑ کر
سوار دلیر و نبرد آزما!
گیا بھاگ کر قلعہ کے درمیاں
فرودِ دلاور نے مارا خدنگ
پیادہ ہوا پہلوانِ دلیر!
یہ بیژن نے اُس وقت پاسخ دیا
پھر اُتنے میں آیا اُدھر سے جو تیر
پکارا یہ اُس دم کہ اے نامدار
خدنگ ایک پھر اور مارا وہیں
یہ بیژن بھی پہنچا وہاں مثلِ دود
لگا کہنے تب بیژن پہلواں
دریغ اے جوانمرد جنگی سوار
ہوا خستہ بیژن بمیدانِ جنگ
ز حملہ کناں ہو کے تا صبحدم
نہ آیا نظر خواب لینے کہ اب!

خبردار کوئی نہ جائے اُدھر
روانہ ہوا خسروِ کامگار
چلے طوس سوئے کلاتِ دژم
کہ یاں پھر یہ پرخاش آیا ہے طوس
یہ سُنکر کہا طوس نے ریو کو!
تو ہٹ پھر راہ سے اے جواں
نہ ہرگز کیا اُسنے کچھ اعتبار
غرض ریو داماد تھا طوس کا
پسر طوس کا بھی ہوا کشتہ واں
ولیکن مقابل نہ آیا فرود
لیا طوس نے گھیر اُس قلعہ کو
کیا طوس نے آخر اُس کو نہ لوب
نکل قلعہ سے پھر فرود دلیر
جو کشتہ ہوا بادپا طوس کا
پسر گیو کا بیژن پہلواں
کہ جبتک نہ اُسکو کروں غرقِ خوں
کیا کشتہ اُس تیر نے اسپ کو
تو یک لحظہ تاخیر کر اور درنگ
گیا پہلواں کی سپر سے گزر
دلیری سے نیزے کو جولاں دیا
کہ اک تن پیادہ سے بھاگا شتاب
مقابل پھر آیا نہ کوئی جواں
پسِ کوہ جب مہرِ روشن گیا
کروں فتح اس قلعہ کو بیگماں
لگی آگ اس قلعہ میں ناگہاں

کرے اور جانب سے لشکر گذر
سوئے راست با رستمِ نامدار
شتاباں ہوا با فراواں حشم
بعزمِ دغا فوج لایا ہے طوس
کہ بیٹھیں فرود اب شتاباں نہ ہو
کہ ہو بیشتر بانسے لشکر رواں
نہ آیا سرِ آشتی زینہار
کیا طوس نے اسکے غم سے بکا
یہ سُنکر ہوا طوس گریہ کناں
نہ پیکار کی تاب لایا فرود
ہوا آکے نخوار تب رزم جو
ہوئی فوج نخوار کی غرقِ خوں
مقابل ہوا طوس کے مثلِ شیر
کیا پھر وہیں گیو پھر دغا!
گیا سامنے کر کے گھوڑا دواں
قسم ہے کہ ہرگز نہ ملنے سے پھروں
پیادہ ہوا بیژن جنگ جو
کہ ہے ساتھ تیرے تمنائے جنگ
ہوا بند جوشن میں تیر آنکر
فرود دلاور کو زخمی کیا!
اقامت کی لایا تو ہرگز نہ تاب
گیا قلعہ سے تیر باراں وہاں
سوئے خیمہ تب وانسے بیژن گیا
نہ چھوڑوں کسیکو بھی زندہ یہاں
ہوئے سر بسر سوختہ مردماں

ہوئی خواب سے جبکہ بیدار تب
پسر سے کہا قصۂ خواب شب

لگا کہنے گلچہرہ سے یوں فرود
کہ ہرگز مجھے زیر چرخ کبود

نہیں غم کچھ اے ماہ چہر ہاں
کہ ہے سب کو آخر فنا بے گماں

اگر میں بھی کشتہ ہوں مثل پدر
تو کیا چارہ پیش قضا و قدر

ہوا جلوہ گر مہر تابندہ جب
سپہ لے کے طوس جوانمرد تب

ہوا حملہ آور بسوئے حصار
دلیری لگے کرنے مردان کار

در دژ شکستہ ہوا پھر وہیں
گئے دژ میں سب کھینچکر تیغ کیں

پکڑ نیزہ اس دم فرود دلیر
ہوا رزم جو آ کے مانند شیر

دلیرانہ پھر بیژن جنگ جو
ہوا اس جوانمرد کے روبرو

فرود دلاور نے ازروئے کیں
رہا اک کہا زخم اس پر وہیں

اثر کچھ نہ جوشن میں ہرگز کیا
گیا ٹوٹ نیزہ بحکم خدا

دگر بار یہ چاہے تھا وہ جواں
کہ بیژن کو لے زیر گرز گراں

ولیکن کمیں گاہ سے بیدریغ
رہام دلاور نے ماری جو تیغ

تو کشتہ ہوا مرد جنگی فرود
فغاں اک اٹھا زیر چرخ کبود

کہ اے وائے افسوس مثل پدر
جوانی میں کشتہ ہوا یہ پسر!

غرض اسکی ماں دوڑی آئی وہاں
ہوئی اسکے ماتم میں نالہ کناں

پھر اپنا شکم کر کے خنجر سے چاک
کیا آپ کو اسنے وہیں ہلاک!

وہاں آ کے بہرام نے طوس کو
کہا کہ کے نفریں کہ اے تند خو

یہ پہنچی خبر ہائے خسرو کو جب
خدا جانے کیا تجھ پہ آئے غضب

ہوا طوس کو زیر چرخ کبود
فراوان غم پور و درد فرود

وہاں سے بصد شوکت و کر و فر
کیا طوس نے کوچ پھر پیشتر

پھر اک راہ میں اور آیا حصار
جواں اک پلاساں تھا والی قلعہ دار

نکلکر پلاساں ہوا گرم کیں
کیا کشتہ بیژن نے اسکو وہیں

رواں وانسے لشکر ہوا پیشتر
یہ سالار توراں نے سنکر خبر

زادہ کو بھیجا برائے نبرد
پکارا وہ آئے جو ہو کوئی مرد

گیا سامنے بیژن پہلواں
ہوا کار مخبر بہ تیغ و سناں

پھر اک گرز بیژن نے مارا کہ بس
رہی جنگ کی پھر نہ اسکو ہوس

زادہ گرا اسپ سے ہو جدا
پریشاں ہوا مغز بدخواہ کا

یہ چاہے تھا بیژن کہ پھینکے کمند
کرے تاکہ بدخواہ کو اس سے بند

کہ اتنے میں گھوڑوں کو کر کے رواں
سواران تورانی آئے وہاں

زادہ کو وہاں سے اٹھا کے گئے
لگا اور پہ اسکو بٹھائے گئے

ولیکن نہ پھر جنگ کی لائے تاب
گئے بھاگ کر پیش افراسیاب

ہوا وانسے پیران ویسہ رواں
پے جنگ پرخاش ایرانیاں

سواران ترکاں لئے چل ہزار
نبرد آزمایان و مردان کار

سوئے کاسہ رود آئے تورانیاں
کہ لشکر تھا ایرانیوں کا وہاں

خطر گیو سے بسکہ پیراں کو تھا
تو ناچار بس قصد شبخوں کیا

غرض مست و مدہوش غافل تھے سب
دلیران ایراں زمیں وقت شب

کہ پیراں سپہ لے کے آیا وہاں
ہزاروں کئے قتل ایرانیاں

خطرناک بے دل ہوئی سب سپاہ
روانہ ہوا طوس پھر صبحگاہ

فریبرز کے آگے شامل ہوا
فریبرز کا پر الم دل ہوا!

گیا نامہ خسرو نامور
بنام فریبرز عالی گہر

لکھا تھا کہ ہے طوس تقصیر وار
نہ لایا بجا حکم وہ نابکار!!

بسوئے کلات و خرم وہ گیا
مرے بھائی کو قتل ناحق کیا

غرض طوس کو قید کر بھیجیو!
خطا کی سزا اس کو اب دیجیو

بفرمان کیخسرو نامور!
فریبرز نے طوس کو باندھ کر

کہا سخت و شنام دے بیشمار
کیا کہنے ہیں ذلیل اور خوار

رکھا اس کو زنداں میں شام و پگاہ
ہوا آپ سالار لشکر سپاہ

لکھا پھر یہ پیرن کو نامہ گراں
کہ شبخوں نہیں کار جنگ آوراں

اگر ہے جوانمرد تو بے درنگ
دلیروں کے آ سامنے بہر جنگ

فریبرز کا جبکہ نامہ پڑھا!!!
تو پیراں نے یوں اسکو پاسخ دیا

کرینگے بہم بعد یک ماہ جنگ
وہاں ہے یاں گرز تیر و خدنگ
غرض جب گیا اک مہینہ گذر
دو لشکر مقابل ہوئے آنکر

جنگ کردن فریبرز با لشکر پیران و شکست خوردہ آمدن نزد کیخسرو در توران

غرض جب گیا اک مہینہ گذر
صف آرا ہوئے آنکر ہر دو سو
مبارز لگے چاہنے کینہ خواہ
ہوا جس طرف گیو ناوک فگن
ہوئے قتل ترکاں اُدھر بیشمار
ہوئے حملہ آور سوئے قلب گاہ
ہوا جب فریبرز جنگی ستوہ
ولیکن وہیں گیو مرد دلیر
نہ ٹھہریگا پیراں کے گرز و برد
اگر کوہ ہووے تو کندہ کرے
پھر اتنے میں گستہم آیا وہاں
کہ مرجائیے کرکے اب کارزار
یہ بیژن سے گودرز کہنے لگا
نہ بیژن جب جا کے اُس سے کہا
مناسب نہیں ہے یہ اے نامور
علمدار کو قتل کرکے وہاں
سر و خلق گردان جنگ آزما
جوان کس کا دس و گستہم کے
وہ خویشان نیران افراسیاب
سوا اُسکے ترکان ایرانیاں
سوئے خیمہ ترکاں گئے شاد دل
پئے سروران خلعت پُر گہر

دو لشکر مقابل ہوئے آنکر
دلیران جنگ آور و کینہ جو
ہوئی گرم پیکار یکسر سپاہ
ہزاروں ہی کشتہ ہوئے بیپناہ
بیاباں ہوا خون سے لالہ زار
کیا آکے ایرانیوں کو تباہ
گیا دوں ہی میدان سے با کوہ
لگا کہنے یوں اے سر افراز پیر
رہے گی بھلا خاک پھر آبرو
سرِ سربلنداں فگنداں کرو
ہوئے جمع سب آکے جنگی جواں
نہ منہ موڑیئے جنگ سے زینہار
کہ تو اب فریبرز کے پاس جا
فریبرز نے تب یہ پاسخ دیا
کہ بھجواؤں اپنا درفش اب اُدھر
علم لیکے آیا وہ جنگی جواں
نثار دم خنجر و تیغ تھا
بہت وقت پیکار مارے گئے
ہزار دو صد مرد والا صفات
ہوئے کشتہ جتنے کروں کیا بیاں
ہوئے بندے غم کے آزاد دل
برائے سپاہ شاہ نے گنج و زر

ادھر نامداران ایران زمیں
ہوئی آتش جنگ افروختہ
گئے گیو بیژن جو میدان میں
نبرد آزما بیژن پہلواں
ولے اور جانب سے تورانیاں
دلیراں ہوئے کشتہ ہنگام جنگ
ٹھا جائی تھا وانے گودرز بھی
نہ ہے صاحب گرز تیر و خدنگ
تماشا ہرا دیکھ وقت وغا
کروں قتل لشکر کو اک آن میں
یہ گودرز و گستہم جنگی بہم
قدم الغرض کرکے محکم وہاں
یہ کہہ اُس سے پہنچا یہاں آپکو
بھلا کس طرح سے میں آؤں وہاں
فریبرز نے یہ کہا اُس سے جب
کروں کیا یہاں ہے جو اندر ستیز
رواں خون تھا مانند دریائے آب
رہا زندہ گودرز با لبت تن
ہوئے کشتہ میدان میں وقت جنگ
رہی لیک توراں کی غالب سپاہ
ہوا اُسکے خوش شاہ افراسیاب
روانہ کیا اور یہ نامہ لکھا

اُدھر لشکرِ ترک جب بے کمیں
ہوا خانۂ آشتی سوختہ
تو برپا ہوا حشر اک آن میں
جدھر کو گیا لیکے تیغ و سناں
جہاں تھا فریبرز آئے وہاں
فریبرز پر واں ہوا وقت تنگ
کہ گودرز کی فوج مغلوب تھی
جہاں میں بہت لڑنے دیکھی ہے جنگ
یہ پیران ولیسہ تو ہے پیر کیا
نہ چھوڑوں میں اک ترک ایران میں
لگے کہنے میدان میں کھا کر قسم
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
درفش اپنا یاں بھیج اے نامجو
کہ غالب ہیں اسوقت تورانیاں
ہوا جنگجو بیژن پر غضب
کہ برپا تھا اک دشت میں رستخیز
سر پہلواناں تھے مثل حباب
ہوئے کشتہ ہفتاد شمشیر زن
زمیں خون سے یکسر ہوئی لالہ رنگ
ہوئی فوج ایراں سراسر تباہ
زرِ مے عنایات شاہی شتاب
بڑا نام تمنے کیا مرحبا

پر اس فتح پر صرف قانع نہ ہو
ذرا دل میں اپنے یہ تم سوچ لو
کہ کیخسرو و رستم پہلواں
ادھر لیکے آوینگے فوج گراں
شب و روز تم کامرانی کرو
بعیش و طرب زندگانی کرو
خوشی سے یہ پیران نے پاسخ دیا
کہ خسرو کا اور رستم گیو کا
جہاں میں نہ رکھوں نشاں نہ بہار
باقبال شاہنشہ نامدار
ادھر ترک خونخوار تھے شادکام
ادھر اہل ایراں تھے غمگیں تمام
غرض جبکہ لشکر ہوا پائمال
فریبرز تب بادل پرملال
شتابی رواں ہوکے پہنچا وہاں
کہ کیخسرو نامور تھا جہاں
ہوا شہ کو تباہی لشکر کا غم
ہوا اور اس کو برادر کا غم
کہا یوں کہ شل پدر بے گناہ
فرود دلاور ہوا کشتہ آہ
کئی دن تلک اسنے ماتم رکھا
شب و روز آنکھوں کو پرنم رکھا
بزرگان ایران و رستم بہم
گئے اور کہا اے ثریا علم
شکیب و صبوری تو کر اختیار
کہ چارہ قضا سے نہیں زینہار
یہ کہہ سوگ سے پھر اٹھایا اسے
بزم مسرت بٹھایا اسے
چھڑایا وہیں قید سے طوس کو
لگا کہنے پھر خسرو نامجو
کہ اے رستم پہلواں جا شتاب
پئے جنگ پیران خانہ خراب
تہمتن نے وہیں پر پڑا کیا
ولے طوس خسرو سے کہنے لگا
کہ مجھکو اجازت ہو پھر اگلی بار
کروں جاکے پیراں سے کارزار
ملاؤں میں اسکو تہ خاک و خون
تلافی تقصیر سابق کروں
یہ شنکر سوئے رستم پیلتن
لگا دیکھنے سرور انجمن!!
تو کی عرض رستم نے اے بادشاہ
سزاوار چتر و سریر و کلاہ
اجازت ہو کافی ہے طوس دلیر
کریگا یہ پیران ویسہ کو زیر
جو آنے کا ہے فوج افراسیاب
تو میں ہونگا ہمرزم اس کا شتاب
یہ سن طوس کو اسنے منصب دیا
دیا حکم گودرز کو تو بھی جا!

بار دگر رفتن طوس بجنگ پیران و بارش برف بہ سحرسازی ساحرو زبون شدن ایرانیاں و قید شدن در قلعہ

سپاہ لیکے پھر طوس جنگی جواں
ہوا سوئے پیران ویسہ رواں
گیا کر کے یلغار نزدیک جب
مقابل ہوا آکے پیراں بھی تب
بہم ہر دو لشکر ہوئے گرم جنگ
رہی سات دن جنگ گرز و خدنگ
ہوا آٹھواں روز جب آشکار
تو میداں میں تھا ان کا لادو سوار
جدا ہو کے لشکر سے پہنچا گیا
کیا ہم نبرداں کے سر کو جدا
بہت گرد ایراں ہوئے کشتہ جب
کیا طوس نے قصد پیکار تب
کہا وہاں گودرز نے طوس کو
توقف ذرا کر تو اے نامجو
کہا گیو سے پھر کہ اے شیر مرد
تو ہو ماں سے اب جاکے ہو ہم نبرد
گیا گیو دوڑا کے شبدیز کو
ہوا ساتھ ہوماں کے پیکار جو
کہ گرز تھا گاہ تیغ و سناں
لڑے خوب باہم وہ دو نوجواں
نہ کوئی ہوا کامراں زینہار
گئے پھر سوئے لشکر انجام کار
دلیروں نے پھر تیرباراں کیا
بہت پہلواں انکے بیجاں کئے
وہاں ساحر اک شخص پرزور تھا
کہ بازور تھا نام اس شخص کا
لگا کہنے پیراں کہ اب زود تر
پہاڑ کے تو جا قلعہ کوہ پر!!
وہاں جادو ایسا تو کر ایجواں
کہ ہو بارش برف باراں یہاں
ملے کچھ نہ ترکوں کو پہنچے گزند
تہ ہو دیں ایرانیاں سر بسر
یہ لشکر سر قلعہ کو سہار!
وہ ساحر ہوا جاکے مشغول کار
ہوا ابر تیرہ نمایاں وہیں!
ہوئی بارش سخت تا آسماں

نہ گرتا تھا اک قطرہ بھی اُو طرف
پھر اتنے میں پیراں ہوا واں وہاں
ہر اک جا تھی برف اور بڑا انقلاب
الٰہی تو کر فضل احساں شتاب
کوئی غیب سے مرد فرخ سیر
یہ دیکھا تو گھوڑے سے وہیں اُتر
جو خسرو نے جا کے از روئے کیں
ہوا قید جبدم وہ خانہ خراب
ہوا دن تمام اور دونوں سپاہ
رہی تھی نہ تاب اقامت یہاں
غرض بادل پُرغم و اضطراب
سر دامن کوہ طوس دلیر
یہ پیراں سے ہو مانع اُس دم کہا
پسند آئی اُس کو نہ یہ گفتگو
خوشی سے دلیران ایراں بائی

برستی تھی لشکر میں ایراں کے برف
ہوئے حملہ آور یہ فوج گراں
سواران ایراں پڑے تھے نگوں
کہ دُور ہوں برف باراں شتاب
رہام دلاور کو آیا نظر
پیادہ گیا قلعہ کوہ پر!!!
پس پشت ہاتھ اُسکے باندھے وہیں
ہوئی دُور وہ برف باری تمام
گئے رزمگہ سے سوئے خیمہ گاہ
کہ کم تھی بہت فوج ایراں یہاں
گئے سوئے کوہ ہمایوں شتاب
ہوا ہے کہ لشکر کو آرام گیر
کہ محصور کرنے سے کیا فائدہ
کہ تھا بر سر کینہ و کینہ جو!
اُسے صرف کرتے تھے لیل و نہار

ہر اک جوش سردی سے تھا کانپتا
بہت قتل ایرانیوں کو کیا
بصد زاری و عجز پیر و جواں
قرین اجابت ہوئی یہ دعا
کہ انگشت سے وہ خجستہ شعار
وہ ساحر تھا از بسکہ مشغول کار
کہا پھر یہ اُسنے کہ ہاں تُند تر
اُتر کوہ سے پھر گیا پیش طوس
پھر آیا سحر ہوکے پیراں سوار
دلیراں ہوکے ناچار و منقلب
حصار ایک تھا کوہ پر استوار
وہاں آئے ترکان پیکار جو
سر راہ مسدود مت کیجئے
بہت قلعہ میں غلہ و آب تھا
بد اندیش سے پاسبان خدنگ

ہوئے سب کے بیکار واں دست و پا
مضر برف سے کچھ نہ پہنچی ذرا
لگے مانگنے یہ دعا ہر زماں!
کرم حق نے بیچارگاں پر کیا
کرے ہے اشارہ سوئے کوہسار
نہ تھی کچھ خبر اُسکو واں زینہار
تو اس برف باراں کو اب دُور کر
اُسے قتل لا کر کیا پیش طوس
ہوا آکے آمادۂ کارزار!
وہ لڑتے ہوئے ہٹنے لگے تھے سب
کیا زخمی و خستہ نے دل قرار
کیا آکے محصور واں طوس کو
جدھر جاویں جانے اُدھر دیجئے
مہیا تھا ساماں ہر اک قسم کا
دلیرانہ کھاتے تھے ہر روز جنگ

رسیدن رستم پہلوان در قلعہ ہمایوں باستمداد و استعانت طوس و آمدن کاموس و شنگل دو پہلوان و خاقان چین با لشکر بیکراں باعانت پیران و جنگ با رستم و کشتہ شدن اشکبوس و کاموس از دست رستم و ہراساں شدن افراسیاب

سنی خسرو نامور نے خبر
یہ سنکر وہیں رستم پہلواں
یہ گودرز سے طوس کہنے لگا
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیاں
وہ بولا کہ خاطر کو اب شاد رکھ

کہ محصور ہے طوس والا گہر
ہوا سوئے کوہ ہمایوں رواں
کہ آیا تہمتن تو جا پیشوا!
کہا یہ کہ اے پہلوان جہاں
غم و فکر سے دل کو آزاد رکھ

تہمتن کو کرکے طلب یوں کہا
گیا کرکے یلغار نزدیک جب
شتابی سے اُسنے بفرط خوشی
تو ایرانیوں کا ہے پشت پناہ
پھر آئے بہم سوئے دو پہلواں

کہ یاد رہو اب جاکے تو طوس کا
ہوا خرم و شادماں طوس تب
تہمتن سے جا کر ملاقات کی
یہاں تو نہایت ہوئے ہم تباہ
در و دشت تلک طوس جنگی جواں!

تہمتن کے بیٹے کو آیا وہیں!
بہت اُسکی رستم نے دلجوئی کی
بلا سرافراز ہ بر اس دیا
ہر اک کی تسلی تہمتن نے کی
لکھا اُسنے تھا شاہ توران کو
کہ کوہ ہمایوں ہے یہ وہ حصار
سپہدار توراں نے دو پہلواں
سرافراز گردان چین و ختن
روانہ تو کر اور بھی کچھ سپاہ
نہ تنہا گئی فوج ترکان چین
شتابی سے پیران شامل ہوے
وہاں پیش کاؤس پیراں گیا
یہ کہنے لگا ہو کے وہ گرم و تند
تو بس لاؤں رستم کا دم ناک میں
یہ گفتار سُنکر ہوا شاد دل!!
تو ہے یاں نگہدار تورانیاں
تو ہو قلب میں با سپاہ گراں
یہ سُنکر ہوا وہ قرین طرب
اُدھر آکے پیران خاقاں بہم
خروشاں ہوئی نائے کی دوں!
وے یا دو دن ہی خدا کو کیا
کہ تھا اشکبوس اُس دلاور کا نام
لگے کرنے وہ نیزہ بازی وہاں
ہوئی کارگر گند کی بھی نہ ضرب
تب اُس تند گرز کاری لگا

ملا جب تو یہ عذر لایا وہیں
کہ گئے قلعہ میں پھر بصد خوشی
یہ بولے کہ اے رستم نامدار
ہوئی ہے اُسکے آنے سے سبکو خوشی
کہ کر کے زبوں فوج ایران کو
نہیں تاب جنگ وہ نہیں اُن سپاہ
گئے سوئے کوہ ہمایوں رواں
تو ناد پیل فگن پیل تن!
کرے تاکہ ایرانیوں کو تباہ
روانہ ہوا آپ خاقان چین
پئے جنگ دیو خاش مل ہوئے
ثنا خواں ہوا رستم گرد کا!
کہ آکے میرے تیغ اُسکی ہو کند
بلاؤں ہیں سب رستمی خاک میں
ہوا نہاں سے غم کے آزاد دل
تو ہے اب مددگار یاری رسال
رہے تا قوی پشت جنگ آزما
گیا اپنے ڈیرے میں ہنگام شب
ادھر رستم و طوس انجم حشم
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
ڈرا دی نہ اندیشہ کو دل میں جا
دلیر و جوانمرد مشہور عام
نہ لیکن ہوئی کارگر کچھ سناں
پھر اُس مرد جنگی نے ہنگام حرب
کہ توڑی سپر سہر کو زخمی کیا

رہائی حفاظت کو وشہ کی یہاں
تہمتن سر تخت بیٹھا وہاں
ہوئی زندگی تیرے آنے سے یاں
خبر لاؤں پیراں کے لشکر کی اب
کیا میں نے محصور لے بادشاہ
جو فوج اور بھیجو تو اُن کو شتاب
جوانمرد کاموس و شنگل دلیر
سوا اسکے خاقان چین کو لکھا
بہم بسکہ دونوں میں اخلاص تھا
تہمتن سے پہلے یہ پہنچے وہاں
غرض آکے جب رستم پہلواں
کہ رستم ہے ایسا سوار دلیر
تو کرتا ہے تعریف کیوں اسقدر
جو میدان میں جاؤں میں ڈرا ہوں
گیا پھر وہیں پیش خاقان چین
سحر کر کے میں گرم بازار جنگ
لگا کہنے پیران سے خاقان چین
ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
ہوئے لشکر آرا بقصد وغا
وہ انبوہ لشکر جب آیا نظر!
نکل خیل ترکاں سے اک کینہ خواہ
گیا اسنے رہام جنگی سوار
جوانمرد جنگی نے ان سے گئیں
اُٹھا گرز مارا جو بالائے سپر
گیا جبکہ گرز گراں سے ستوہ

نہ تک آسکا پیش تیر اک جواں
یمین و یسار اُس کے سب پہلواں
وگرنہ نہ تھی ہمکو اُمید جاں
کروں میں بیاں آگے احوال سب
پڑا کر دشت میں لی ہے انہوں نے پناہ
کرو نہیں ہلاک و اسیر و خراب
دلیری سے بیٹھے کے غرندہ شیر
کہ پیران کی امداد کو خسروا
کیا پاس خاقاں نے اخلاص کا
کہ تورانیاں خیمہ زن تھے جہاں
ہوا شامل فوج ایرانیاں
مقابل نہیں جسکے غرندہ شیر
مرے سامنے آئے [illegible] اگر
کروں سر بسر دشت کو بحر خوں
کہا اُسنے ایشاہ روئے زمیں
کروں قافیہ فوج ایراں کا تنگ
پئے رزم یکدل ہیں ترکان چین
دلیروں نے کینے پہ باندھی کمر
گیا تا فلک پر فغاں بوق کا
گیا سوچ میں رستم نامور
شتاباں ہوا سوئے ناوردگاہ
ہوا جا کے آمادہ کارزار
سر ترک پر گرز مارا وہیں!
تو اُس وقت رہام نے لی سپر
گیا وہاں سے رہام پھر سوئے کوہ

جو زخمی ہو وہ ہامر پلی پھر گیا
ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
پھر اشکبوس نبرد آزما
نہ اک تیر بر سر ہوا کارگر!
ہوا اسکے سینے پہ گیا کارگر
جو دیکھا کہ ہے برق خونابہ بر
تو اے گرد پیراں کہے تھا دلیر
خطرے سے نہ آیا کوئی نامور
گیا رات کو سب نے آرام و خواب
لگا کہنے لشکر سے خاقان چین
تہمتن سے لیتا ہے لڑ وہ کمین
گیا اسپ کو سوئے میداں رواں
تہمتن کا شاگرد والا ہے یہی!
گیا ترک نے جب کہ نیزہ رواں
لگا کہنے رستم سے وہ پہلواں
وہ بولا کہ جب صید آوے نظر
تہمتن شتابی چو پر اسر گیا
گیا زور کاموس و رستم نے جب
کہ شبدیز پہ اپنے ہوکے سوار
ہوا اس کا گھوڑا وہاں سے فرار
گیا قتل کاموس کو پھر یہیں
سنو آگے خاقان رستم کی جنگ

تو اس ترک نے یہ ارادہ کیا
لگا کہنے اس ترک سے یوں دلیر
سو پیل تن تیر باراں کیا
کماں لے کے رستم نے پھر دو تیر
کیا تیر نے پشت سے بھی گزر
ہوا شاہ حیرت زدہ دیکھ کر
کہ رستم ہے مرد توانا و چست
مقابل تہمتن کے با کر و فر
سحرگاہ نکلا جو پھر آفتاب
کہ اے نامداران ترکان چین
کہا شنگے کاموس نے پھر وہیں
دلیرانہ جا کر پکارا کہ ہاں!
کہ بیجنگ سکو نہ پڑتی تھی کل!
تو الوائے جنگی نے دی اپنی جاں
مجھے مت سمجھ اشکبوس اکواں
تو کیونکر نہ غرندہ ہو شیر نر
ہوا اس سے وابستہ سر رخش کا
شکستہ ہوئی درمیاں سے وہ تب
کہو نہیں تہمتن سے پھر کارزار
لیا فوج خاقاں میں اسنے قرار
سواران ایراں نے آ دو کمیں

طرف اپنے لشکر کی مڑ وہ غالب
کھڑا رہ کہ پہنچا نزا ہم نبرد
ولے اتنی تھی دہشت پیلتن
رہا تیر جب شستۂ دشمن کیا
ہوا اشکبوس الغرض ہلاک
کہ بولا کہ جوں رستم پیلتن
نہیں اپنے لشکر میں کوئی بھی مرد
نہ باہم ہوا پھر کوئی کینہ خواہ
تو میداں میں گرداں پکارا جو
کہو کونسا آج جنگ آزما
کہ رستم سے کہتا ہوں جا کے جنگ
شتاباں ہوا رستم نامدار
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ
رواں کرکے میدانمیں رخش کو
ڈروں میں نہ ہرگز تری شور سے
دلیری سے کاموس نے پھر کمند
پکڑلی تہمتن نے پھر وہ کمند
ہوا بلکہ کاموس زیں سے جدا
تہمتن نے پھر جلد پھینکی کمند
ہوا جبکہ وہ ترک جنگی اسیر
کوئی لشکر ترک سے اک سوار

کہ اتنے میں واں رستم پہلوان
مقابل ہو پھر کہا اگر تو ہی مرد
کہ لرزندہ تھا دست ناوک فگن
مرد و مہر نے تب کہا مرحبا!
پڑا جسم اس کا تہ خون و خاک
نہ دیکھا کوئی ایسا ناوک فگن
کہ رستم سے میداں نہیں ہو ہم نبرد
گئے پھر وہ لشکر سوئے خیمہ گاہ
صف آرا ہوئے آ کے ہر دو سو
عوض اشکبوس جوانمرد کا!
یہ کہکر شتاباں ہوا بہر جنگ
مرے ساتھ کر آ کے کارزار
ہوا آ کے کاموس سے کینہ خواہ
ہوا نعرہ زن رستم نامجو!
کہ وں آج تجھ کو زبوں زور سے
رہا کی سوئے رستم ارجمند !!!
ہو رخش کے سر پہ جو آ کے بند
ڈلے اسنے پھر یہ ارادہ کیا!
کیا مثل نخچیر اسے پائے بند
کشاں لیگیا رستم شیرگیر
ہوا پھر نہ آمادۂ کارزار
ذرا دیکھو دور زمانے کا رنگ

جنگ رستم با خاقان چین و گرفتار

آمدن خاقان و گریختہ رفتن تورانیان و فتحیاب بودن رستم پہلوان

ہوا جبکہ کاموس جنگی ہلاک
تو پیران دلیسہ ہوا سہمناک
لگا کہنے خاقاں سے آنا جو
سپہ اپنی بیدل ہوئی ہر بسر

یہ بہتر ہے عطفِ عناں کیجئے
کروں صبح اُس کو اسیرِ کمند
تہمتن کے بیٹے کو ہنگامِ جنگ
تو بخشوں تجھے سیم و زر بیشمار
پکارا کہ اے رستمِ سرفراز
کروں مثلِ کاموس تجھکو ہلاک
جو دیکھا کہ ہے تیر جوشن گداز
علم کرکے شمشیر کو بعد ازاں
پہنچکر تہمتن نے یک بارگی
یہ پھرتا تھا تیغِ برہنہ بکف
ولے بعد دیر آئے ہوماں وتل
وہ کہتا تھا وقتِ دمِ واپسیں
نہ کرتے سیاوش کو گر تم ہلاک
وہ بولا کہ اے رستمِ ذی شعور
یہ سنکر وہیں پیشِ پیراں گیا
وہ پہلے گیا پیشِ خاقانِ چین
اُسے مع خاقانِ چیں نے کیا
کہا سنکے ہوماں سے ایشاہِ چیں
جو صحرا و دریا میں ہو گرمِ جنگ
نہ ہو رزم ساز اُس سے افراسیاب
دگر بار ہوماں بعجز و نیاز
بہت چاپلوسی جو پیراں نے کی
ہوا رستمِ گرد کا مدح خواں
بہت کی ہے میں نے پسندیدگی
یہ سنکر لگا کہنے تب پیلتن

سوئے خانۂ لشکر رواں کیجئے
تو بے دل نہوں آئیں ارجمند
کروں میں جگر کو نشانِ خدنگ
بہت دوں تجھے گوہرِ شاہوار
مرے ساتھ ہو آنکہ رزم آشنا
زمیں کو کروں جسم سے تیرے پاک
سپر سر پہ لایا وہیں نامدار
تہمتن ہوا سوئے جنگش رواں
جو کھینچی پکڑ کر دمِ بارگی
لباں ہنر برثیاں ہر طرف
لگے کہنے رستم سے وہ ایچواں
کہ ہونا نہ ترکوں سے بادم گیں
تو ہوتا مرا سینہ کینے سے پاک
کسی طرح کینِ سیاوش ہو دُور
یہ ہوماں نے پیراں سے جا کر کہا
کہا یوں کہ اے شاہِ ترکانِ چین
خردمند ہوماں سے پھر یوں کہا
تہمتن سے پیکار لازم نہیں
مقابل نہو اُسکے شبرنگ
کہ البرز ہے نام سے جسکے آب
لگا کہنے یوں اے شہ سرفراز
تو جانے کی دی شہ نے پروانگی
کہا اُس سے پیراں نے [illegible]
فراواں مرا حقِ بندگی
کہ خالی نہیں صدق سے یہ سخن

ہمیں تاب پیکار رستم نہیں
پھر اتنے میں اک گرد جنگیش نام
لگا کہنے خاقاں کہ اے جنگجو
غرض جنگش گرد روزِ دگر
گیا رستمِ گرد شاداں کناں
جوانمرد جنگیش لیکر کماں
ولیکن سپر سے گذر بید رنگ
وہ ہیبت سے اُسکی گریزاں ہوا
تو جنگش ہوا پشتِ زیں سے جدا
نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا
نہ زنہار ترکوں کو برباد کر
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا
سیاوش تھا سہراب سے بھی عزیز
لگا کہنے رستم کہ پیراں یہاں
تہمتن نے تجھکو کیا ہے طلب
بلاتا ہے اب رستمِ پہلواں
تو کیوں پیشِ رستم گیا تھا مگر
کہاں تاب ہے لشکرِ شاہ کو
تہمتن ہے شیر افگن و پیلتن
یہ سنکر ہوا تند خاقانِ چین
سخن پہلے رستم کا سن لیجئے
گیا پاس رستم کے ڈرتا ہوا
کہ کیخسرو ہے نام بردار کا
رہا قتل سے میں نے اسکو کیا
ولیکن وہ دو رو یہ ہے اے نامجو

کہا سنکے خاقاں نے کچھ غم نہیں
یہ کہنے لگا اے شہ ذوالکرام
کرے قتل رستم کو امید انہیں تو
دلیرانہ امید انہیں آن کر
کہا تجھکو لاتی ہے اب موت یاں
کیا تیر سوئے تہمتن رواں
ہوا بند جوشن میں آکر خدنگ
عقب اُسکے رستم گریزاں ہوا
اُسے قتل رستم نے وہیں کیا
سوئے جنگ ہرگز نہ مائل ہوا
وصیت تو سہراب کی یاد کر
سمجھ اس سخن کو جو کچھ ہے لکھا
بجا ہے جو ہوں تمسے گرمِ ستیز
اگر آوے توران دل ہو عیاں
تو جا پاس اُسکے کہ بہتر ہے اب
جو ہووے اجازت تو جاؤں بناز
ترے دل میں ہے اُس سے خوف و خطر
کہ ہو ساتھ رستم کے پیکار جو
سوارِ جہانگیر لشکر شکن
گیا دور ہوماں کو واں سے وہیں
جو کچھ پھر ہو منظور سو کیجئے
بہت دل میں اندیشہ کرتا ہوا
یہ مخلص بھی ہے بندۂ بادشا
جو کچھ شرطِ خدمت تھی لایا بجا
اسیرِ بلا اس سبب سے ہے تو

کہا پھر یہ پیراں نے ای نامدار — کروں ہوں میں اب تجھ سے عہد استوار
تو کر صلح موقوف کر عزم جنگ — نہ اس قدر کر فوج توراں کو تنگ
کیا تجھکو اسواسطے یاں طلب — مری بات سن گوش دل سے تو اب
حوالے کرے پھر یہ افراسیاب — زر و مال بھی سب مجھے بے حساب
جو خسرو کرے سر کو اسکے جدا — تو خالی ہو کینے سے دل شاہ کا
دلے پاس خاطر ہے تیرا ہمیں [?] — پدر بھائی صلح تھی ورنہ دور
سنا جب کہ احوال خاقان نے جب — لگا کہنے گودرز چپ سے یہ تب
کیا عرض شنگل نے اے شہریار — نہیں صلح منظور یاں زینہار
یقیں یہ ہے کر کوئی دل کینہ جو — کرے گا زبوں رستم گرد کو
یہ سنکر خوشی سے لگا کہنے شاہ — کہ بہتر ہے پھر جنگ کیجے پگاہ
وہ بیٹھا تھا خاموش تھی عقل دنگ — کہ مجلس کا اسوقت تھا اور رنگ
گیا سوئے میداں ہوا نعرہ زن — پکارا کہ اے رستم پیلتن !!!
کمر میں مخالف کے از روئے کیں — کیا بند رستم نے نیزہ وہیں
وہ اٹھکر پیادہ گریزاں ہوا — سوئے لشکر چیں شتاباں ہوا
سلامت وہاں سے اسے لے گیا — یہ شنگل نے خاقاں سے جا کر کہا
دلیری کا یہ بکنا ہے وہ شیر مرد — نہیں کوئی اس کا یہاں ہم نبرد
عبث تھی وہ مجلس میں لاف و گزاف — یہ ظاہر ہوا اب وہ گو ہے تو صاف
شہ چیں نے شنگل کو انجام کار — سواران جنگی عبث شش ہزار
بھیجے گرد رستم کے یکسر سوار — ہوا گرم ہنگامۂ کارزار
لگے پھر دلیران ہر کار جو — ادھر سے بھی رستم کی امداد کو
ہوا انکے انبوہ سے بیمناک ! — کیا کوشش جہد بے خوف و باک
یہ کیونکر کہوں میں کہ پیکان تھی — قیامت وہاں اک پدید آ گئی
ہوا سادہ داماں کاؤس کا — تہمتن سے آکر نبرد آزما
مقابل ہوا آکے پھر اک سال [?] — مگر اس سے غافل کہ آیا زوال
وہن سے نکلتا تھا رستم کے کف — گئے کشتہ صد ہا گیا جسطرف

کہ فرمانبری سے میں پھیروں نہ سر — رہوں تابع حکم شام و سحر
وہ بولا کہ اے مرد فرخ نہاد — تری بات کا ہے مجھے اعتماد
جو یہ آرزو ہے بہم صلح ہو !!! — تو کر شیوۂ مفسد دہر کو !!!
کہ کیخسرو نامور کے حضور — روانہ کروں پھر ہو پرخاش دور
تو یہ جانتا ہے ترے شاہ سے — نہیں صلح منظور ہرگز مجھے
تہمتن سے رخصت ہو پیراں گیا — یہ احوال خاقاں سے ظاہر کیا
کہ اسنے نامداراں کہو تم شتاب — تہمتن کی ہے بات کا کیا جواب
بلا سے ہوئے کشتہ دو چار گرد — بفضل خدا یاں ہیں بسیار گرد
جو یہ بات شنگل سے کہنے لگی ! — تو سب نامداراں نے تائید کی
ولے دل میں پیراں کے تھا پیچ و تاب — نہ دیتا تھا اس بات کا کچھ جواب
غرض شنگل گرد روز نبرد [?] — دلیرانہ ہو کر سوار اسپ پر
رکھوں ہوں نہیں تجھ سے تمنائے جنگ — گیا سنکے وہ گرد پر اخنگ [?]
اٹھا کر گرایا اسے خاک پر — کیا چاہتا تھا قلم اس کا سر
ہوا اسکے دنبال رستم رواں — ولے آنکے لشکر چینیاں !!!
کہ رستم کے آگے ہیں سب گرد پست — بچا لے اسے کہتے گر پیل مست
یہ سنکر ہوا شاہ چیں پر غضب — لگا کہنے یوں کیا ہوا تجھکو اب
وہ بولا ہے ساتھ ہو کر سپاہ — تو پھر جا کے رستم سے ہوں کینہ خواہ
دگر بار شنگل بقصد وغا — سوئے رزمگہ لے کے لشکر گیا
ولیکن نہ رستم کو تھا کچھ بھی غم — بکیں تیغ و نیزہ کرتا قلم
دلیروں سے کہنے لگا پہلواں — کہ اس جنگ سے یاں نہیں کچھ زیاں
بگرز گراں اب ستیزہ کرو — سر چینیاں ریزہ ریزہ کرو
بپا پے تھی یوں ضرب گرز گراں — کہ جسطرح سے تنگ آہنگراں
خروشاں ہوا ایک گرز گراں — کہ سادہ نے دی سادگی سے جان
لگا گرز جو ایک بالائے سر ! — تو بس ہو کے بیدم گرا خاک پر
وہ شنگل کہ تھا گرد جنگ آزما — تہمتن کے ہاتھوں سے مارا گیا

تہمتن کو از بسکہ تھا جوش کیں
ہوا حملہ آور سوئے شاہ چیں

جہاں پہلواں رستم کینہ خواہ
گیا جبکہ نزدیک قلب سپاہ

سواران چیں بسکہ کشتہ ہوئے
جو صحرا میں کشتوں کے پشتے ہوئے

پیام اُسنے بھیجا کہ اے نامور
نہ ہو گرم پیکار بس صلح کر

تو پیل سفید اور دیہیم زر
مرصع وہ اورنگ و گنج و گہر

غضبناک سُنکر ہوا شاہ چیں
سپہ سے یہ بولا کہ از روئے کیں

ہوئی بارش تیر ہر چند پر
تہمتن کا ہر گام تھا پیشتر

گرا خاک پر فیل سے شاہ چیں
لیا باندھ اپنوں نے وہیں

غرض لشکر چیں گریزاں ہوا
سوئے کشور چیں شتاباں ہوا

نہیں اک دو تیرے پہ پو دور چرخ
ہمیشہ سے مشہور ہے جور چرخ

نہ پیل و نہ اورنگ زرکار تھا
شہ چیں پیادہ گرفتار تھا!

یہ بولا کہ ترکوں کو جانے نہ دو
یورش کرکے ہر چار سو گھیر لو

گریزاں ہوئے شب کو تورانیاں

سواران ایرانیاں یک ہزار
گئے ہمرہ رستم نامدار!

ہوئی فوج خاقان حملہ کناں
قیامت ہوئی ایک برپا وہاں

جو رستم کی دیکھی دلیری وہاں
تو خاقان چیں کو خوف جاں

یہ سُنکر لگا کہنے وہ نامجو!
جو خاقاں کو ہے صلح کی آرزو

یہاں بھیجدے کہ ہے یہ تمام
سزاوار کیخسرو ذو الکرام

کرو تیرباراں سوئے پہلواں
دلیرانہ ہو گرم پیکاریاں

پہنچکر جو رستم نے پھینکی کمند
تو خاقاں کے سر میں ہوئی جا کے بند

زدو کوب اُسدم ہوئی اسقدر
کہ صحرا ہوا بحر خوں سر بسر

شہ چیں کا اسباب و زر واں جو تھا
سواران ایراں نے غارت کیا

زمانہ کا ہر دم ہے رنگ دگر
کبھی شام ہے اور کبھی ہے سحر

اُسے طوس کے پاس لایا کشاں
دلیروں سے پھر رستم پہلواں

ولیکن جو نزدیک تھا وقت شام
ہوا جا کے آسودہ لشکر تمام

نہ ہرگز رہا وا کے سیکا واں

روانہ شدن رستم از کوہ ہمایوں ہے ائے

جنگ افراسیاب و آمدن پلادوند شاہ ختن بمقابلہ رستم و ظفر یافتن رستم پہلوان و بہ فتح و فیروزی مراجعت نمودن و آمدن رستم بحضور کیخسرو

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار
تو کوئی نہ ترکوں کا دیکھا سوار

سواران ترکاں کو فرصت ملی
بیاباں سے بے رنج و غم راہ لی

یہ کہکر کیا مال مغروقہ کو!
رواں پیش کیخسرو نامجو

گیا لیکے اُس دادگر کے حضور
فرامرز رستم کا فرخندہ پور

فرامرز کو خلعت و زر دیا!
اُسے مورد لطف و احساں کیا

پے طوس و گودرز و گیو و رہام
کہانتک میں لوں پہلوانوں کے نام

روانہ ہوا سوئے افراسیاب
تہمتن کرے تا کہ اُسکو خراب

کہ لشکر نے یکدست کھائی شکست
کیا سربلند انکو رستم نے پست

سپہر سے لگا کہنے رستم کہ واہ
تمہیں شب تھا میل آرام کا

سلامت گئے سیف تورانیاں
ہے خواب غفلت میں ایرانیاں

وہ پیل سفید اور وہ تخت و تاج
فراواں زر و گوہر و گنج و تاج

ہوا شاد کیخسرو نامدار
شگفتہ ہوا دل بہ رنگ بہار

تہمتن کو بھی خلعت پُر گہر
زروئے عنایات با گنج و زر

وہ جتنے تھے گردان جنگ آزما
ہر ایک کو کئے خلعت و زر دیا

حضور سپہدار توراں دیار
کیا جا کے پیراں نے یوں آشکار

شہ چیں کو میدان سے روز نبرد
پکڑ لے گیا زندہ شیر مرد

ہوا بر الم سنکے افراسیاب — بہت دلکو اسکے ہوا اضطراب
کیا نامداروں کو اسنے طلب — کہا یونکہ ہاں مصلحت کیا ہے اب

لگے کہنے مردانِ جنگ آزما — کہ چین سے ناحق طلب کی شہا
وہ سمجھا کہ ہیں مرد میداں اگر — ذرا حکم ہووے تو اب زود تر

کریں رستم گرد سے جاکے جنگ — ملادیں اسے خاک میں بے درنگ
وہ بولا کہ رستم ہے لشکر شکن — توانا و زور آور و پیلتن

بہت جنگ میں آزمایا اسے — کسی نے ذرا بھی نپایا اسے
خدنگ و سناں گرز تیغ و تبر — بدن پہ نہ اسکے ہو کچھ کارگر

نہیں قتل بدخواہ دشوار ہے — نہیں سہل یہ کام نہایت ہے
پھر اک نامہ شاہ ختن کو لکھا — طلب پھر امداد اسکو کیا

تہمتن کا سپہدار پولادوند ! — دلیر و نبرد آزما زورمند
ختن سے رواں ہوکے پہنچا شتاب — ہوا شامل شاہ افراسیاب

ہیم شاہ توران و پولادوند — سوئے لشکر رستم ارجمند
شتاباں ہوئے باسپاہ گراں — دلیران و گردان و جنگی جواں

تہمتن بھی ہر روز نقارہ نورد — توقف نہ کرتا تھا وہ شیر مرد
کہیں راہ میں ایک آیا حصار — کہ واں گردکا نور تھا قلعہ دار

وہ رستم سے آکر ہوا کینہ خواہ — عدم کی ولے اسنے لی وہیں راہ
وہ حصنِ متیں فتح جسدم ہوا — رواں ہشتیر وانسے رستم ہوا

سپہدار توراں کے جب متصل — ہوا خیمہ زن رستمِ شیر دل
تو سالار توران سے پولادوند — لگا کہنے یوں اے شہ ارجمند

جو شب گذری اور ہو سحر آشکار — کروں جاکے رستم سے میں کارزار
غرض دوسرے روز وقتِ پگاہ — دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ

مبارز طلب آن کر جب کیا — پئے جنگ تب گیو جنگی گیا
رہا کر کے شاہ ختن نے کمند — کیا پہلواں گیو کے سر کو بند

یہ چاہا کہ لیجائے کھینچکر ! — کہ اتنے میں یہ حال کر کے نظر
رہام اور بیژن نے جاکر کمند — رہا کی سو شاہ پولادوند

ہوا شاہ کا بند بازو سپر — ولیکن کیا شہ نے زور اس قدر
کر دہیں گئیں ٹوٹ دونوں کمند — علم کر کے پھر تیغ پولادوند

ہوا سوئے گردانِ جنگی رواں — کیا اسنے زخمی انہیں بعد ازاں
پہنچکر بیک ضربِ شمشیر کیں — کیا خستہ بس گیو کو بھی وہیں

جو میداں میں زخمی ہوئے سر بتن — تو گودرز با خاطرِ پر محن
گیا پیش رستم وہ نالہ کناں — کہا یوں کہ اے پہلوانِ جہاں

ہوئے ہاتھ زخمی نبیرہ پسر — شتابی سے تو جاکے امداد کر
یہ سنکے گیا رخش پر ہو سوار — سوئے رزمگہ رستمِ نامدار !

کمند آکے رستم نے کی جب رہا — تو شاہِ ختن نے جبہ اسر لیا
جو خالی گئی پہلواں کی کمند — تو گرزِ گراں لیکے پولادوند

گیا اور مارا جو اس گرز کو ! — تو رنجہ ہوا رستمِ نامجو
ہوا خوں رواں سر ہوا دردمند — رہا زین پہ قایم یل ارجمند

نئے درد سے تھی نہ تاب اسقدر — رہا جو کرے زخم بدخواہ پر
خدا سے تہمتن نے کی التجا ! — کہ عاجز ہے اب رحم کر یا خدا

وہ طاقت مجھے بخش اے بیچگوں — کروں تاکہ بدخواہ کو اب زبوں
پھر اتنے میں بدخواہ نے آن کر — رواں تیغ کی گرد کے کتف پر

نہ جوشن پہ لیکن اثر کچھ ہوا — یہ شاہ ختن دلمیں کہنے لگا
کہ افسوس ایدل یہ وہ گرز ہے — کہ لرزاں سدا جس سے البرز ہے

چلے کھاکے یہ ضرب گرز گراں — نہ ہرگز ہلا زین سے پہلواں
مری تیغ براں تھی خارا شگاف — دو پارہ کرے سنگ و آہن کو صاف

برابر لگے اس گرد کے جسم پر — ذرا بھی نہ ہرگز ہوئی کارگر
پھر اسنے کیا میل کشتی وہاں — تہمتن سے کی خواہشِ دل عیاں

تہمتن نے سنکر پذیرا کیا — ولیکن یہ اس وقت اسنے کہا
کہ افراسیاب دلاور کو یہاں — طلب کیجے تا کہ اے پہلواں

کرے آکے پیمان و عہد استوار
سپہدار توراں گیا پھر وہاں
رہے فاصلہ نیم فرسنگ کا!
لگا کہنے شاہ ختن سے کہ ہاں
رہا ہاتھ سے تیرے گر ہوئیگا
ہوئے دونوں مصروف کشتی بہم
اٹھا کر جو ٹپکا اسے خاک پر
یہ سمجھا وہیں رستم ارجمند
کہا جاکے اے شاہ افراسیاب
رہائی مجھے اس سے سوجھی تھی کب
تہمتن کی بھی فوج پہنچی وہاں
یہاں سے نہیں بھی ہے حاصلِ ظفر
لگا کہنے پیراں سے شاہنشہا
مناسب نہیں ہے توقف یہاں
لگا ہاتھ رستم کے پھر مال و گنج
بفتح و ظفر لیکے پھر مال و زر
سوا اسکے سب مال مغرور بھی
کہوں قصہ اب اور باآب و رنگ
ہوا جشن آراستہ ایک روز!
امیران و گردان ایراں دیار
کہیں دامن دشت سے آگیا
تعجب ہے حیرت کلہ ہے یہ مقام
کہے ہے ایک اکوان دیو لعین
سنا جبکہ یہ دیو کا ماجرا!
نہیں اور کو تاب یہ زینہار

کہ بھیجے مدد کو نہ کوئی سوار
تہمتن نے اس سے کہا یوں بیاں
مدد کو نہ پہنچے کوئی دوسرا
زمیں پر گرے جبکہ یہ پہلواں
تو پھر کام دشوار تر ہوئیگا
لگے کرنے ہر دم درشتی بہم
تو بدیم ہوا وہ شہ کینہ ور
کہ بس مر گیا شاہ پولادوند
نہیں زینہار آدمی کی یہ تاب
ہوا مکر و حیلہ سے جانبر میں اب
ہوا گرم بازار پرخاش کیں
بھلا کیسے ہو جنگ گرم کیں
سپہ لیکے شاہِ ختن اٹھ گیا
سوئے خانہ بس ہو جئے اب رواں
مبدل ہوا ساتھ راحت کے رنج
گیا پیش کیخسرو نامور
تہمتن کو بخشا بفرطِ خوشی

غرض اس سخن سے یہ تھا مدعا
شہا عہد و پیماں یہ باہم تو کر
پذیرا کیا شاہ نے یہ سخن
جگر چاک اس کا وہیں کیجیو
کیا لیکے افراسیاب دلیر
کیا زور رستم نے انجام کار
ملے دم چرایا بد اندیش نے
کیا یہ سوئے رخش تا ہو سوار
کہو رستم گرد سے ہم خبر
عقب اسکے پہنچا جو گرد دلیر
لگا کہنے لشکر سے پولادوند
چلو پھر بسوئے دیارِ ختن!
ہوئی اس سبب سے یہ بیدل سپاہ
غرض شب کو وانسے بصد اضطراب
تہمتن نے ہر اک با صد طرب
ہوا شاد کیخسرو نامجو
کیا بیژن و گیو کو پھر طلب

جنگ رستم با دیو اکوان و کشتہ شدنش از دستِ رستم

حضور اسکے حاضر تھے سب نامدار
کئی گھوڑوں کو اس نے ضائع کیا
کہ آ کر کیا گورخر نے یہ کام
سرِ چشمہ صحرا میں مسکن گزیں
تہمتن سے خسرو نے تب یوں کہا
یہ تکلیف بھی تو ہی کر اختیار

کہا ایک چوپاں نے واں آنکر
یہ کہنے لگا خسرو پیل زور
یہ سنکر وہیں موبدان کہن
ہوا دشت میں آشکار آنکر
کہ اے پہلواں رستم پیلتن
وہیں لیکے گرز و کمند و عناں

کہ رستم نے دم راست اپنا کیا
کہ ہٹ جائے لشکر عقب سربسر
پھر آہستہ آکر شہ پیلتن
توقف کو تم راہ مت دیجیو
فرود آئے گھوڑے سے دونوں وہ شیر
کہ دشمن نہ قائم رہا زینہار!
کیا مکر بدخواہ بدکیش نے
گریزاں ہوا اٹھ کے وہ شہریار
حضور اسکے ہے کوہ البرز گرد
تو گردان ایراں نے جائی تیز
کہ تخت و زر و گنج و نام بلند
یہ کہہ کر گیا شہریار ختن!
نہیں سوئے پیکار مائل سپاہ
گریزاں ہوا شاہ افراسیاب
کیا ملک توراں تقسیم سب
دیا گنج و زر رستمِ گرد کو!
وہ توراں سے آئے سپہ لیکے سب
سنا دیں ہیں اکوان و رستم کی جنگ
سر تخت خسرو تھا جلوہ فروز
کہ گلے میں اسپاں کے اک گورخر
نہیں زور میں ہمسر اسپ گور
لگے کہنے یوں پیش شاہِ زمن
وہی دیو ہے صورتِ گورخر
ترا کام ہے کشتن اہرمن
تہمتن ہوا سوئے صحرا رواں

سوئے گور خر جبکہ پھینکی کمند / وہ غائب ہوا کچھ نہ پہنچی گزند
پھر اک دم میں پیدا ہوا وہ نہیں / یہ دوڑا وہیں کھینچ کر تیغ کیں !

کیا چاہیے تھا نہ خم اس پہ ہا / نظر سے وہ پوشیدہ پھر ہو گیا
یہ سمجھا تہمتن یل پیل زور / کہ ہے بیگماں دیو اکوان گور

غرض اس طرح سے وہ دیو پلید / گہے تھا نمایاں گہے ناپدید
رہا تین دن تک تہمتن خراب / نہ آرام تھا دن کو نے شبکو خواب

بروز چہارم سوار دلیر / ہوا اور صحرا میں آرام گیر
گیا خواب میں جبکہ وہ پہلواں / تو پھر آ گئے دیو اکوان واں

زمیں کو شتابی بریدہ کیا / اٹھا کر تہمتن کو بس لے گیا
ہوا جبکہ بیدار وہ پیلتن / لگا کہنے تب اس سے یوں اہرمن

کہ دریا میں پھینکوں میں یا کوہ پر / جو ہو خواہش دل بیاں مجھ سے کر
سمجھتا تھا یہ رستم شیر گیر / کہ برعکس ہے کار دیو شریر

کہا دیو سے پھینک دے کوہ پر / کہ تا استخواں ریزہ ہوں سربسر
اسے دیو ناپاک نے پھر وہیں / دیا پھینک دریا میں از روئے کیں

گرا جبکہ دریا میں تب بیدرنگ / سوئے رستم گرد دوڑے نہنگ
جوانمرد اس وقت لایا پناہ / سوئے آخر بنید از مہر و ماہ

ازرہ دلیری علم کر کے تیغ / لگا قتل کرنے انہیں بیدریغ
یل پیلتن خوب تیراک تھا / دلیر و جوانمرد و بیباک تھا

شناور تھا یکدست سے پہلواں / بدست دگر تھا ستیزہ کناں
بعون عنایات و لطف خدا / کنارے پہ پہنچا وہ جنگ آزما

سلاح و لباس اپنا کر خشک واں / ہوا پھر سوئے دیو اکواں رواں
یہ اس چشمہ پر رفتہ رفتہ گیا / کہ گھوڑوں کا یعنی چراگاہ تھا

جواں مرد کا [illegible] تھا واں / ہوا پھر سوار اسپ وہ پہلواں
جو چوپاں تھا خسرو کی سرکار کا / وہاں اسنے گلے کو رکھا نہ تھا

سپہدار توران کا گلہ بان / کہیں اپنے گلے کو لایا وہاں
رواں لیکے گلہ ہوا پیلتن / سوئے خسرو خسروان زمن

خبر پا کے چوپان افراسیاب / سوئے رستم گرد آیا شتاب
اسے دیکھ کر رستم نامور ! / خروشندہ ہوکے جوں شیر نر

یہ بولا کہ رستم مرا نام ہے / نبرد آزمائی مرا کام ہے !
تمہارا جو ہے شاہ افراسیاب / کیا میں نے اسکو تباہ و خراب

عبث کس لئے تم مقابل ہوئے / عبث سوئے پیکار مائل ہوئے
یہ کہہ کر وہیں کھینچ کر تیغ تیز / کیا قتل کتنوں کو وقت ستیز

یہ مردانگی دیکھ حیراں ہوئے / وہ ناچار یکسر گریزاں ہوئے
تہمتن ہوا پھر رواں بیشتر / نگہباں تھا گلے کا شام و سحر

لئے تھا وہ منزل بمنزل رواں / کڑکوں کی پہنچی سپہ ناگہاں
خبر پا کے رستم کی اک نامدار / سپہ لیکے اور پیل جنگی ہزار

گیا اسکے یلغار بہر نبرد / مقابل ہوا اسکے وہ شیر مرد
کئے کشتہ گرداں بہت تیر سے / کیا قتل کتنوں کو شمشیر سے

کئے کشتہ پھر گرز سے بیدرنگ / چہل نامداران ہنگام جنگ
سواروں کو یکدست کرکے تباہ / لئے گرد نے چار پیل سیاہ

وہ سرکردۂ فوج توراں دیار / ہوا جادہ فرمائے دشت فرار
بفتح و ظفر رستم پہلواں / ہوا بیشتر پھر وہاں سے رواں

گرفتہ تھا خسرو کے اک نامدار / کیا پیش اسکے وہ جنگی سوار
وہ گلہ بھی اور چار پیل بلند / سپرد اسکے کرکے یل ارجمند

روانہ سوئے بیاباں ہوا ! / پئے جنگ اکواں شتاباں ہوا
پہنچکر سر چشمہ وہ پہلواں / خروشاں ہوا مثل شیر ژیاں

کہا دے کے سوگند گر تو ہے مرد / تو اے دیو آ سامنے کر نبرد
نہیں کار مرداں پیکار جو / کہ آزار دیں خواب میں مرد کو

دلیرانہ آیا مقابل وہ دیو !! / لگا کہنے رستم سے کرکے غریو
کہ جنگ نہنگاں سے ہو کر رہا ! / پھر آیا یہاں تو برائے دغا

یہ سنکر تہمتن نے ڈالی کمند
جدا دیو کے جسم سے کر کے سر
جو دیکھا سرِ دیو حیراں ہوا
پھر اک جشن ترتیب شہ نے کیا
رہی بزمِ عشرت وہاں چند روز
مرے دل میں ہے آرزوئے وطن
وہ منزل گیا اسکے ہمراہ شاہ
کہوں کیا کہ ہے یہ عجب داستان

کمر کو کیا دیو اکواں کی بند
شتابی سے فتراک سے باندھ کر
تہمتن کا خسرو ثنا خواں ہوا
مہیا تھا اسباب سب عیش کا
رہا دورِ جامِ مے دلفروز
مجھے کیجیے رخصت سوئے وطن
تہمتن کا افزوں کیا عز و جاہ

بیک ضرب گرز گراں پہلواں
رواں ہو کے پھر پیش خسرو گیا
طلب کر کے پھر رستم ہوشیار
ہوئے مائل عیش شام و سحر
کیا عرض رستم نے یوں ازاں بعد
تہمتن کو خسرو نے رخصت کیا
اب آگے بیان نظم بیژن کروں

پریشاں کیا مغز دیو لعین
شہنشہ نے اعزاز اس کا کیا
کیا رستم پہلواں پر نثار
بہم خسرو و رستم نامور!!
کہ اے خسرو خسرواں جلیل
بہت مال اور گنج اسکو دیا
کہن قصہ کو تازگی سے لکھوں
کہ سننے سے ہو اشک جسکے رواں

رفتن بیژن پسر گیو طرف ارمان

برائے جنگ گرازان و فتحیاب شدن و رسیدن در مرغزاری و فریفتہ شدن منیژہ دخت افراسیاب بر جمال بیژن پہلوان و ہمراہ بردنش بہ شبستان خود و خبر یافتن افراسیاب ازیں ماجرا و قید کردن در چاہ تاریک و رہا کردن رستم اینرا و رفتن سوئے ایران

کہیں آگے ارمانیاں ایک روز
کہ ارمان میں خسرو سرفراز
ستم ہے گرازوں کے ہم آیاں
اُٹھا بیژن پور گیو دلیر
دلے گیو بولا کہ اے شہریار
یہ کہہ کر وہیں رستم پہلواں
گرازوں کے بیشے میں پہنچے وہ جب
نہ زینہار گرگیں مددگار تھا
وہیں کھینچکر خنجر آبگوں
گرازان خونخوار کو قتل کر
بہ فتح و ظفر خرم و شادماں

حضور جہاندار گیتی فروز
تعدی کناں ہیں ہزاروں گراز
نظر کر بحال ستمدیدگاں
شہ شیر صولت سے بولا وہ شیر
یہ کار آزمودہ نہیں زینہار
ہوا شاہ سے ہو گئے رخصت یواں
گرازاں مقابل ہوئے آکے سب
فقط وہ جواں گرم پیکار تھا
دلاور نے اس کو کیا غرق خوں
کیا دشت کو بحر خوں سربسر
رہا جا کے پھر دشت میں پہلواں

لبان غریباں و بیچارگاں
نہ چھوڑیں زراعت نہ برگ شجر
یہ خسرو نے سنکر نظر کی وہیں
مجھے حکم ہو اے شہ نامجو
یہ سنکر لگا کہنے گرگین دلیر
ولے اسکے ہمراہ گرگیں گیا
گرازوں سے بیژن ہوا ہم نبرد
گراز ایک آیا سوئے پہلواں
غرض اس طرح سے بگرز و خدنگ
لگا دی وہاں آگ بھی چار سو
کئی روز مشغول عشرت رہا

لگے کرنے فریاد و شور و فغاں
ستاتے ہیں مردم کو شام و سحر
سوئے پہلوانان ایراں زمیں
کروں قتل خوکان خونخوار کو
جواں ہوں ولیکن ہے تدبیر پیر
بحکم جہاندار کشور کشا
لگا کرنے شیری یل شیر مرد
کہ پارہ کیا جوشن پرنیاں
ہزاروں کئے کشتے ہنگام جنگ
چلے سب گرازان پیکار جو
پھر اک روز گرگیں نے اس سے کہا

کہ یاں دشت ہے ایک رشکِ جناں
وہ ہر سال آتی ہے واں سیر کو
کہ صحرا میں ہے اِک نو نازنین
سنا وصف جب ماہ رخسار کا
کہ بیٹھی ہوئی ہے بہ ناز و ادا
مہیا ہے واں بادہ و چنگ و رود
ہوا پہلواں عاشقِ دلستاں
کہ کوئی نہیں آسکے ہے یہاں
منیژہ نے دایہ سے پھر یہ کہا
شتاباں ہوئی دایۂ خوش خصال
پئے جنگ خوکاں ہیں آیا اِدہر
مجھے شوق دیدار لایا یہاں
کیا اور بھی اسکو امیدوار
گئی دایہ پھر پیش بیژن وہاں
لگے کہنے گرگیں ہیں ٹھیرو یہاں
یہ جانا کہ واں بیژن پہلواں
وہیں لیکے بیژن کے شبدیز کو
گیا پھر محبت سے واں ہمکنار
ہوئی بادہ پیما بفرطِ طرب
ہوا مستیٔ بادہ کا جبکہ جوش
نہفتہ گیا قصر میں رات کو
بہت دل میں اپنے پشیماں ہوا
پڑھے مجھپہ گرگیں نے صد افسوں
منیژہ نے کی جمع خاطر کمال

ہر اک رنگ کے گل شگفتہ ہیں واں
لئے ساتھ اپنے کئی شعلہ خو!
پے سیر آجا اقامت گزیں
ہوا دل سے مشتاق دیدار کا
لئے ساتھ اپنے کئی دِلربا
گل و سرو و مینا و جام و سرود
ہوئی دلستاں عاشقِ پہلواں
عجب ہے کہ یہ بیشہ اور یہ جواں
کہ تو اس جگہ انکے ذرا پاس جا
ہوئی جا کے بیژن سے پرساں حال
کیا دفع میں نے انہیں سر بسر
بعزم و تمنا میں آیا یہاں
کہا پھر یہ تدبیر کر ایک بار
لگی کہنے اُس سے کہ اے پہلواں
تری پاسبانی کو اے پہلواں
اسیرِ بلا ہو دیگا بے گماں!
رواں سوئے ایراں ہوا کینہ جو
منیژہ نے بیژن کو بے اختیار
پئے عیش واں سہ روز و سہ شب
رہا کچھ نہ زنہار بیژن کو ہوش
رکھا سب سے پوشیدہ اسباب کو
نہایت دل اُس کا پریشاں ہوا
سوئے راہ بیدہ ہوا رہنموں
کہا یونکہ دل کو نہ کر پر ملال

منیژہ ہے اک دخت افراسیاب
یہ گرگیں نے قصہ کیا جب بیاں
ہر اک نے منیژہ کی تعریف کی
جو پہنچا وہاں بیژن نامور
کنیزاں ہیں پر اُس نازنین
گیا بیژن گرد جب متصل
لگی کہنے وہ غیرتِ ماہتاب
چلا آیا اس طرح سے بے خطر
شتاب اس سے احوال دریافت کر
یہ کہنے لگا دایہ سے وہ جواں
سنا میں نے یہ دخت ہے زیرِ رُود
یہ کہکر اُسے دی وہ انگشتری
منیژہ یہ بولی کہ لاؤ اُسے
منیژہ نے تجھ کو کیا ہے طلب
ہر اک طرح تھا گرچہ رنگین رگ
گیا جب اُدھر بیژن نامدار
گیا جبکہ بیژن تو وہ نازنیں
ہوا جب وہ آغوشِ آرامِ دل
بروز چہارم ہوا بے خبر!
عماری زریں میں پھر ڈالکر
ہوا جبکہ بیدار اور ہوشیار
لگا کہنے اے کردگارِ جہاں
اسیرِ بلا اُسنے مجھ کو کیا
جو انکو نکو پیش ہو رزمگاہ

نہیں اُسکے روشن مہ و آفتاب
لگے کہنے تب واں کے باشندگاں
بیاں حسن کی اُسکے توصیف کی
تو یہ دور سے اُسکو آیا نظر
ستارے ہوں جوں گرد ماہ میں
ہوا شیفتہ تب منیژہ کا دل
کسے ہے اس قدر خوف افراسیاب
نہ ہرگز کیا اُس نے کچھ بھی حذر
کہ یہ آن پہنچا ہے کیوں کر ادہر
مرا نام ہے بیژن پہلواں
ہوئی دیکھنے کی مجھے آرزو
جسے دیکھ حیرت میں ہیں جوہری
مرے پاس لاکر بٹھاؤ اُسے
گیا ساتھ اسکے وہ با صد طرب
دلے کینہ آور تھا مانند گرگ
یہ بدکیش ٹھہرا نہ واں زینہار
گئی سوئے خرگاہ اُٹھکر وہیں
میسر ہوا سر بسر کامِ دل
گیا خواب میں بیژن نامور
منیژہ اُسے لے گئی سر بسر
گرفتار حیرت ہوا نامدار
تو ہے عالم آشکار و نہاں
عوض اُس سے لے رب اسباب کا
کبھی شادی و عشرت و رزمگاہ

فدا ہو نہیں تو ور تجھ پہ قربان ہوں
اگر شاہ توراں سے پہنچے ضرر
یہ کہہ کر لگے پینے باہم شراب
نہ تھا دخل نامحرمن کو وہاں
پھری گردش چرخ انجام کار
گیا دوں ہی دربان خانہ خراب
ہوا شاہ سنکر بہت خشمگیں
شنیدہ کا ہرگز نہیں اعتبار
وہ ہے لایق قید بند گراں
کرے جا سواران بیکار جو!
یہ سنکر جو گرشیوز کینہ خواہ
درکاخ مسدود آیا نظر
جو دیکھا پہونچ کر در خانہ پر
نہ جنگ و خوف ورود تنہا ہیں دل
شہنشاہ توراں کا یہ کاخ ہے
کریاں ہے نہ گرز و نہ توس خدنگ
نہیں کوئی اس دم مددگار ہے
دلیرانہ آیا در خیمہ پر!
مقابل ہو میرے جو کوئی جواں
تو نبٹی کرے مجھسے کر ایکبار
جو دیکھا کہ بیژن دلیر و جواں
کیا ساتھ بیژن کے عہد استوار
اُسے لے گیا سوئے افراسیاب
گیا وہ گرفتار جب پیش تخت
لگا کہنے بیژن کہ اے تاجور!

رضا جو تری ہا دل و جان ہوں
تو جاں ہو مری تیرے آگے سپر
ہوئے دولت وصل سے کامیاب
کسی پر نہ یہ راز تھا کچھ عیاں
کہ یکساں نہیں اطوار روزگار
کیا عرض یوں پیش افراسیاب
فراحان سالار کو بس وہیں
کوئی جاکے واں دیکھ لے ایکبار
عقوبت ہے اس پر بلا بیگماں
تو محصور کر جاکے اب کاخ کو
گیا تا در کاخ لے کر سپاہ
شکستہ کیا در کو بہ زود تر
تو اک مرد بیگانہ آیا نظر
سہ صد حور چہرہ پرستندگاں
یہاں اس طرح سے تو گستاخ ہے
کروں کس طرح تنہا دشمنکے جنگ
جہاں آفریں بس مددگار ہے
خروشاں ہوا کے جوں شیر نر
تو کھوئے وہیں اپنا سر بیگماں
چلوں ساتھ تیرے سوئے شہریار
کرے کشتہ لشکر کو اب بیگماں
لیا اس سے وہ خنجر آبدار
کشاں سر برہنہ بحال خراب
کہا شاہ توراں نے اے تیرہ بخت
بجنگ گرازاں میں آیا ادہر

ہیرے گھر کو اپنا ہی تو خانہ جان
تو اب شوق سے نوش کر جام مے
شب و روز رہنے لگے ہمکنار
کئی سال گذرے بعیش و سرور
خبردار دربان ہوا ناگہاں
کہ شاہا گیا ننگ و ناموس مفت
ملا کر کہا مصلحت اب ہے کیا
اگر کاخ میں غیر کو بار ہے
سخن شاہ نے سنکے سالار کا
شبستاں میں دیکھے کسی کو اگر
سنی بانگ قانون چنگ و رباب
گیا اندرون محل کینہ خواہ
منیژہ ہے اور وہ جواں ہمکنار
یہ دیکھا تو گرشیوز کینہ جو!
ہوا سنکے بیژن کو تب اضطراب
ہوا بخت برگشتہ انجام کار
یہ کہہ کر وہیں لے کے نام خدا
کہ بیژن ہوں میں پور گیو دلیر
میں اس خنجر تیز سے اب کروں
سوا شاہ رکھتے نہ مجھپر ستم
گرفتار کرنا ہے دشوار تر
ہوا ہاتھ سے جبکہ خنجر جدا
نہ ہو طالع نیک یاور اگر!
تو کیونکر توراں میں آنا ہوا
لگا کہنے صید افگنی بعد جنگ

مرے جان مجھکو نہ بیگانہ جان
کہ ہرگز نہیں جائے اندیشہ ہے
نہ تھا کار جز عیش واں زینہار
قرین عیش و عشرت غم و رنج دور
ہوا اُسکو اندیشۂ مخوف جان
منیژہ کا اک گھر ایراں ہے جفت
فراحاں نے یہ عرض شہ سے کیا
تو پھر اُس میں کیا جائے مکر الہٰ
کہ گرشیوز کینہ جو سے کہا!
تو لے آ کشاں یاں اُسے پابند کر
لیا گھیر ہر اک طرف سے شتاب
گیا پھر اُدھر تھی جدھر رشک ماہ
بہم بے حجابانہ ہیں بادہ خوار
ہوا نعرہ زن یوں کہ ہی کون تو
لگا کہنے کہ اکہ دہیں پیچ و تاب
نہ ہرگز موافق رہا زینہار
لیا کھینچ خنجر جو موزے میں تھا
شجاعت کے بیٹے کا اک نرہ شیر
بہت نامداروں کو بس غرق خون
شفاعت کرے تو مری کھا قسم
کہ مرنے پہ اب اُسنے باندھی کمر
گرفتار بیژن کو اس دم کیا
تو ہرگز نہ کچھ کام آوے نظر
شبستاں میں کس طرح جانا ہوا
خوشی سے نہ چرخ فیروزہ رنگ

ہرا یار گم ہو گیا ناگہاں
سوئے دشت آیا تفحص کناں

ہوا خفتہ پھر میں بزیر درخت
ہوا خفتہ گویا مرا ہے بخت

یکایک ہوا اک پری کا گذر
اُڑا لے گئی مجھکو واں آنکر

نمودار پھر فوج توراں ہوئی
عمارت اک اُسمیں نمایاں ہوئی

پری نے سنبھکر غضب یہ کیا
کہ مجھکو عمارت میں بٹھلا دیا

عماری میں بیٹھی جو تھی نازنیں
پڑا اُسپہ افسوں پری نے وہیں

اثر سے فسوں کے وہیں بےخطر
پری رو مجھے لے گئی اپنے گھر

نہیں اس میں زینہار میرا گناہ
نہ آلودہ ہمیاں سے ہے رشک ماہ

نہیں تھی پری بخت برگشتہ تھا
کہ جسنے کیا یوں اسیر بلا

لگا کہنے پھر شاہ توراں دیار
کہ اے بخت برگشتہ روزگار

تو وہ ہے کہ با گرز تیغ و خدنگ
کدا اسپ ترتا تھا میدانمیں جنگ

کہ اب دست بستہ مثال زناں
یہ گفتار مستانہ کرتا ہے یاں

نہیں راست تیرا سخن زینہار
تو جانبر نہ ہو ویگا انجام کار

سُنی جب یہ گفتار افراسیاب
بہ گرشیوز کینہ جو سے شتاب

ہر البتہ کرنا کچھ آساں نہ تھا
ونے تیرے داماد نے کی دغا

تو اک توسن و گرز اب دو مجھے
کہ دکھلاؤں اپنی دلیری تجھے

دلیران و ترکان و جنگی سوار
مقابل مرے گر شہا اک ہزار

تماشا تو پھر دیکھ میدانمیں
کروں قتل سب کو میں اک آنمیں

رہے زندہ ترکوں سے گر ایک سوار
تو مت کہہ مجھے بیژن نامدار

ہوا پُر غضب سُنکے افراسیاب
بہ گرشیوز کینہ جو سے شتاب

لگا کہنے کھینچ اسکو اب دار پر
نگوں بخت کو تو نگونسار کر

اُسے لے گیا وہ سوئے دار جب
کہا خلق نے آکے انبوہ تب

برادر نہ تھا نے کوئی یار تھا
خدا لیکن اُسکا مددگار تھا

سنو کارسازی کا حق کے بیاں
کہ پیراں اُدھر آگیا ناگہاں

یہ انبوہ دیکھا تو حیراں ہوا
یہ پیران ویسہ نے سُنکر کہا

کہ یارو نہ جلدی کو یاں راہ دو
ہلاک اس جواں کو ابھی مت کرو

یہ کہکر وہ سردار والا خطاب
شتابی گیا پیش افراسیاب

ہوا ایستادہ ادب سے وہاں
کہا شہ نے آ بیٹھ اے پہلواں

جو پیراں نے دیکھا یہ لطف و کرم
تو بولا کہ اے شاہ عالی ہمم

نہ کر بیژن نامور کو ہلاک
ذرا دل میں کر خوف یزدان پاک

کئی بار دی پیشتر میں نے پند
نہ شنوا ہوا جب شہ ارجمند

ہوا کام سے دست بردار تب
دلے پھر میں کہتا ہوں ایشاہ اب

کہ کین سیاوش کو تازہ نہ کر
درخت بلا کو نہ کر بار ور

سیاوش کو جو قتل تو نے کیا
تو پھر کیا اُٹھایا بھلا فائدہ

کہا شہ نے زندہ اگر چھوڑ دوں
تو دنیا میں رُسوا و بدنام ہوں

کیا سنکے پیراں نے پھر یوں بیاں
کہ رکھئے گرفتار بند گراں

یہ سُنکر رہ جور و بیداد سے
کہا شاہ نے اپنے داماد سے

کر کر چاہ تاریک میں اسکو بند
ہر اک طرح سے اسکو پہنچا گزند

اور اک دیو اکوان نے سنگ گراں
بیابانمیں پھینکا جو تھا اکوان

دہن پر تو رکھ چاہ کے اک سنگ
نہ زنہار اسبات میں کر درنگ

منیژہ کو بھی یانسے لے جایئے
نگونسار بیشے میں بٹھلایئے

بفرمودۂ شاہ افراسیاب
سنا جب تو اُس کینہ جو نے شتاب

کیا قید بیژن کو بیجا کے واں
کوئیں کے رکھا مُنہ پہ سنگ گراں

منیژہ کی ماں دوڑی آئی شتاب
کیا عرض یوں پیش افراسیاب

کہ دختر پہ ایذا نہ رکھئے روا
گر زندہ اسکو پہنچائیے مت شہا

شفاعت ہوئی گو عقوبت سے پر
کیا شہ نے دختر کو گھر سے بدر

سبب سے محبت کے ہو رچاہ کے
رہی جا کے نزدیک اُس چاہ کے

گدائی وہ کرتی تھی ہر صبح و شام
جو کچھ ہاتھ آتا تھا اُسکو طعام

وہ روزن سے بیژن کو پہنچاتی تھی
کچھ اک اُسمیں سے آپ بھی کھاتی تھی

جہاں آفریں داور دادرس
ہوا آخر کار فریاد رس

سنو کارسازیٔ جان آفریں
کہاں ہے بتا بیژن پہلواں
تو پہنچے تو اک بیشہ آیا نظر
بلائے گراں اس تہ خونِ خاک
بیاباں میں اک گور آیا نظر
سوئے بیژن آیا وہ مانند پیل
ولیکن ہوا گور وانسے رواں
نہ زینہار بیژن کا پایا نشاں
ہوا دل مرا سخت اندوہگیں
یہ سنکر سخنہائے بے اعتبار
یہ چاہا کہ گرگین بدکیش کا
اسے پیش کیخسرو نامدار
تُرے گیا تمہارے پور کو !!!
کرے ہے تو اب مکر کی گفتگو!
شتابی سے پھر تیغ کیں کھینچکر
دو صد تازیانے لگائے وہیں
گیا گیو لے کر اُسے پیش شاہ
مرا ماہ تھا ایک نورِ نظر
کرے ہے یہ گفتار مکر و فریب
پہنچ داد کو میری اے شہریار
کہ گرگیں نے تجھسے بیاں کیا کیا
شہ نے گرگیں کو دی گالیاں
نظر کر کے وہ طالع و وقت پر
یہ سنکر کہا شہ نے پھر گیو کو!
چھڑا لاؤں بیژن کو اب بند سے

کہ گرگیں گیا سوئے ایراں زمیں
یہ رازِ نہاں سربسر کر عیاں
پڑے جابجا تھے بریدہ شجر
کیا دشت کو ہم نے خوکانسے پاک
پسندیدہ و خرم و خوب تر
خروشاں و جوشندہ جوں رود نیل!
عقب اُسکے تھا بیژن پہلواں
نہ دیکھی کہیں صورتِ پہلواں
کئی دن ہوا واں اقامت گزیں
ہوا گیو بے اختیار اشکبار
کرے خنجر تیز سے سر جدا
تو لیجا کے اے پور فرخ شعار
کہاں گم کیا تونے اے کینہ جو!
ملاؤں تری خاک میں آبرو
کروں میں جدا جسم سے تیرے سر
کیا خستہ گرگیں کو از روئے کیں
بچشمِ پر آب و دل کینہ خواہ
کہ وہ رشک تھا جس سے شام و سحر
کہ سنکر اُڑا بس قرار و شکیب
کہ گرگیں نے مجھکو کیا سوگوار
سنا تھا جو اُسنے وہ شہ سے کہا!
کیا پھر گرفتار بندِ گراں
لگے کہنے پیش شہ نامور!
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
ملاؤں تجھے تیرے فرزند سے

کہا گیو و گودرز سے جاکے سب
یہ گرگیں نے پاسخ دیا گیو کو
گرازان خونخوار آئے وہیں
ہوئے وانسے پھر سوئے ایراں رواں
طرف اُسکے دوڑا کے شبدیز کو
شتابی سے بیژن نے ڈالی کمند
نظر سے ہوا گور و بیژن نہاں
ملے توسن بیژن نامدار
غرض باغم و درد آیا یہاں
یہ سمجھا کہ بیشک ہوا وہ جواں
کہا لیک گودرز نے پھر وہیں
وہیں گیو پھر بادلِ دردمند
کیا تُنے مجھکو تباہ و خراب!
تجھے لے چلوں پیش خسرو ابھی
پکڑ بال گرگیں کے پھر بعد ازاں
ہوا نیلگوں سربسر جسم زار
کیا عرض اے شاہ گیتی پناہ
اُسے کر کے گم آپ آیا یہاں
بجز توسن بیژن پہلواں
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں!
پھر احوال گرگیں سے پوچھا تمام
کیا شہ نے پھر موبداں کو طلب
کہ توراں میں زندہ ہے وہ پہلواں
سوئے ملک توران میں کھینچوں سپاہ
یہ کہتا تو تھا خسرو پاک دیں

لگا پوچھنے گیو گرگیں سے تب
کہ نزدیک ارماں ہم اے نامجو
ہوئے اُنسے ہم گرم پیکار و کیں
طرب ساز و شاداں و صید افگناں
شتاباں ہوا بیژن نامجو!
کرے گور کے سر کو تا وہیں بند
شتاباں ہوئیں تفحص کناں
جو دیکھوں تو صحرا میں ہے بے سوار
یہ توسن جو پایا تو لایا وہیں
گرفتار رنج و بلا ناگہاں
کہ مت کھینچ اس پر تو اب تیغ کیں
یہ گرگیں سے بولا بہ بانگ بلند
کیا چشم و دل سے مرے صبر و تاب
اُسے اس حقیقت سے وہ آگہی
اُسے لیچلے وانسے گردنکشاں
ہوا بس وہ بیہوش انجام کار
مرے سر پہ آئی یکایک بلا
یہ گرگین بدکیش نکبت نشاں
نہیں اور بیژن کا ہرگز نشاں
لگا گیو سے کہنے خسرو وہیں
وہ بیہودہ کرنے لگا واں کلام
کہا دیکھو احوال بیژن کا اب
ولے ہے گرفتار بند گراں
وہاں جا کے ترکوں سے ہوں کینہ خواہ
ولے گیو کو تھا نہ ہرگز یقیں

کہ اختر شناسوں کی گفتار کا
نشاں پاویں اُس کا تو جو ہو مراد
تو نوروز کا کیجیو انتظار
ہوا گیو شاداں یہ سُنکر سخن
یہ کہہ کر گیا پہلواں اپنے گھر
ہوئے ہر طرف وہ متفحص کناں
گیا گیو با خاطرِ پُر اَلم !!
طلب کرکے پھر جام گیتی نما
بہت غور سے تھا نظارہ کناں
سوئے کشورِ کرگساراں نگاہ
اور اک دخت ہے اُسکی خدنگ گذار
مگر چاہ میں قید اور خستہ ہے
وہ بولا کہ اے خسروِ نامجو !
تہمتن ہے پیل افگن و شیر جنگ
ہوا گیو سے نامۂ شہریار
زباں پر سخن اور آنکھوں میں نم
کہ آرام سے اب وطن میں رہوں
ملے بیژن نامور کا یہ حال
مرا بیژن پہلواں پور ہے
یہ کہکر بجنگ وہ دلفروز
جو نزدیک پہنچا پیل نامدار
وہ رخت و جواہر جو تھا کیا
ہوا رستم گرد کا مداح خواں
ہے بیژن پور گیو دلیر !
زمیں بوس ہو کر وہ جنگ آزما

اُسے کچھ بھی زنہار باور نہ تھا
خبر دیں ہمیں آن کر شادشاد
کہ جب آوے نوروز و فصل بہار
دعا دی کہ اے سرورِ انجمن
ہوئیں پھر سواران پرخاش پر
ولیکن کہیں کچھ نہ پایا نشاں
دل زار بیتاب اور چشم نم
لگا دیکھنے شاہ کشور کشا
سوئے ہفت کشور شہ خسرواں
پڑی جب تو کیا دیکھا وہ شاہ ہے
کہ نسل کیانسے ہے وہ گلعذار
سلاسل سے بس ست و پا بستہ ہے
شتابی سے پروانگی مجھکو ہو
نبیگانہ کام اُس سے بس بیدرنگ
شتاباں سوئے رستم نامدار
فغاں کھینچتا بصد درد و غم
یہاں سے نہ زنہار جنبش کروں
ہوا سُنکے اُسے گیو غمگیں کمال
ہر اک دیدہ مرزار کا نور ہے !
رہے محفل آرا ہم تا سہ روز
تو وہیں بحکم شہ کامدار
وہاں تخت زر ایک برپا کیا
کہا تو ہے پشت پناہ کیاں
گوارا ہو تم دریغ اے نرہ شیر
دعا و ثنا کرکے کہنے لگا !

کہا شاہ نے پھر کہ اے نامدار
مبادا نہ ہوئے اگر آگہی !
نظارہ کروں جام گیتی نما !
جہانمیں تو رہ جیب تلک ہے جہاں
روانہ کئے گیو نے چار سُو !!
جو نوروز فرخ ہوا جلوہ گر
جو خسرو نے دیکھا اُسے بیقرار
ستارے جو ہیں سات افلاک کے
نشاں بیژن نام ور کا کہیں
کہ بیژن کنوئیں میں نگونسار ہے
کہا شاہ نے پھر گیو سے یہ بیاں
نہ اندیشہ کر رکھ خدا پہ نظر
کہ جاکر چھڑا لاؤں بیژن کو میں
مرا نامہ لے جا سوئے سیستاں
اُسے جا کے نامہ دیا شاہ کا !
یہ سُنکر تہمتن نے پاسخ دیا
بہت میں نے کھینچے ہیں رنج و محن
ترے درد سے میں جگر خستہ ہوں
تو رکھ جمع خاطر نہ کر اضطراب
بروزِ چہارم بسامان و ساز
گئے اُسکے لانے کو سب پہلواں
بٹھایا تہمتن کو اُس تخت پر
مددگار گردان ایراں دیار
کہ تیرے سوا اے پیل نامدار
کہ اے شاہ شاہاں وہی ہیں

پئے جستجو بھیج ہر سُو سوار
تو مت کیجیو صبر سے دل تہی !
کہ دریافت احوال ہو گرد کا
بصد حشمت و دولت نو فشاں
کریں جاکے بیژن کی وہ جستجو
تو پھر پیش کیخسروِ نامور
پریشان دل مضطر و اشکبار
لگے تھے وہ اُس جام میں ہر بسر
پدیدار ہوتا تھا ہر گز نہیں
بصد رنج و خواری گرفتار ہے
ترا پور زندہ ہے اے پہلواں
کہ آوے رہا ہو کے تیرا پسر
لگے کہنے خسرو کہ اے پہلواں
کہ تا آوے یاں رستم پہلواں
سب احوال بیژن مفصل کہا
کہ اے گیو میرا ارادہ یہ تھا
نہیں چاہتا دل کہ چھوڑوں وطن
پئے کار بیژن کمربستہ ہوں
کہ لاؤں رہا کرکے اسکو شتاب
روانہ ہوا رستم سرفراز
وہ آیا تو خسرو ہوا شادماں
وہ بیٹھا تو کیخسروِ نامور
بخشم افگنی تو ہے پیل نہار
نہیں چارہ گر یاں کوئی زینہار
ترا ہوں میں اک چاکر کمتریں

اگر سامنے آوے تیر و سناں
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلواں
تہمتن یہ بولا کہ اے تاجور
شتاباں ہو اب مثل بازارگاں
یہ سنکر ہوا شاد شاہ جہاں!
گرانمایہ ہشت اور ہم بادپا
شترہا پر از پرنیاں و حریر
یلان نبرد آزما یک ہزار
تہمتن نے جب قصد توراں کیا
تو گرگیں کو رستم نے پاسخ دیا
کیا یہ سخن گرد نے جب بیاں
کہ گرگیں کو اب شہ رہا کیجئے
کہ بیژن رہا ہو کے آوے ادھر
ہوا ضامن اسباب کا پہلواں
تہمتن غرض مثل بازارگاں
ولیکن ہوا رستم شاد پھر
جو رستم نے دیکھا تو آیا شتاب
کئے پیشکش اور کیا عجز واں
لگا پوچھنے اے خجستہ جواں
رکھوں ہوں میں اے سرور انجمن
وہ بولا کہ تو شہر میں جاکے رہ
ہوا جبکہ آگاہ پیر و جواں
ہوا گرم بازار سوداگری
سوئے رستم گرد آئی رواں
خبر بیژن نامور کی بھی بس

تری حکم سے میں نہ موڑوں عناں
یلان قوی جنگ جتنے ہیں یاں
سپاہ گراں لیکے جاؤں اگر
کروں جاکے تدبیر ایسی وہاں
مہیا کیا رخت سوداگراں
وہ اشتر پُر از گوہر بے بہا
تحائف ہر اقلیم کے بے نظیر
گئے ہمرہ رستم نامدار!!
یہ گرگیں نے اُسوقت اس سے کہا
کہ صادر ہوئی تجھ سے ایسی خطا
ہوئی پور گرگیں کے زاری کناں
مرے ساتھ رخصت اُسے کیجئے
تو جانبخشی اُسکی بھی ہو زودتر
ہوا ساتھ رستم کے گرگیں رواں
جہاں کا ارادہ تھا پہنچا وہاں
اقامت گزیں جاکے بیرن شہر
حضور اُسکے کچھ تحفے لایا شتاب
نہایت ہی پیراں ہوا شادماں
تو ہے کون آیا کہاں سے یہاں
متاع گرانمایہ و دلپسند
مری پاس اب شوق سے آکرہ
کہ ایراں سے آیا ہے اک کارواں
ہر اک جنس کے تھے وہاں مشتری
دو دیدہ گہربار نالہ کناں
نہ پہنچی مگر سوئے ایراں رہیں

میں اس کام پر چست باندھوں کمر
انہیں ساتھ لیجا جنہیں چاہئے تو
تو ایسا نہ ہو کھا کے تو پیچ و تاب
کہ آساں ہو یہ کار مشکل شتاب
جو تیار یکدست ساماں ہوا
پُر از جامہائے سیہ صد شتر
ہزار اشتر القصہ ہمراہ تھے
وہ پہنے ہوئے جامۂ کارواں
رہا کہکے اے گرد فرخندہ خو
کہ لینا خطا ہے اب اے شوربخت
کیا عرض رستم نے پھر لاجرم
یہ رستم کو خسرو نے پاسخ دیا
کروں ورنہ گرگیں کو بیشک ہلاک
ولیکن ہوئے قید اُسکے پسر
کوئی شہر پیران ولیسہ کا تھا
ہوا اولکو جب میں نخچیر کا!!
وہ اسپ گرانمایہ اک جام زر
ولیکن نہ جانا یہ کچھ زینہار
یہ پیراں کو رستم نے پاسخ دیا
ہوا آکے وارد ترے شہر میں
نہیں مال کا تجھپہ تیمار کچھ
تب آئے حضور شہ ناموس
منیژہ نے یہ جبکہ پائی خبر!
کہا یوں کہ اے مرد عالی گہر
کہ ابتک نہ کوئی ہوا چارہ گر

چھڑا لاؤں بیژن کو اب زودتر
رواں لیکے ہو لشکر جنگجو
کہ سے قتل بیژن کو افراسیاب
ملے دست افسوس افراسیاب
تو رستم رواں سوئے توراں ہوا
متاع گرانمایہ پاکیزہ تر!
پُر از تحفۂ خوب و الوان تھے
بنے سربسر صورت سارباں
مجھے لے چل اب اپنے ہمراہ تو
ترا نام پیش خداوند تخت
حضور شہنشاہ کیواں علم
کہ یہ عہد میں نے ہے دل میں کیا
ملاؤں تن اُسکا تہ خون و خاک
بحکم شہنشہ بجائے پدر
مقام اسجگہ پہلتن نے کیا
سوئے دشت اک روز پیراں گیا
کہ اُس جام میں بے بہا تھے گہر
کہ یہ شخص ہے رستم نامدار
کہ بازارگاں ہو نہیں!! ایران کا
کہ صاحب وادہ ہے وہ بیر میں
کسی کو نہیں تجھسے بیکار کچھ
خریدار دیبا و اسپ و گہر
ہوئی تب شتاباں وہ رشک قمر
تجھے کچھ ہے گودرز بانکی خبر
کسی نے نہ بیچارہ کی لی خبر

وہی نوجواں گیو کا پور ہے
نہیں مجھکو دربار میں شہ کے بار
نہیں گیو گودرز سے آگہی
لگی کہنے یوں کھینچکر ایک آہ
کہ بیچاری ہوں اور ستمدیدہ ہوں
سر رحم سے پھر تہمتن وہیں
بیاں کر کہ تو کون ہے کیا ہے نام
منیژہ میں ہوں دخت افراسیاب
پھروں ہوں میں دربدر حال تباہ
وہ اک چاہ تاریک میں قید ہے
کنوئیں کے دہن پر ہے سنگ گراں
تو پہنچا سکیگی اُسے کچھ طعام
کہ لیجا تو یہ مرغ بریاں و ناں
وہ خاطم جو رستم کے تھی نام کی
کہ ہر روز و شب کھینچتا تھا تو آہ
منیژہ یہ بولی کہ میں نے کیا
وہ بولا کہ اے گل رخ لالہ فام
طعام اُسنے تیرے لئے جو دیا
یہ پوچھا اُس سے اے مرد زور آزما
شتاباں ہوئی وانسے وہ دلربا
گئی نصف شب القصہ جب گذر
دہن پر کنوئیں کے دھرا تھا جو سنگ
کنوئیں میں جو تہا وہ گرفتار بند
وہ زنجیر توڑی وہیں سر بسر
کروں ایک شبخوں میں اب دم شتاب

پڑا قید میں سخت مجبور ہے
کسی سے بھی واقف نہیں زینہار
نہ کر مغز میرا تو ناحق تہی!
کہ بے چارگی پر مری کر نگاہ
پریشان و دلریش و رنجیدہ ہوں
یہ بولا کہ زیر سپہر بریں
ہوا زرد کیوں عارض لالہ فام
کیا گردش آسماں نے خراب
لکھا تھا قضا نے یہی سر پہ آہ
ستمدیدہ چرخ پُر کید ہے
کیا سنگ کا ماجرا سب بیاں
وہ پہنچائے تھی جسطرح سے مدام
رکھی اُس میں اپنی انگوٹھی نہاں
یکایک جو ہاتھ اُس جواں کے لگی
سبب کیا جو اس وہم کیا قاہ قاہ
ترے عشق میں مال و جاں کو فدا
کہاں سے تو یہ آج لائی طعام
سُنا جب یہ بیژن نے تب یوں کہا
تو بیژن کو کیونکر کرے گا رہا
تہمتن سے پیغام بیژن کہا
تہمتن نے اسوقت باندھی کمر
دیا پھینک اُسکو اُٹھا بے درنگ
نکالا اُسے ڈال کر پھر کمند!
لگا کہنے بیژن سے پھر نامور
بسوئے سیستان افراسیاب

ہوا پُر غضب رستم نامجو
کہ ہو نہیں تو اک مرد بازارگاں
منیژہ لگی رونے پھر زار زار
نہیں چاہیئے سرد مہری تجھے
یہ آئین ایراں سے ہے دور تر
پڑا مجھ پہ یکبارگی کیا غضب
منیژہ لگی کہنے کر کے فغاں
محبت سے بیژن کی اے نامور
کہوں کیا میں احوال بیژن کا اب
بندھے اُسکے زنجیر میں دست و پا
دلاسا بہت دیکے وہ پیلتن
وہ طور اُسنے رستم سے ظاہر کیا
منیژہ نے جاکر دیا جب طعام
کیا قہقہہ دیکھ انگشتری
وہ بولا رکھے راز کو گر نہاں
دلے اب تلک بھی تو ہے بدگماں
کیا یہ منیژہ نے اُس سے بیاں
یقیں ہے کہ رستم کا وہ کارواں
کہے تجھسے جو کچھ تو وہ کیجیو!
یہ کہہ کر بفرمان رستم وہاں
لئے ہفت گردان جنگ آزما
پڑا سنگ جاکر سوئے دشت چیں
گرفتار زنجیر پایا اُسے!!
کہ کھینچے بہت تو نے رنج و تعب
کہ تا اسکو معلوم ہو یہ سخن

کہا رو کے رو سے مرے دور ہو
نہ سردار ہو نہیں نہ کچھ پہلواں
ہوئی دیدۂ زار سے اشکبار
نہ کر دور ڈنگ نہ دے مجھے
کہ بیچارگاں کی نہ پوچھیں خبر
ہوئی جو گرفتار رنج و تعب
کروں حال اپنا میں کیا بیاں
پڑی افسر و تخت سے دور تر
پڑا ناگہاں اُسکے سر پہ غضب
فغاں دل سے کھینچے ہے جو صبح و مسا
لگا کہنے اُس سے کہ اے گلبدن
یہ سنکر تہمتن نے اُس سے کہا
ہوا بیژن پہلواں شادکام
لگی کہنے وہیں وہ رشک پری
تو آگے ترے میں کہوں میرا حال
بڑا حیف ہے تجھسے اے پہلواں
کہ آیا ہے ایراں سے اک کارواں
رہائی کو میری اب آیا یہاں
تغافل کو تو راہ مت دیجیو
رہی وہ پری پیکر دلستاں
سر چاہ پر وہ دلاور گیا
ہلی اُسکے صدمے سے توران زمیں
گلے سے شتابی لگایا اُسے
منیژہ کو تو یاں سے جا لیکے اب
کہ آکر یہاں رستم پیلتن

اسیری سے بیژن کو کر کے رہا — دلیرانہ ساتھ اپنے اب لیگیا
جو مانند زندان یاں آنکر — شبا شب ہوا خوف سے رہ سپر
چلوں ساتھ تیرے میں اے شیر مرد — کروں جلکے تورانیاں سے نبرد
غرض رستم و بیژن پہلواں — گئے سوئے قلعہ با ہفت جنگ آوراں
کیا پاسبانوں کو یکسر ہلاک — گئے قلعہ میں پھر وہ بیخوف و باک
ہوا پھر رواں رستم نامدار — سوئے خانۂ شاہ توراں دیار
کنوئیں میں جو بیژن گرفتار تھا — ہوا بند سے آج بارے رہا
تلافی کو بیژن کی آیا یہاں — مرا نام ہے رستم پہلواں
پہنچکے تہمتن نے اندر کہیں — سر تخت اک گرز مارا وہیں
ہر اک گھر دا اک زن مہ جمال — شبستاں سے لیکر گیا خوش کمال
یلاں نے کیا جاکے آرام و خواب — ولیکن دم صبح افراسیاب
ہزار اسکے ہمراہ تھے پہلواں — نبرد آزمایان جنگ آوراں
مقابل نہ آیا کوئی زینہار! — تہمتن نے کھینچا بہت انتظار
ملے ساتھ میرے نہیں تا بجنگ — مگر کچھ نہیں ہے تجھے عار و ننگ
دلیری و مردی و جرأت مری — بہت آزمائی سپہ نے تری
ہوا اسکے شرمندہ افراسیاب — سواروں سے بولا یہ کرکے عتاب
دلیرانہ تم گرم پیکار ہو! — کہ یہ بیژن و رستم جنگ جو!
سنی جب سواروں نے گفتار شاہ — ہوئے حملہ آور سوئے رزمگاہ
تہمتن نے لے کر وہیں گرز و تیغ — کئے قتل ترکاں بہت بیدریغ
ہوا جب نہ میداں میں کچھ کامیاب — گیا سوئے چیں وانسے افراسیاب
کئے کشتہ و خستہ صدہا ہزار — پھر آیا بالفتح و ظفر نامدار
سنا جبکہ یہ مژدہ دل نواز — ہوا شاد کیخسرو سرفراز!
گیا جب کہ نزدیک درگاہ شاہ — تو آکر جہاندار گیتی پناہ!
دعا و ثنا کی تہمتن نے بھی! — شہنشہ کی لایا بجا بندگی
ہوا شاد کیخسرو پاک دیں — ہوئے گیو و گودرز بھی خوش یہیں

دگرنہ کہیں گے یہ تورانیاں — کہ نامرد تھا رستم پہلواں
لگا کہنے یوں بیژن نامدار — نجاؤں تجھے چھوڑ کر زینہار
کیا منع ہرچند رستم نے پر — گیا ساتھ رستم کے وہ نامور
زرہ پو دلیری شتاباں ہوئے — مقابل وہاں پاسباناں ہوئے
سپہ ساتھ انکے گئی گرم کیں — ولیکن ہوئے کشتہ یکسر وہیں
یہ آواز دی جاکے دہلیز پہ — کہ سنکے تو اے شاہ بیداد گر
ذرا سوچ دلمیں کہ جور استقدر — روا کون رکھتا ہے داماد پر
یہ آواز سن کر بصد اضطراب — گریزاں ہوا شاہ افراسیاب
پھر اک نازنیں پریچہرہ کو — پھر اواں سے لیکر لیا نام جو
سوا اس کے کتنی پریچہر گل — گئیں آپ ہمراہ ایرانیاں
سپہ لے کے آیا پے کارزار — ہوا انکے رستم بھی یوں ہی سوار
مبارز لگا کرنے رستم طلب — کہ ہو ہم نبرد آنکے کوئی اب
کہا پھر کہ اے شاہ افراسیاب — اگرچہ تری فوج ہے بیحساب
کئی بار دیکھا ہے تو نے مجھے — کہ دی میں نے تنہا ہزیمت تجھے
زبوں سخت ہیں مجھ سے تیرے سوار — تو آیا عبث یاں پے کارزار
کہ اے نامداران توران میں — یہ ہے رزمگاہ جائے عشرت نہیں
نہ جاں بر ہوں میداں سے اب یہاں — نہ ایراں کا زندہ رہے اک سوار
سواران توران ایرانیاں — ہوئے گرم پیکار آکر وہاں
ہوئے کشتہ تورانیاں بیشتر — رہے غالب ایرانیاں سربسر
گیا اسکے دنبال رستم دواں — دو فرسنگ مانند شیر ژیاں
زر و مال و اسباب افراسیاب — گیا لیکے پھر سوئے ایراں شتاب
گئے پیشوا نامداراں تمام — ہوئے دیکھ کر اسکو سب شاد کام
تہمتن کو باصد خوشی لیگیا — ثنا خواں ہوا رستم گرد کا
منیژہ بھی اور بیژن پہلواں — گئے جب حضور شہ خسرواں
ہوا دور خاطر سے اندوہ غم — لگے رہنے مسرور و خرم بہم

ہوئی ختم بیژن کی اب داستاں | سنو قصہ برزو پہلوان

جنگ کردن برزو با رستم و رسیدن افراسیاب در ایران و رفتن کیخسرو بمقابلہ او با فوج گران و شکست خوردن افراسیاب و باز رفتن بطرف توران

جو ناکام ہو کر بصد اضطراب — سوئے چیں گیا شاہ افراسیاب
کہ اے بادشاہ ہوں میں تیرا پسر — نہیں جانتا لیک نام پدر
ہوا آن کے وہ طلبگار آب — پلایا اسے پانی اسنے شتاب
روانہ ہوا یاں سے پھر وہ سوار — بحکم خدا یہ ہوئی باردار
جو پیدا ہوا میں تو شاہنشہا — مرا نام مادر نے برزو رکھا
مرا ایک دشمن ہے رستم بنام — دلیری و مردی میں مشہور عام
اگر وہ نہ ہووے تو حیرت نہیں — کہ ہو گرم کیں فوج ایران میں
سنا جب یہ برزو نے تب یوں کہا — کہ افسوس صد حیف شاہنشہا
لگا کہنے سالار عالی وقار! — وہ یک تن ہے مانند یکصد ہزار
نہ اس پر ہو گرز و سناں کارگر — نہ ہرگز کرے تیغ و آہن اثر
کرے میدانمیں جسدم ستیزہ کریں — تو صد کوہ آہن کو ریزہ کرے
نہیں ہے اگر رزم کی تجھکو تاب — رکھا نام کیوں شاہ افراسیاب
یہ سنکر ہوا منفعل بادشاہ — ہوا اس سے خواہان امداد شاہ
تو دوں تجھکو میں دختر مہ جبیں — کروں تجھکو سالار اقلیم چیں
شہ چیں کو اور شاہ ایران کو — کروں بند میں ہو کے پیکار جو
ہوا شاد یہ سنکے افراسیاب — سو خانہ برزو کو لایا شتاب
زر و افسر و گنج و لشکر دیا! — سرافراز برزو کو اسنے کیا
ولے اسکی ماں دوڑی آئی وہاں — کہا آکے برزو سے اسنے میاں
تہمتن سے عہدہ بر آئی نہیں — تجھے تاب جنگ آزمائی نہیں

تو آیا نظر راہ میں اک جوان — تنومند مانند پیل دمان!
سنا ہے یہ ماں سے کہ اک روز یاں — کہیں اک سوار آگیا ناگہاں
ہوئی اسکے دل میں جو غالب ہوس — جواں نے کیا اسکو ہمخواب بس
خدا جانے تھا کون وہ پہلوان — نہیں اسکا معلوم نام و نشان
جو دیکھا اسے شاہ نے بیلتن — رواں ساتھ اسکے کیا یہ سخن
مجھے سخت اب اسنے عاجز کیا — پراگندہ خاطر ہوں صبح و مسا
گماں ہے یہ مجھکو کہ ہنگام جنگ — تہمتن ترے ہاتھ سے ہووے تنگ
تو اک گرد سے ہے دلیروں اسقدر — ترے ہاتھ سے دیں میں ہے خوف و خطر
توانائی اسکی بیاں کیا کروں — بجا ہے اگر کوہ آہن کہوں
یہ سنکر ہوا خندہ زن پہلواں — کہا شاہ سے اسنے پھر یوں بیاں
سپہ تیری اور تو بھی نامرد ہے — کہ دل یوں تہمتن سے پژمردہ ہے
نہیں تجھکو شایاں ہے تاج شہی — نہیں تجھکو زیبا کلاہ مہی!
کہا یوں کہ گر کشتہ ہو پہلواں — ترے ہاتھ سے رستم پہلواں
قسم کھا کے برزو بہ پیش شاہ — کہا یوں کہ اے شاہ خورشید جاہ
لگاؤں میں اب آگ ایران میں — کروں خوں سے یکساں زابلستان میں
سراپردہ و فیل و اسپان و زین — دو صد نازنینان با چین جبین
ہوا شاد برزو کی گردن فراز — جہاں میں ہوا الغرض بے نیاز
کہ ہے دولت و جاہ جی کا وبال — اٹھا جاہ و دولت کا جی سے خیال
وہ قاتل ہے دیوان خونخوار کا — نہ کر قصد تو اس سے پیکار کا

گئی بار دی شہ کو اُسنے شکست
وہ بولا کہ رستم سے ہوں زور مند
تو ہے کودن محض اور بے ہنر
ولیکن نہ لائق کار تھے!!
طلب کر کے مردان صاحب ہنر
اشارہ جوانان زور آزما
یہ نیر مے سرپنجہ و نام جو
جو استاد ہیں میرے شہرہ علیم
کہ ہے راستی کا کچھ اسمیں فروغ
درشت و تنومند چیست و دلیر
ہوا شاد یہ سنکے افراسیاب
کہ ہوویں شتابی یہاں سے رواں
ہوا شادماں شاہ توراں دیار
کہا نامداروں سے پھر یوں کہ اب
ہوا شہ سے رخصت پل شیر مرد
عقب تیرے ہیں بھی القصہ فرخ شاں
گئے ہمراہ برزو کے نامدار
گئی شہ ایراں یہ جس دم خبر
تعجب کہ اب وہ ہی ایرانیاں
کیا شہ نے رخصت القصہ فرخ شاں
عقب اُنکے شہ بھی بصد کرّ و فر
ہوئی اک شب و روز جنگ کلاں
فریبرز اور طوس میدانمیں!
ہوا شادماں شاہ توراں دیار
ہوا پرغضب رستم پہلواں

گیا نامداران توراں کو پست
ہرے آگے ہے پست پیل بلند
نہ کھو مفت جان عزیز اپنی ہم
موافق نہ برزو کے زینہار تو
یہ بولا کہ برزو کو اب زود تر
لگے کرنے تعلیم صبح و مسا
زبوں روز کرتا تھا اُستاد کو
کہے تو نہیں باندھ لاؤں یہاں
یہ گفتار ہے یا سراپا دروغ
حضور اُسکے اک [illegible] پیل شیر
دیا گنج برزو کو پھر بے حساب
سے خسرو و رستم پہلواں
طلب کر کے پھر تخت گوہر نگار
کرو اسکی فرمانبری روز و شب
بہت لیکے سامان جنگ و نبرد
پہنچا ہو پہلے کر سپاہ گراں
سواران جنگی لئے دہ ہزار
تو بولا یہ کیخسرو نامور
برائے وغا سوئے ایران اِس
روانہ ہوئے ہر دو نام آوراں
جہاندار کیخسرو نامور
کہ جسکا نہیں ہو سکے کچھ بیاں
جو آئے مقابل تو اک آن میں
ہوا غمزدہ خسرو نامدار!
لگا کہنے اے خسرو خسرواں

تو اُن نامداروں کے ہمسر نہیں
دیا پاسخ اُسنے کہ وہ شیر زلو
یہ سنکر گیا پیش افراسیاب
سنے اور تیار انجام کار
ہنر پہلوانی سکھلاؤ سب
بعلم و ہنر وہ یگانہ ہوا!
غرض برزوی پہلواں ایکدن
سنی شاہ توراں نے بات جب
وہ بولے شہا برزو ہے پیلتن
شب و روز برزو کہے میل رزم
لگا کہنے برزو کہ اے بادشاہ
نہ خسرو ہے اور نہ رستم بجا
یہ بولا کہ اے برزوئی نیکبخت
وہ بیٹھا جو بالائے زرین سریر
یہ بولا سپہدار توراں دیار
وہ سردار جنگ آور و ذوالکرام
شتاباں ہوا آپ بھی [illegible]
کہ گردان ایراں جمع کرتے تھے [illegible]
فریبرز اور طوس کو پھر شتاب
سواران جنگی و مردان کار!
فریبرز اور طوس کی فوج جب
ہوئی فوج ایراں کو آخر شکست
اُٹھا زیں سے برزو انہیں لے گیا
طلب رستم نامور کو کیا
اور کہہ جمع خاطر کہ جاؤں شتاب

دلیری میں اُنسے فزوں تر نہیں
ہنر پہلوانی کے رکھتا ہے یاد
سلاح و سلب تک لایا شتاب
مہیا کئے بعد ازاں شہریار
کرو کوشش و جہد ہر روز و شب
ہنر سروران زمانہ ہوا
لگا کہنے اے شاہ گیتی فروز
لگا پوچھنے پہلوانوں سے تب
نہیں آدمی ایک ہے اہرمن
غرض رزم کو وہ سمجھتا ہے بزم
مرے ساتھ کیجے تعین سپاہ
کروں تجکو ایران کا فرمانروا
تو با صد طرب بیٹھ بالائے تخت
[illegible]
کہ رہنا شب و روز تو ہوشیار
کہ ہمراہ تھا اور یہاں جو تمام
سپہدار با لشکر بے کراں
نہ ہوتی تھی ترکوں کو پھر تاب و بیم
پے جنگ گردان افراسیاب
گئے ساتھ اُنکے وہ دہ دہ ہزار
گئی سامنے فوج برزو تب
سواران ایراں ہوئے چیرہ دست
بہ نیرنگ اُن اُن کو بستہ کیا
یہ احوال خسرو نے اُنسے کہا
سوئے پہلوانان افراسیاب

فریبرز اور طوس کو کر رہا !!
گئی نصفِ شب تھی کہ پہنچا وہاں
سرِ تختِ زریں سے افراسیاب
فریبرز اور طوس بھی پیشِ تخت
اسیروں کو پہرے گئے مردہاں
بٹھا ایک کو اپنی پھر پشت پر

ترے پاس لاؤں بفضلِ خدا
اسیرانِ بندِ بلا تھے جہاں
خوشی سے پئے تھے پیاپے شراب
کھڑے ہیں بندھے دست بازو سخت
کہ منظور تھا جن کا رکھنا جہاں
شتاباں ہوا رستمِ نامور

یہ کہہ کر گیا رستمِ جنگ جو
یہ سمجھا کہ برزو کی خرگاہ ہے
چپ و راست با خاطرِ شادماں
یہ کہتا ہے اُن کو وہ کمبخت شاہ
نگہباں جو غافل ہوا اب وہ ہیں
اٹھا دو سرے کو وہ گستہم یل

وہ لے گیا ساتھ گستہم کو!
جو دیکھا تو بیٹھا وہاں شاہ ہے
نشستہ ہیں پیرانِ برزو وہاں
کروں قتل مثلِ سیاوش بگاہ
تہمتن نے کھینچا تہِ تیغ ہیں
سراپردہ سے وہ جب آئے نکل

وہ بند گراں زور سے سربسر
سراپردہ میں شاہ توران کے
کہ وہ گرد ہوگا تہمتن مگر!
کرے کر سپاہ جا سوئے رزمگاہ
سُنا جبکہ خسرو نے شور و شغال
نظر کرکے برزو کی ترکیب کو!
ترے سر کو توڑوں ابھی گرز سے
سجا ہے کہ سیکھوں ابھی تجھ سے خشر
یہ کہہ کر وہیں ہاتھ میں لی کماں
پیاپے ہوئی بارش تیر پر
بہت دیر تک ضرب پر ضرب تیغ
کیا زور اتنا پکڑ کر کمر
تہمتن نے جانا پڑا ایک کوہ
ولے از رہ عقل و فہم و ذکا!
تہمتن سے برزو یہ کہنے لگا!
ترے دست و سر کو نہ رنجا کیا
یہ برزو نے اندیشہ دل میں کیا
پر اتنے میں آخر ہوا روز تب
بہم جب پذیرا ہوا یہ سخن!!
جو برزو گیا پیش افراسیاب
مقابل ہوا مجھسے آج آن کر
نہیں اس کو جنگا سے خوف کچھ
یہ گفتار کرتا تھا برزو ادہر
مرے ہاتھ کو آج پہنچی شکست
نہیں آتا آتا نظر کوئی مرد!

شکستہ گئے یکطرف بیٹھ کر
یہ چرچا ہوا کوئی گرد آنکے
اسیروں کو جو لے گیا آن کر
وہیں آن کر برزو کینہ خواہ
کہا تب کہ اے رستم پہلواں
قرین تحیر ہوا جنگ جو!!!
سمجھیو نہ کم مجھکو البرز سے
مری ساتھ مت تند ہو اسقدر
خدنگ ایک ڈالا شکے پہلواں
نہ اک تیر ہرگز ہوا کارگر
الٰہی قیامت تھی یا حرب تھی
کہ ٹوٹا وہاں کمر سربسر
ہوا ضرب سے گرز کی پست کوہ
تہمتن نے کچھ طور ایسا کیا
تعجب ہے اے گرد جنگ آزما
یہ سُنکر تہمتن نے اُس سے کہا
مبادا کہ یہ گرد زور آزما
لگا کہنے برزو سے رستم کہ اب
تو پھر برزو رستم پیل تن
تو بولا کہ اے شاہ عالیجناب
کہ تھا سنگ و فولاد سے سخت تن
مرا دل ہی اس پہلواں سے دونیم
کہ جس کا بیاں اب ہوا سربسر
نہ ہرگز رہا زور بازو و دست
کہ ہو برزو گرد کا ہم نبرد

غرض بادل خرم و شادماں
وہ بندی جو تھے یار انہیں لیگیا
وہم صبح کہا کہ بہت پیچ و تاب
خروشاں ہو میدانمیں کہنے لگا
تو برزو سے اب جاکے ہو گرم جنگ
کیا نعرہ زن ہوکے مانند شیر
لگا کہنے برزو کہ اے پہلواں
اگر تو ہے آتش تو میں بھی ہوں آب
تہمتن نے اک تیر مارا وہیں
بہم پھر ہوئے لیکے گرز گراں
ہوئے گرز پر خم مثال کمان
طرح شیر غرندہ کے کرکے شور
ہوا دست بیکار ٹوٹی سپر
نہ بند پہ ہرگز ہوا آشکار
کہ لگتا مرا گرز گر کوہ پر
مجھے رنج کیا ہو ترے گرز سے
رہا اب کہ ہے خم گرز گراں
ہوئے اسپ عاجز ہوا وقت تنگ
گئے رزمگاہ سے سوئے خیمہ گاہ
تکبر مجھے زور پر اپنے تھا
تن سخت پر اُسکے ہنگام جنگ
نہیں مجھکو معلوم یہ زینہار
ادہر پیش خسرو جو رستم گیا
مجھے سخت برزو نے عاجز کیا
فرامرز میرا اولاد سب سا

گئے پیش خسرو وہ نام آوراں
سپہدار توراں یہ کہنے لگا!
لگا کہنے برزو سے افراسیاب
کہ اے رستم اب سامنے میرے آ
یہ سُنکر گیا پیلتن بیدرنگ
کہ جاتے تہمتن میں آیا دلیر!
تو ہے پیر دیرینہ میں ہوں جواں
نہیں آب کے آگے آتش کو تاب
ہوئے اس طرح دیر تک گرم کیں
نبرد آزما ہر دو جنگ آوراں
ہوا میں کشتی انہیں بعد ازاں
پھر اک گرز برزو نے مارا بزور
ہوا پر الم رستم نامور!
کہ خستہ ہوا دست جنگی سوار
تو بس ریزہ کرتا اسے سربسر
کہ ہوں سخت تر کوہ البرز سے
خطا ہے اگر رہیئے غافل یہاں
رکھو روز فردا پہ موقوف جنگ
ہوئی جاکے آسودہ کیسر سپاہ
ولے طرفہ اک گرد زور آزما
ہوا کارگر کچھ نہ زور خدنگ!
ملے خاک میں کون انجام کار
تو با چشم تر شہ سے کہنے لگا!
نہیں مجھکو مقدور پیکار کا!
یہاں ماسے چھپا نہ اب ہوتا اگر!

تو برزو سے لڑتا بہ تیغ و سناں
روانہ کروں سوئے ہندوستاں
یہ سن کر نہ کچھ شہ نے پاسخ دیا
جو تاباں ہو خورشید وقت پگاہ
نہیں مجھکو زنہار کچھ خوف جاں
ہمارے ہے قالب میں جبتک کہ جاں
مقابل ہوں با تیغ و گرز و خدنگ
سوا اسکے تھکنے میں گردن فراز
دگرگوں ہو رنگ زمانہ اگر
ولے رستم گرد جنگ آزما!
عماری تو اسوقت تیار کر
بلاؤں میں وہاں جا کے سیمرغ کو
دلیران ایراں یہ سنکر خبر!
نہ ٹھہرے یہاں گستوای پہلواں
تہمتن نے پھر یا دل دردمند
بجے صبح میدان میں آن کر
ہوا زخم کاری سے بیکار میں
پھر اتنے میں پہنچی خبر یہ وہاں
بغل میں لیا پیلتن نے تو ہے
تو پہنچی مجھے راہ میں یہ خبر
فرامرز سے جب سنا یہ سخن
فرامرز سے رستم پیلتن !!
یہ برزو سے کہا کہ ہوں میں تو مرد
فرامرز جب پھر برزو سے کینہ ورا!
جو دیکھا تو گرگین ہے واں گرم جنگ

ولیکن وہ ہے سوئے ہندوستاں
بلاؤں فرامرز کو اب یہاں
تہمتن کو بس وہیں رخصت کیا
تو برزو سے میں جا کے ہوں رزمخواہ
نہ میداں سے موڑوں میں رخ کو عنان
سوئے جنگ کیوں شاہ لائے رخاں
کریں غرق خوں میں بے اب درنگ
ولیرانہ ساتھ اسکے ہوں رزم تنہا
تو جو دلیں آئے کہے ناموبہ
ہمرا پردہ میں اپنے جا کہ گیا
کہ ہوں صبح دم میں شتاباں اُدہر
شتابی سے ہوں سیمرغ سے چارہ جو
رواں پیش رستم گئے سر بسر
تو قایم رہے پھر کوئی جواں
کہاں یوں کہ زیر سپہر بلند
کرے جب طلب تو ہے کینہ ور
سوئے خانہ جاتا ہوں ناچار میں
کہ آیا فرامرز جنگی جواں!!
دیئے بوسے بالائے چشم و جبیں
کہ برزو سپہ لے کے آیا ادہر
لگا کہنے تب رستم پیلتن
یہ بولا کہ اے مرد لشکر شکن
ہوا تھا جو کل تجھے زخم نبرد
پکارا سوئے رزمگاہ آن کر
ولے دور سے ڈالتا ہے خدنگ

وہ جیپال ہندی سے ہے گرم جنگ
نہ پہنچے فرامرز یاں جبتلک
کیا جبکہ رستم تو آشفتہ ہو
سناں سے کروں سفتہ اسکا جگر
کہا سنکے گودرز نے یہ سخن
مبارک ہو شہ کو شب و روز بزم
کرے جنگ برزو سے گیو دلیر
یقیں ہے کہ گردان خواہان کین
کہا شہ نے گودرز سے اسطرح
زوارہ بھی بولا کہ ای بھائی جان
پہنچ کر دہاں زال زر سے بلوں
زوارہ نے سب سے کیا یوں بیاں
لگا کہنے ہر ایک اے پیلتن!
فرایاں سے جنبش نہ کرو زنہار
بسر ہو گیا بس مرا وقت جنگ
کروں جنگ کیا دست شکستہ ہے
یہ سنکر لگے رونے سب نامدار
ہوا دور دل سے الم سر بسر
فرامرز بولا کہ اے پہلواں
یہ سنکر وہاں سے ہوا میں رواں
تو آرام کر جا سوئے خیمہ گاہ
مرا سر بسر لیکے ساز و یراق
دیا سب نشاں جنگ و رزم و زرہ کا
کہ آئے مرے سامنے کوئی مرد
فرامرز پھر پیش خسرو گیا

یہ دلمیں ہے اک گرد کوبے درنگ
بہم جنگ موقوف ہو تب تلک
لگا کہنے یوں خسرو نامجو
ملاؤں تہ خاک و خوں سر بسر
کہ اے خسرو خسروان زمن
کہ حاضر ہیں سب پئے جنگ و رزم
ستیزندہ برزن ہو مانند شیر
کریں جا کے برزو پر زمیں
کہ میں نے کیا اب بیان جسطرح
ارادہ ہے میرا سوئے سیستان!
سر دوست کا اپنے درماں کروں
کہ ہے عزم رستم سوئے سیستاں
ترے ہی سبب سے ہے یہ انجمن
یہاں رکھ تو پائے ثبات استوار
فلک نے کیا مجھکو اب جاں سے تنگ
نہ کام کیا زخمی و خستہ سے
تہمتن بھی اسوقت ہوا اشکبار
ہوا شاد رستم اُسے دیکھ کر
ہوائیں جو ہندوستاں سے رواں
غرض کر کے یلغار پہنچا یہاں
کہ تا وقد ہو سر بسر رنج راہ
تو جا سوئے سیستاں بر اٹے مساق
سوار الغرض رخش پر ہو گیا
گیا سنکے گرگیں برائے نبرد!
خوشی سے زمیں بوس حاصل کیا

کہا شاہ نے یوں فرامرز کو
رواں کر کے توسن یل ارجمند
فرامرز تھا ابلکہ جوں فیل و شیر
سوئے جنگ آیا تو با صد طرب
تپے ساتھ میں کر کے کل کارزار
سُنی اُسکی برزو نے آواز جب
ولیکن جو دیکھیں ہوئیں کرکو خور
ہوا کُشتہ یا خستہ شاید وہ مرد
فرامرز بولا کہ دیوانہ ہے !!
یہ کہہ کر دیئے سب نشانِ نبرد
وہ بولا کہ ہوں رستمِ پہلواں
سُنا جبکہ نام یل ارجمند
پیاپے جو تھی ضرب بالائے سر
ہوئی ریزہ ریزہ جو اُسکی سپر
اُسے کُشتہ کرنا نہ دشوار تھا
ہوا اگرچہ برزو اسیرِ کمند
ہوئے حملہ آور جو تورانیاں
بدست دگر گرز کوباں تہا واں
تہمتن نے اندیشہ دلمیں کیا
سواروں نے جبکہ فراواں کیا
کہ پنجے میں دو شیر کے تھا اسیر
کمند اب مجھے دیکے ہو گرم جنگ
ہوا دشت میں اس قدر کشت و خون
بہنگام شب جا کے افراسیاب
ہوا شاد کیخسرو نامور

شتابی تو برزو سے ہو جنگ جو
یہ برزو سے بولا بہ بانگِ بلند
درشت و تنومند چست و دلیر
مگر سیر ہے جان سے اپنی تو اب
گیا جب ہوا رات کو بادہ خور
لگا کہنے جی میں کہ ہے یہ غضب
تو پاتا ہوں آواز تو ترکیا ور
کہ دیروز تھا جو مرا ہم نبرد
تمیز و خرد سے تو بیگانہ ہے
یہ سُنکر ہوا غرق حیرت وہ مرد
مقابل نہیں میرے شمشیر زیاں
تو برزو ہوا سخت اندیشہ مند
تو ہرگز نہ فرصت ملی اسقدر
پریشاں ہوا زخم سے مغز سر
ولے یہ نہ منظور زنہار تھا
ولے شاہ توراں ہوا دردمند
تو پہنچے اِدھر سے بھی تورانیاں
چپ و راست چوں تیغ آہنگ کر
کہ برزو مبادا کہیں ہو رہا
بہت حملہ برزو نے بھی ول کیا
کہ دونوں تھے پیل افگن و شیر گیر
تو کر قافیہ حلقہ ترکوں کا تنگ
کہ دامان صحرا ہوا لالہ گوں
کہا جا کے پیراں نے شاہ سے شتاب
لگے تہنیت دینے فتح و ظفر

مبادا کہ گرگیں ہو کُشتہ وہاں
نہیں ہم نبرد اسکا ایاں یہ سوال
ہوا شست برزو اُسے دیکھ کر
فرامرز بولا کہ اے کینہ خواہ
گیا شب کو باعیش و عشرت سحر
کہ اسپ و یراق و ببلبن جواں
نہیں گرد دیروزہ ہے یہ مگر
وہ ہرگز نہیں تو ہے کیا پاس
وہی ہوں کہ تجھکو کیا تھا زبوں
لگا کہنے پھر یوں فرامرز کو
مرا کام پیل افگنی ہے مدام
فرامرز نے پھینکے گرز گراں
کہ برزو کرے زخم اُس پر وہاں
زمیں پر گرا برزوی نامور
یہ چاہا کہ لیجائے کرکے اسیر
سواروں سے بولا یہ افراسیاب
سُنو نود رست یل ارجمند
پھر اتنے میں پہنچا بمانند باد
رہا کر دیں دست سے کمند
بہت سخت زور آزمائی ہوئی
زوارہ نے دیں فرامرز کو
کمند اُسکو دے کر وہ مرد دلیر
غرض مہر تاباں ہوا جب نہاں
تو آئے یانسے ملک توراں کی راہ
ہوئے قتل برزو ہوا حکم شاہ

یہ سُنکر شتاباں ہوا پہلواں
تو اب آن کر مجھسے کر کارزار
ولیکن یہ بولا کہ اے کینہ ور
دلیرو تکو ہے رزمگاہ بزم گاہ
مجھے اُس خوشی کا ہے ابتک اثر
وہی ہے جو دیروز تھا بیگماں
تو بولا وہیں برزو کینہ ور
مقرر اُسی کا ہے یہ سب لباس
کرونگا غرض آج میں غرق خوں
ترا نام کیا ہے یل نامجو
بجز جنگ شیراں نہیں اور کام
کیا سخت برزو کو عاجز وہاں
حفاظت میں اپنی وہ مصروف تھا
فرامرز نے پھر رہا کی کمند
حضورِ خداوند تاج و سریر
دلیرانہ ہو حملہ آور شتاب
کہ اک دست سے کھینچا تھا کمند
سوئے رزمگاہ رستم شیرزاد
لیا اُسنے برزو کی گردن کو بند
نہ برزو کو لیکن رہائی ہوئی
کہا یوں کہ اے گرد پیکار جو
ہوا گرم پیکار مانند شیر
گئے تب سوئے خیمہ گاہ را
یہ سُنکر روانہ ہوئی سب سپاہ
ولے پہلواں رستم نیک خواہ

ہوا پیش خسرو شفاعت کناں
سر خوں سے گذرا وہ شاہ جہاں

لگا کہنے رستم سے پھر شہریار
کہ برزو کو لے جا تو اے نامدار

سو خانہ رستم مجھے لے گیا
فرامرز سے پھر یہ کہنے لگا!

کہ بیجا اسے سوئے زابلستاں
وہ برزو کو لے کر ہوا بس رواں

رہا بند سے پھر نہ الدم کیا
گرفتار زنجیر اُس کو رکھا!

خبر یافتن شہرو مادر برزو از گرفتاری

برزو و آمدن وے در ایران برائے رہائی برزو و اظہار کردنش از رستم کہ برزو پسر تست

جو برزو کی ماں نے سنی یہ خبر
تو ایراں میں آئی وہ خستہ جگر

اُس آشفتہ خاطر کا شہرو تھا نام
پسر کی جدائی سے غمگیں مدام

نہ برزو کو پایا جو ایران میں
تو وانسے گئی زابلستان میں

زن مطرب خانہ پیلتن!
رہی تھی وہاں اُس سے با مکر و فن

ملی مادر برزو سے نام ور!
کیا اُسکو راضی بہت دیکے زر

ہوئی نسبت خواہری پھر بہم
وفور اُس محبت کا تھا دمبدم

یہ شہرو نے اُس سے کہا ایک دن
کہ اے خواہر مہرباں دلفروز

تو پہنچا سکے پیش برزو اگر!
تو بھیجوں طعام آج تیار کر

وہ بولی کہ لا خواہر نیک نام
دیا اُسنے وہیں پکا کر طعام

رکھی اُسنے انگشتری تھی نہاں
کہ معلوم برزو کو ہووے نشاں

وہ جب لے گئی پیش برزو طعام
ہوا دیکھ انگشتری شادکام

لگا کہنے بھیجی ہے کسنے یہ چیز
وہ بولی کہ اے مرد صاحب تمیز

زن نیکبخت آئی اک چین سے
یہ سنکر لگا کہنے برزو اُسے

یہ ہے میری ماں ہو نہیں اسکا سیم
مجھے دوست اپنا یقیں جانکر

کیا میں نے یہ رازِ پنہاں عیاں
ولیکن تو سینے میں رکھیو نہاں

دروں طعام ایک سوہان تو لا
بریدہ کروں تاکہ زنجیر پا

تو پھر لا سہ رہوار تازی سمند
بہنگام شب زیر کاخ بلند

مرا کھینچنا آن کر انتظار
کہ ہو تو روانہ میں ہوکر سوار

پھر آئی وہ زن وانسے باصد طرب
کہا آکے شہرو سے احوال سب

بہت مال شہرو نے لاکر دیا
بہت اُس کو ممنون احسان کیا

گئی لیکے سوہن وہ برزو کے پاس
نہ لائی وزادل میں بیم و ہراس

سہ شبدیز بھی شب کو لائی وہاں
کہ برزو نے اُسکو کہا تھا جہاں

جب آیا وہاں برزوِ نامدار
تو اسپان رہوار پہ ہو سوار

وہ شہرو وہ زن اور برزو وہیں
شتابان ہوئے سوئے توران زمیں

سوئے راہ بیرہ ہوئے رہ سپر
کہ کم تھا اُدھر مردماں کا گذر

ملا راہ میں رستم نامور
پڑی جبکہ برزو پہ اُسکی نظر

لگے کرنے اُس دشت میں کارزار
بہم برزو و رستم نامدار

کئے زخم باہم رہا بیشتر
نہ لیکن ہوا ایک بھی کارگر

رکھی جنگ موقوف انجام کار
لگا کہنے برزو سے وہ نامدار

کہ کیونکر ہوا بند سے تو رہا
سب احوال برزو نے اُس سے کہا

زن مطرب خانہ پہلواں
وہ بولی گنہگار ہوں بیگماں

جو کچھ جی میں آئے سو دیجے سزا
کہ مجھ پیر نے ہرگونہ ایذا ادا

پھر اُس وقت اے رستم نیکنام
گرسنہ ہوں کچھ مجھکو دیجے طعام

پذیرا کیا گرد نے یہ سخن!
گیا ایک گوشہ میں پھر پیلتن

کیا پھر طلب اُسنے دستار خوان
یہ بولے تہمتن سے ہمراہیاں

مبادا جو برزو دوان ہو شتاب
تو خسرو کو کیا دیجئے گا جواب

تہمتن یہ بولا کہ میں کیا کروں
نہیں مجھسے ہونا ہے برزو زبوں

ملا کر وہیں زہر بھیجا طعام
وہ لے پیش برزو جو پہنچا طعام

تو شہرو نے اُسکو نہ کھانے دیا
نہ زنہار اپنی زباں پر رکھا

زن مطرب خوبرو بد سیر
ہوئی کھا کے سوئے عدم رہ سپر

ہوا خشمگیں برزوئے نامدار
لگا کہنے اے رستم باوقار
سفید اب محاسن ہوئی تیری اب
نہیں شرم لیکن تجھے ہے غضب
نہ ہرگز دیا کچھ جواب سخن
لگا کہنے برزو کہ اے پیلتن
دلیرانہ دونوں ہی سرفراز
ہوئے لیکے گرز گراں رزمساز
بہت جہد گرچہ کیا وقت کار
نہ لیکن گرا زیں سے کوئی سوار
حوال لجام سمنداں ہیں
کمر سے کیا بستہ اندوہگیں
ہوئے پھر وہ اسپاں سے ہم رزمسا
شمال دلیران گردن فراز
تو برزو کا بھاگا وہیں بادپا
وہ برزو کو بھی کھینچ کے لے چلا
کروں تاکہ رام اسپ رود
ولیکن نہ رستم نے چھوڑی کمر
چڑھا اسکے سینے پہ تابد دریغ
کہے اسکے سر کو جدا کھینچ تیغ
کہ سہراب کا یہ جواں ہے پسر
نبیرہ یہ تیرا ہے اے نامور
وہ بولا کہ باطل ہے تیرا سخن
یہ بولی کہ اے رستم پیلتن
یہ کہہ کر نکالی وہ انگشتری
نگینِ فروزندہ جوں مشتری
گرا پاؤں پر او سر انکسار
بفرط خوشی برزوئے نامدار
گیا ایک برپا تہمتن کے تخت
کہ بیٹھا وہاں برزوئے نیکبخت
بصد شادمانی ہوا ہمکنار
گیا سر پہ اسکے بہت زر نثار

ہوا تجھ سے جو کام سر دیہاں
نہیں یہ سزاوار نام آوراں
ہوا شرمگیں رستم نامور
خجالت سے ہرگز اٹھایا نہ سر
اگر مرد تو ہے تو اٹھ کر نبرد
یہ سنکر اٹھا رستم شیر مرد
پیادے ہوئے گرز باہم رواں
ہوئی شست بازوئے نام آوراں
ہوا میل کشتی کا نہیں پھر وہاں
فرود آئے گھوڑے سے وہ پہلواں
لگے زور کرنے باجوش و خروش
بہنگام کشتی ہوئی سخت کوشش
تہمتن کے توسن نے وقت ستیز
رواں جب کیا زخم دندان تیز
یہ تھی خواہش برزوئے رزمساز
کہ چھوڑے فرار رستم سرفراز
زمیں پر گرا برزو انجام کار
شتابی سے پھر رستم نامدار
وہیں مادر برزوئے پہلواں
لگی کہنے رستم سے کرکے فغاں
تو برزو کو مت قتل کر زینہار
ذرا دل میں کر خوف پروردگار
گرانمایہ خاتم زرناب کی
نشانی ہے رکھتی ہوں سہراب کی
ہوا دیکھ کر شاد وہ نامجو
بغل میں لیا برزو گرد گو!
پھر آئے بہم بادل شادماں
رواں ہو کے واں سے سوئے سیستاں
ملایا اُسے زال سے بعد ازاں
ہوا دیکھ کر زال زر شادماں
مہیا کیا جشن عیش و طرب
نشاط و خوشی تھی وہاں روز و شب

رسیدن سوسن خنیاگر در ایران کہ بجادوگری طاق بود و بہر کمک آمدن افراسیاب و شکست یافتن

کیا شاہ ایراں جو کھا کر شکست
دلیران ایراں ہوئے چیرہ دست
شب و روز چوں غنچہ دلگیر تھا
تحیر میں تمثال تصویر تھا
یہ بولی کہ میں اے شہ نامجو
نہیں صرف رامشگر و نغمہ گو
تہمتن کے آگے کہ ہے شیر مست
نہیں پیش جاتا الگند دست
ملاؤں فرامرز کو خاک میں
دلیروں کا لاؤں میں دم ناک میں
فسوں سازی اپنی دکھلاؤں ہے
طرف اس ارادے کے لائی اسے
وہ ہوش سے جو خستہ شتاباں ہوئی
روانہ سوئے ملک ایراں ہوئی

ہوا تھا جو میدان میں زور اسیر
تو اس غم سے افراسیاب دلیر
زن گلبدن ایک سوسن بنام
کہ رامشگری میں تھی مشہور عام
مجھے علم جادوگری بھی ہے یاد
زمانہ میں اس فن کی ہوں آشنا
تو دیکھ اب تماشا مرے سحر کا
کروں تن سے رستم کے اب سر جدا
پذیرا نہ کرتا تھا افراسیاب
ولیکن زن ساحرہ نے شتاب
زر و مال اسباب جو کچھ کہا
سپہدار توراں نے اسکو دیا
یل جنگی اک اس کے ہمراہ گیا
کہ تھا پیلسم نام اس گرد کا

وہ جب ملک میں پہنچے ایرانکے
مسافر جو آتا تھا ہر صبح شام
مہیا مے و میوہ و چنگ و درود
ذرا ماجرا سنئے ایک روز کا
دلیران ایران واں تھے تمام
بہم طوس و گودرز میں تھا عناد
لیا طوس نے خنجر از رہ کیں
رہام دلاور پہ غصہ ہوا
کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
لگا کہنے گیو دلیر نامجو
مناسب ہے یہ میں بھی جاؤں وہاں
تہمتن سے پھر رستم نامجو
خطر پھر ہوا رستم گرد کو
تو ہونے لگی جستجو کارزار
پسندیدہ ہے یہ کہ اب جاؤں نہیں
پھر آتا ہوں اب سوئے آغاز کار
یہ دیکھا کہ خیمہ ہے افراختہ
کہ خیمہ یہ کس کا ہے تب ترجماں
گذرتا ہے جو کوئی اس راہ سے
اترا اسپ سے بادل شادماں
لگا کہنے اس سے کہ ای دوستل
کہ تھا مرد سوداگر خوش سیر
جہاں سے جہاں لگیا خوب جیب
خطر سے نہیں اسکے گریز اگر کی
جوان دلاور نے دل میں کہا

کہ رستے میں پھر زابلستان کے
تو سوسن کہلاتی تھی سکوم
شراب و کباب و رباب و سرود
کہ رستم کے گھر جشن شاہانہ تھا
مہیا سرود و مے و جام
لگے کرنے واں گفتگو فساد
رہام دلاور نے اٹھکر دیکھ
یہ پھر بزم کو پہلوان نے کہا
کہ طوس دلاور کو اے نامجو
کہ گودرز اور طوس ہیں تند خو
کہ وہ انکو سمجھاکے لاؤں یہاں
برادر تھا طوس دلاور کا جو
سُنا واں کہ ہوں پہلواں کینہ جو
یہ سنکر گیا وہ یل نامدار
ملک زادہ کو ساتھ لے آؤں نہیں
لکھوں حال طوس یل نامدار
ہوا اک قلعہ محکم ہے نو ساختہ
لگے کہنے اس سے کہ ای پہلواں
تو یہ اسکو آئین دکھلا دے
گیا وہیں خرگاہ میں پہلواں
حقیقت تو اپنی ذرا کر بیاں
رہوں تھی میں آرام سے اسکے گھر
یہ جا سپہدار توران تب
سوئے ملک ایران شتابان ہوئی
کہ خسرو کے لائق ہے دلربا

بنائی سرا ایک اور قلعہ ایک
ہوا تب مسافر نوازی کے سبب
مسافر نوازی زہر گز تھی اسکو
وہاں گیو و گودرز جنگی سوار
تھی آراستہ محفل دلستاں
زباں پر جو اس وقت گفتار تھی
کمر طوس سے کھینچ خنجر لیا
نہیں جانتا کیا تو رستم یہاں
تو اب جا کے لے آشتی یہاں
مبادا کہ واں کھینچکر تیغ تیز
یہ کہہ کر گیا گیو زور آزما
روانہ ہوا لے اجازت اُدھر
فرامرز سے رستم پہلواں
لگا کہنے یوں زال زر بعد ازاں
سوار اسپ پہ ہوکے مانند باد
رواں ہو کے پھر طوس پہنچا وہاں
پکاتے ہیں باورچیاں واں طعام
زن تاجر آئی ہے توران سے ایک
کہلاتی ہے نقل و شراب و طعام
جو دیکھے تو بیٹھی ہے اک نازنیں
وہ بولی ہوں میں زن نغمہ گو
بہت مال و زر مسن جو انسے لیا
کہ اپنے پہ ستار مجھکو کرے
بنے خسرو نام جو آئی یہاں
سے بیٹھوں میں پیش شاہ جہاں

پسندیدہ خوب و دلچسپ و نیک
ادا کرتی تھی وہ زراہ طرب
کہ نیرنگ سازی تھی دیکھی گئی
یل بیژن و طوس عالی تبار
قرین مسرت تھے پیر و جواں
سو نالایق و سخت دشوار تھی
وہاں سے خفا ہو کے طوس اٹھ گیا
کہ لازم ہے دلجوئی مہمان
ہوا شک گودرز فوراً رواں
بہم ہو دیں کینہ سے گرم ستیز
ٹلے پھر وہ گیو بیژن گیا
کہ واں طوس تنہا ہے اور نامور
یہ بھلا کہ اب تو بھی جا سے جہاں
کہ شہزادہ اپنا ہے طوس گو ان
روانہ ہوا زال فرخ نہاد
سرا تھی زن ساحرہ کی جہاں
لگا پوچھنے وہ یل نیکنام!
کہ رکھے ہے وہ خصلت خوب و نیک
مہیا ہے یاں بادہ و جام
صنوبر قد و گل رخ و مہ جبیں
مرا ایک عاشق تھا مرد نکو
بہت مجھکو مسرور و شاداں کیا
مرا مال لے خوار مجھکو کرے
رہوں اسکی خدمت میں تا حال و دعا
کہ تا حسن مجرا ہو میرا وہاں

غرض بھیجکر طوس عالیجناب
پکڑ طوس کو قلعہ میں لیگیا
جو آیا وہاں بعد ازاں گستہم
جو پہنچا وہاں وہ سوے زر زال
تو اب چل آئے نشاط و سرور
پذیرانہ اُسنے کیا یہ سخن !!
پھر اتنے میں پیش پیل نامور
رکھے قلعہ میں اسکے پانچوں سمند
لگا کہنے اس قلعہ میں جلد جا
یہ پھر زال زر نے ارادہ کیا
گیا گرز لے کر پیل کینہ جو!
بوقت دغا سوئے زابلستان
یہ بولے فرامرز سے بعد ازاں
کہا زال سے تو کنارے تو ہو!
سر شام تک واں رہی کارزار
تہمتن نے بھیجا فرامرز کو!
در قلعہ پہ آن کر بعد ازاں
ہوئی بارش تیروں سے ہر گز
ہوئے کھینچکر تیغ پھر رزمساز
گیا جب سوئے کوہ مہر منیر
ہوئی دور سے اک گرد آشکار
کہ میں پیلسم سے کروں کارزار
ہوئے گرم کیں رستم و پیلسم
ہوئے رستم و زال پھر بعد ازاں
ملے برزو رستم و زال و زر

لگا ہاتھ سے پینے اُس کے شراب
پھر اتنے میں گودرز جنگ آزما
رکھا اُسنے بھی قیدگہ میں تنعم
ہوا مرد ملں سے وہ پریشان حال
خداوند جہانسرا کے حضور
نہ ساتھ اُسکے ہرگز گیا پیلتن
کسی نے کہا کان میں آن کر
یہ سُنکر وہیں وہ پیل ارجمند
خبروں کی دریافت کرکے لا
کہ دیجئے زن ساحرہ کو سزا
وہاں جاکے توڑا در قلعہ کو
کسی کو کیا زال زر نے رواں
کہ دروازہ پر قلعہ کے لا جواں
تو میں پیلسم سے ہوئی خاص جنگ
ہوئی جنگ موقوف انجام کار
شتابی سوئے خسرو نامجو
ہوا نعرہ زن رستم پہلواں
نہ اک تیر ہرگز ہوا کارگر!
غرض شام تک ہر دو گرد نغواں
ہوئے تب یلاں جاکے آرام گیر
ہوا یہ پدیدار انجام کار
تو جا سوئے سالار توراں دیار
ببان ہنر بران جنگی بہم
سوئے لشکر شاہ توراں یلاں
جو ہر حملہ کرتے تھے جوں شیر نر

ہوا بیخود و مست و بیہوش جب
گیا پیش سوسن تو وہ بھی بحال
ہوئے جاکے پھر گیو بیژن بھی قید
گئے لوگ پھر پیش سوسن کے زال
مے و میوہ و نغمہ و چنگ و نے
یہ سمجھا کہ نیرنگ سازی ہے یاں
کہ یہ زن ہے مکار اے پہلواں
ہوا پُر غضب اور اک شخص کو
گیا اور گھوڑوں کو پہچان کر
گریزاں ہوئی وہ انسے حیلہ گر
مقابل ہوا زال کے پیلسم
کہ پہنچا دے رستم کو جلدی خبر
دلیرانہ دو گرد وہیں ہم نبرد
لگے کہنے پھر وہ ہیں باہم نبرد
سحر برزو و رستم پہلواں
شتابان ہوا وہ پیل نامور
کہا پیلسم آکے ہو گرم جنگ
ہوئی نیزہ بازی بہم بعد ازاں
رہے گرم پیکار مانند شیر
سحر پیلسم سے ہوا ہم نبرد
کہ آیا سپہ لیکے افراسیاب
پئے جنگ برزو گیا پھر شتاب
تہمتن کے بس ہاتھ سے بے درنگ
تو آگر واسکے سواران ترک
تو مرتے تھے صد ہا بہ خون مغاک

کمینگاہ سے پیلسم آکے تب
ہوا قید مانند طوس جواں
نہ جہانسرا تھا وہ تھا دام کید
یہ بولے کہ اے مرد فرخ خصال
جو کچھ ہو ترے مطلوب موجود ہے
کہ افسوں سے خالی نہیں یہ مکاں
گئے چار گرد اسنے غائب یہاں
کہ تھا جاکر زال فرخندہ خو!
حقیقت کہی اُسنے سب آنکر
گئی قلعہ میں با دل با خطر
لگے چلنے گرز گراں دمبدم
وہیں پھر فرامرز پہنچا اُدھر
یہ سنکر گیا وہیں وہ شیر مرد
فرامرز اور پیلسم ہر دو مرد
شتاباں ہوا زابل پہنچے وہاں
کہ پہنچا دے جاکر یہ سبکو خبر
جو پہنچا وہیں لیکے گرز و خدنگ
لگی چلنے پھر ضرب گرز گراں
نہ آیا ولے اسپ سے کوئی زیر
دلیر و جوان برزوئے شیر مرد
تہمتن یہ برزو سے بولا شتاب
سوئے لشکر شاہ افراسیاب
ہوا پیلسم کشتہ ہنگام جنگ
لگے ڈالنے تیر گردان ترک
بہت ترک ہمتے تھے اسلح بکف

بہ ہنگام فرصت جو آیا نظر
پھر اتنے میں کیخسرو نامور
سواران ایران نے اس آن کی
ہُوا بیدل اُسوقت افراسیاب
کئی بار کھائی ہے تو نے شکست
سرا بندہ زن نے تجھے جو کہا
سپہدار نے سنکے پاسخ دیا
لگا کہنے پیراں سے یوں شہریار
یہ کہہ کر رواں کر کے گھوڑا شتاب
مناسب ہے میدان میں آوے اگر
یہ سُنکر وہ شاہنشہ نامدار
پکڑ کر عناں یوں گذارش کیا
پھر اتنے میں پہنچا تہمتن وہاں
کرے ہے وہ تو مند چالاک چست
بہت جہد و کوشش سے روند خار
بیاری آخر وہ زور آزما
سوا سکے موڑیں منہ زینہار
کر باندھیں کمر سب پیکار کیں
نہ جانبر ہوں ترکان جنگ آزما
یہ کہہ کر کیا شہ نے وہیں عزم
کہ پہلے مجھے قتل یاں کیجئے!
سر اپنا رکھا شاہ کے پاؤں پر
دلیران جنگی ہیں یاں جسقدر
مرے تن میں ہے جبتلک جان اِس
کہا گجز برزو نے جب اسقدر

تو پھر قلعہ میں وہ زن حیلہ گر
سپہ لیکے پہنچا سپہدار کروفر
لئے گھیر ترکاں وہاں سر بسر
کہ ترکو نکو پیکار کی تھی نہ تاب
نہیں پیش جاتا ہے کچھ زور دست
وہ افسوس تونے پڑیا کیا
کہ ہونا تھا جو کچھ ہوا چارہ کیا
کہ اے مرد افشور و ہوشیار
ہوا نعرہ زن شاہ افراسیاب
سپہدار کیخسرو نامور
اتر فیل سے اسپ پر ہو سوار
کہ اے شاہ شاہان کشور کشا
تہمتن سے شہ نے کیا یوں بیاں
فنون و ہنر میں نہایت درست
رہا غالب اُس پر بفضل خدا
رہا میرے پیچھے سے ہو کر گیا
فرامرز برزو نے جنگی سوار
ہوا سنکے خسرو بہت خشمگیں!
نہ ہو شیر پیچھے سے میرے رہا
کہ توسن کو پیچھے رواں سنکے رزم
رواں اسپ کو بعد ازاں کیجئے
لگا کہنے خنجر وہیں کھینچکر!
دکھاتا ہے ہر ایک اپنا ہنر
نہ کر عزم پیکار تو زینہار
ہوا نرم تب خسرو نامور

گریزاں ہو لشکر میں داخل ہوئی
جب آیا جہاندار فرخ نہاد
برسنے لگے ہر طرف سے خدنگ
درشتی سے پیران ویسہ میں
ترا ملک برباد یکسر ہوا
کیا جان کو اپنی برباد ہائے
وہ بولا نہیں ہمکو تاب ستیز
کہاں تنگ ہیں جنگ گریزاں کریں
کہ خارج ہو کسواسطے اب سپاہ
مرے ساتھ ہو آن کر رزمگاہ
شتاباں ہوا سوئے افراسیاب
نہیں مصلحت یہ جو میدان میں تم
کر لیتا ہوں اب جا کے خون پدر
کئی بار کی میں نے ساتھ اسکے جنگ
وہ کر سکا میں نہ اے بادشاہ
اگر اب وہ رکھتا ہے پھر عزم جنگ
جنگی سواراں ہیں یاں جبتلک
یہ بولا سیاوش کا ہو نیں پسر
اگر کوہ آہن ہو افراسیاب
تہمتن نے مضبوط پکڑی عناں
ہوا تند رستم یہ شاہ جہاں
کہ ہر کو کروں اپنے تن سے جدا
ذرا اب تماشا مرا دیکھ تو
جو میدان میں ہو کار میرا تمام
لگا کہنے تب خسرو پاک دیں

رہائی اُسے غم سے حاصل ہوئی
چھٹے برزو و رستم و زال شاد
سواران ترکاں ہوئے سخت تنگ
یہ بولا کہ اے شاہ توران یہیں
نہ میرا سخن کچھ مؤثر ہوا
ہوئی عقل برگشتہ یکدست وائے
اگر کیجئے ان سے جنگ گریز
یہ بہتر ہے میدان میں جاں اپنی دیں
کریں خلق کو کس لئے ہم تباہ
خدا فتح دے جس کو ہو بادشاہ
دلے نامداران آگر شتاب!
سپہدار توراں سے ہو جنگ جو
یہ سُنکر لگا کہنے وہ نامور!!!
مقابل ہوا لیکے گرز و خدنگ
اسے وائے پابند میدان گاہ
تو میدان میں جاتا ہوں میں بیدرنگ
مناسب نہیں یہ شاہ کو تب تلک
دلیر و جوانمرد و صاحب ہنر
کروں تیغ براں سے دنیا کو آب
کیا عرض پھر ہو کے گریہ کناں
پر اتنے میں برزو بھی آیا وہاں
مرا خون گردن تیری شہا
کہ ہوں شاہ توراں سے میں جنگجو
تو مختار ہے اے شہ ذوالکرام
کہ اے نامداران ایراں زمیں

نہایت ہی شیریں زباں تھا جواں
لگا کہنے برزو سے یہ بادشاہ
شتاباں ہوا سوئے افراسیاب
لگا کہنے برزو سے اے بدنہاد
سکھائے ہنر پہلوانی کے سب
کہاں اب گیا خسرو نامدار
مجھے ہے تری جنگ سے عار و ننگ
یہ برزو نے اسوقت پاسخ دیا
پیادش وہاں لیگیا تھا پناہ
نمکخوار تیرا رہا جب تلک
ترے ساتھ کیونکر نہوں نعم خوار
سپہدار افراسیاب دلیر
کہ اک زخم سے میرے اب زینہار
کماں لیکے پھر شاہ نے بیدرنگ
ولے وہیں پہنچا وہ جنگی جواں
پڑی جبکہ ہر بار ہر ضرب گرز
ولے شست سے جو نکلتا تھا تیر
مقابل ہوا لیکے گرز گراں
نہ ہوگا تو عہدہ برا گرز سے
کہ ہے دشمن تازہ یہ پہلواں
مبادا اگر تجھسے پہنچے گزند
یہ لشکر کو شہ نے کہا پھر کہ اب
ہوئے حملہ آور ہزاروں سوار
یہ احوال دیکھا تو آئے وہاں
یہ آواز شمشیر گرز گراں

شگفتہ و خوش سیرت و خوش بیاں
کہ سالار توراں سے ہو کینہ خواہ
خروشندہ مانند دریائے آب
نہیں ہے مگر تجھ کو یہ بات یاد
نہیں شرم آتی تجھے ہے غضب
کہ آیا نہ اسدم پئے کارزار
تو پھر جا بہانے مگر عزم جنگ
کہ ہوں گرچہ پروردہ تیرا شہا
اسے قتل تونے کیا بیگناہ
ادا حق نمک کا کیا تب تلک
تو ہے دشمن خسرو دیں پناہ
خروشندہ ہو مثل غرندہ شیر
رہیگا نہ میداں میں تو پائدار
رواں سوئے برزو کیا اک خدنگ
کرے تھا رہا زخم گرز گراں
تو برزو نے موقوف کی حرب گرز
سپر پر وہ لیتے تھے دونوں دلیر
یہ دیکھا تو ہوماں نے آکر وہاں
کہ برزو نہیں کم ہے البرز سے
کیا شہ سے ہوماں نے پھر یہ بیاں
خرابی ہو پھر اے شہ ارجمند
دلیرانہ حملہ کناں ہوگے سب
لیا گھیر برزو کو انجام کار
فرامرز و رستم بفوج گراں
ہوا دشت بازار آہنگراں

بری آتش خشم کی اسنے سرد
بفرمان شاہنشہ نامدار
جو برزو کو دیکھا کہ ہے کینہ خواہ
کیا پرورش میں نے کیونکہ تجھے
کہ اب یوں دلیرانہ میداں میں تو
مگر شیر مردوں سے وہ ڈر گیا
کہ تا خسرو اب آکے ہو گرم رزم
ولیکن تو ہے شاہ بیداد گر
روا قتل ہے تجھ سے بدعہد کا
اور اب ہوں نمکخوار اس شاہ کا
یہ کہہ کر ہوا وہ دلاور رواں
لگا کہنے چوں پیل مستی نکر
ہزار آفریں تجھ سے اگر پہلواں
گذر کر گیا اسکے جوشن سے تیر
سپہدار توراں ہنرمند تھا
ہوئے رزمجو لیکے تیر و کماں
ہوا جبکہ ترکش تہی تب وہیں
کہا شاہ سے یوں کہ ہاں زینہار
وہ بولا کہ اب دل میں لے نیک مرد
کہ میداں میں گر کشتہ ہو یہ سوار
جو کچھ گرد ہوماں نے ظاہر کیا
کرو قتل بدخواہ کو یا اسیر
پیاپے کئے زخم اس پر بہا
بہم گرم کیں ہر دو لشکر ہوئے
رواں ہر طرف اسقدر خوں ہوا

نبیرہ ہے رستم کا بیشک یہ مرد
وہیں ہوگئے توسن پہ برزو سوار
تو سالار توراں نے کھینچی اک آہ
کیا نامداروں سے برتر تجھے
ہوا آنکہ مجھ سے پیکار جو
ہوا غالب اس کو خطر جان کا
نہوں خسرواں یعنی جو یابئے بزم
ستمگار پیماں شکن بدسیر
کہ پیماں شکن ہے عدو خدا
کہ ہے ہفت کشور کا فرمانروا
اٹھا گرز مانند پیل دماں
مرے آگے تو بیہدہ مستی نہ کر
کروں قتل اک دم میں سب کو یہاں
ہوا خستہ پہلو سے مرد دلیر
ہنر سے وہ ضربیں بچانے لگا
وہ شاہ دلاور وہ جنگی جواں
دلیرانہ سالار توراں وہیں
نہ یہ قصد کر اے شہ نامدار
فزوں تر تو خسرو سے برزو کا ورد
تو نام آوری کچھ نہیں زینہار
وہی حرف پیراں نے شہ سے کہا
رہائی نہ پائے یہ گرد دلیر
ولے زیں پہ قائم دلاور رہا
رواں نیزہ و تیر و خنجر ہوئے
کہ دریائے خوں جا بجا موجزن

پھر اتنے میں کیخسرو شیر گیر
شہ نامور شہسوار دلیر

جہاندار پہنچا جو برزو کے پاس
تو یکدست ترکاں کے چھوٹے حواس

یہ چاہے تھا کیخسرو نامدار
گرو نبال سالار توراں دیار

یہ ہے آرزو و تمنائے دل!
کہ زابلستاں یاں سے ہے متصل

ہوا پھر رواں سوئے زابلستاں
جہاندار خسرو بصد فر و شاں

کیا پیش کش مال و اسباب و گنج
تہمتن نے خسرو کو بدسو و رنج

زر و سیم عنایت ہو فرماں اگر
تو میں چند مدت رہوں یاں پگہر

یہ بولا کہ اب شوق سے رہیو یہاں
ولیکن تو بر وقت آنا وہاں

کہا یوں کہ ہاں رکھیو از رو داد
تو ملک و رعیت کو آباد شاد

بجاہ و حشم پھر سوئے تخت گاہ!
روانہ ہوا زابلستاں سے شاہ

نکل قلب سے مثل شیر شتاب
کیا پھر امداد برزو وہاں

گریزاں ہوا وہیں افراسیاب
ہوا خسرو نامور فتحیاب

شتاباں ہو پھر رستم پہلواں
لگا کہنے اے بادشاہ جہاں

وہاں آپ تشریف اب لے چلیں
سرافراز بندہ کو اپنے کریں

رہا جا کے یک ہفتہ رستم کے گھر
ہوا شادماں رستم نامور

گزارش کیا پھر کہ اے بادشاہ
ہوا چار صد سالہ یہ نیک خواہ

فرامرز و برزو رہیں ہمرکاب
یہ سنکر جہاندار گردوں جناب

بلطف و کرم برزو گرد کو
دیا شہ نے خور و بری شاد ہو

فرامرز کو دے کے ہندوستاں
کیا خرم و خوشدل و شادماں

بصد خوبی و خرمی و بہی
ہوا رونق افزائے کاخ شہی

فرستادن کیخسرو گودرز را جانب توران بجنگ افراسیاب و آمدن پیران و ہومان با فوج گراں مقابل پہلوانان و کشتہ شدن پیران و ہومان و شکست یافتن فوج توران و فتحیاب شدن گودرز را

طلب کرکے گودرز کو ایک روز
لگا کہنے کیخسرو نیک روز

کیا نامداران توراں کو پست
پھر اشاہ توراں کو دی ہے شکست

بداندیش نے کی ہے پھر جمع فوج
پہنچکر شتابی سے مانند موج

فرامرز سے یوں کہا بعد ازاں
کہ تو جا کے اب سوئے ہندوستاں

کہ توراں میں گودرز جب پہنچے یہاں
ہم ہو کے ملحق وہ فوج گراں

سپہ لیکے گودرز جنگی سوار!
روانہ ہوا سوئے توراں دیار

سنی شاہ توراں نے جب یہ خبر
سپہ دیکے ہوماں کو تب نیو و تر

دو لشکر مقابل ہوئے آ کے جب
ہوا گرم بازار پیکار تب!

مقابل ہوا پیرن نامدار
ہوئے گرم پیکار دونو سوار

سواران ترکاں دلیشی بھئے
سوئے فوج پیراں گریزاں ہوئے

کرے گر سپہ رستم نامدار
سوئے ملک توراں گیا چند بار

اور اب ہے تری نوبت اے پہلواں
سپاہ گراں لیکے تو جا وہاں

پراگندہ کر یکسر انبوہ کو!!!
کہ تا فتنہ کشور میں برپا نہو

تصرف میں لاتا ہوا ملک کو
رہ ہند سے سوئے چیں آئیو!

بتدبیر شائستہ و دلپذیر
سپہدار توراں کو کیجے اسیر

یل بیژن و طوس و گیو جواں
گئے اسکے ہمراہ با فر و شاں

رواں سوئے گودرز جنگی کیے
عقب اسکے پیران دلیر گیا

گیا آپ ہوماں سوئے رزمگاہ
کہ گردان ایراں سے ہو کینہ خواہ

ہوا آخر کار ہوماں ہلاک
ملا ترک جنگی تہ خون خاک

ہوا شاد گودرز جنگ آزما
شہ نامور کو یہ اس نے لکھا

کہ ہوماں نے آخر جو کی ہے جنگ
اب آنکلا ہے پیراں بصد فروشان
جہاندار خسرو نے پھر اور فوج
ادہر گرد گودرز پیراں ادہر
بہت جنگ واقع ہوئی تا دو سال
کہ ایراں و توراں سے پھر درد
گئی فوج توراں بحالِ خراب

تو میدان میں کشتہ ہوا بیدرنگ
لئے ساتھ جنگی سپاہ گراں
رواں پھر امداد کی مثلِ موج
مقابل دو لشکر ہوئے آنکر
ہوا سخت باہم جدال و قتال
پہنچا تھا واں لشکر بعید و
حضورِ سپہدار افراسیاب

ہوئی فوج اُسکی تباہ و خراب
تہمتن اگر پہنچے امداد کو!
کہا یہ تہمتن نے اے نامجو
ہوئے گرم پرخاش اندر وکیں
بہت قتل ہوتے تھے پرہر دو سو
ہوا کشتہ پیراں سپر انجام کار
میسر ہوئی فتح گودرز کو

دلیران غازی ہوئے فتحیاب
تو بہتر ہے اے خسرو نامجو
مددگار گودرز کا جاکے ہو!
دلیران ایران و توران زمیں
نہ ہوتا تھا کم شرِ جنگجو
ہوئے قتل واں اَور بھی نامدار
ہوا شاد و خرم یل نامجو

بالشکر کشیدن افراسیاب و رسیدن کیخسرو در توران و آمدن شیدہ پسر افراسیاب برسم رسالت و باخسرو تنہا درخواست جنگ کردن و کشتہ شدن از دست خسرو و بعد ازاں باہر دو لشکر محاربۂ عظیم بمیان آمدن و تباہ شدن و کشتہ شدن افراسیاب

سُنی شاہ توراں نے جب یہ خبر
یہ سمجھا سپہدار شوریدہ حال
دل زار سے کھینچ کر آہ سرد
ہوا غم سے پیراں کے میں سوگوار
مجھے کام دنیا سے چپ ہے کیا
غرض اپنی مجلس میں اس کام پر
سُنا مژدہ نصرت فتح جب
ثمرقند اور بخارا میں بھی
بٹھائے شہنشاہ نے حاکم وہاں
کیا شاہ توراں نے پھر عزم جنگ
جوانمرد شیدہ کہ تھا پور شاہ
شتاباں ہوا لیکے یکصد ہزار
خردمند شہزادہ لہراسپ تھا

کہ پیران ولیسہ یل نامور
کہ دولت کا میری اب آیا زوال
لگا کہنے یوں شاہ با درد و رنج
خوش آتی نہیں زندگی زینہار
زرہ اور جوشن ہی جائے قبا
قسم کھائی اور چست باندھی کمر
ہوا خسرو نامور شاد تب
تصرف کیا جاکے با صد خوشی
ہوا ملک میں حکم شہ کا رواں
کہ خسرو سے کیجے دلیرانہ رزم
اُسے شاہ توراں نے دیگر سپاہ
سواران شائستہ کارزار
اُسے شہ نے سالارِ لشکر کیا

ہوا کشتہ میدان میں وہ نبرد
غمیں دل ہوا چشم گریاں ہوئی
کہ پیراں ہمارا تھا پشت پناہ
نہیں خواہشِ تاج و اورنگ شاہ
نہ لوں جبتلک کینہ ایران سے کیں
مگر فوج کے جمع کرنے میں شاہ
گذر آب جیحوں سے شاہ جہاں
گئے اور بھی شہر توران کے
بجاہ و حشم خسرو کامیاب
بہت گنج رکھتا تھا افراسیاب
روانہ کیا سوئے خسرو شتاب
شہنشاہ نے جب سُنی یہ خبر
شتاباں ہوا آپ بھی بعد ازاں

ہوا شاہ کے دل کو تپ سخت و غم
بہت غم سے خاطر پریشاں ہوئی
سپہدار سالار توراں سپاہ
کہ خود اور تخت بیرنگ ہے
مجھے خواب و آرام ہرگز نہیں
ہوا دل سے معروف شام و پگاہ
خوشی سے ہوا سوئے توراں رواں
ہوئے قبضے میں شاہ ایران کے
ہوا فوج چشمیں سے ملحق شتاب
فراہم کیا لشکر بے حساب
عقب اُسکے پھر آپ افراسیاب
سپاہ گراں تب وہاں کی ادہر
یہ جنگ سالار تورانیاں

تہمتن بھی زابل سے پہنچا وہیں
اتالیق ہو جا کے اُس کا شتاب
اگرچہ تھی میری طرف سے خطا!
کیا پرورش اُسنے تجھکو تھامے
دلیراں مرے شیر غرندہ ہیں
یہ بہتر ہے اب آشتی ہو بہم
تو اقلیم توراں سے جو سرزمیں
دلیرانِ گُردانِ توراں دیار
رہے میری قالب میں جاں جبتلک
کرے کشتہ میدان میں تو مجھے
جو روزِ وغا میں نے مارا تجھے
مری جنگ سے گر تجھے ہو خطر
اگر شید کشتہ ہو ہنگام جنگ
یہ ہے جسقدر تجھکو یکدست دمیں
کر بیجا تو اب پیش خسرو شتاب
جو قابو ملا کچھ نہ پھیرے بخت
یہ سُنکر ہوا شاد افراسیاب
ہوا خندہ زن خسرو نامدار
ہوا صلح جو ہو کے عاجز کمال
کروں جبتلک میں نہ اُسکو ہلاک
تو لایا بجا اب رسم دنیا ز
سنی جب کہ گفتار شید اتمام
مکاں اک بنایا برائے فرود
ہوا مہرباں مجھپہ دشمن مرا
وہ بے رحم مطلق تبہ کار ہے

ہوا شادماں خسرو پاک دیں
خبردار رہ اُس سے ہر روز و شب
دلے قتل پیراں کو ناحق کیا
نہ آیا تجھے رحم زنہار واے
پلنگان و شیراں کے درندہ ہیں
کر تا خلق آسودہ ہو یک قلم
جو چاہے تجھے دوں میں گنج و نگیں
کریں چاکری تیری لیل و نہار
نہیں عہد سے میں پھروں جبتلک
تو اقلیم توراں مبارک تجھے
تو جاں آفریں کی قسم ہے مجھے
کہ رکھتا ہوں میں سخت رنج تنم
تو گوشہ نشیں ہوں میں پھر بیدرنگ
نہ پھر میں سروکار ہرگز رکھوں
دلیرانہ کیجو سوال و جواب
تو خسرو کو محفل میں بالائے تخت
دیا نامہ شیدا کو اُسنے شتاب
بجا لا کے پھر شکر پروردگار
ولیکن ہے مکار وہ بد خصال
نہ کینہ بیاد اُس سے سینہ ہو پاک
بٹھایا اُسے شہ نے با اقتیان
لگا کہنے تب خسرو ذوالکرام
کیا شید اُدھر سوئے جائے فرود
زر و ملک و گوہر کریں ہی عطا
ستمگار ہے مردم آزار ہے

لگا کہنے اے گرد فرخ خصال
وہ لشکر میں جب فاصلہ کم رہا
نہ یہ جور تھا اُس پہ ہرگز روا
خبردار مجھکو نہیں کچھ بھی اس
ولیکن نہیں چاہتا میں یہ
جو باہم ہو قول و قسم استوار
زر و گنج و دیہیم و اورنگ زر
سوا اسکے دائم مرا ایک پور
اگر صلح تجھکو نہ منظور ہو
مرے پور ہوں تیرے محکوم سب
کہ لہراسپ کو شاد ایراں کرے
تو میرے پسر سے کہ شید ہی نام
دہ گوہر و تخت و تاج و کلاہ
ہوا نامۂ شاہ تیار جب!
یہ کی عرض شیدا نے اے نامدار
کروں قتل میں کیکو بہ تیغ کیں
وہ لیکر روانہ ہوا بس ادھر
یہ بولا سپہدار افراسیاب
کہ غا اسکے بیٹے میں لب پر تخت
غرض پور سالار توراں دیا
دلیرانہ شیدا نے کھولی زباں
کہ میں آخر روز دونگا جواب
کیا نامدار و نکو شہ نے طلب
دلے اُسکی اس مہربانی پہ خاک
اُسے خواہش صلح تنہا نہیں

سپہدار لہراسپ ہے خورد سال
تو یہ شاہ توراں نے نامہ لکھا
کہ پیراں تھا دایہ ترا خسروا
کہ ہے لشکر بیکراں تیرے پاس
کہ ناحق ہو خونریزی مردماں
کہ پیماں شکستہ نہوں زینہار
ترے واسطے بھیجوں آنا مور
رہے تیری خدمت میں با جد سرور
تو ہو مجھسے تنہا میں پیکار جو
غلامی کریں تیری ہر روز و شب
نہ زنہار واں خلل آئے کچھ دگر
ستیزندہ ہو اے شہ ذوالکرام
زر و نعمت و گنج و ملک و سپاہ
کہا شاہ توراں نے شیدا سے تب
ہوں جان سے تو نہیں تجھپہ نثار
کریں کشتہ گو مجھکو مردم دلیں
شہ نامور کو یہ پہنچی خبر
نہ لایا ستیزی کی زنہار تاب
مرے دل میں ہے رو بہ کہن
جب آیا حضور شہ نامدار
پیام پدر واں کیا سب بیاں
یہ کہکر کیا اسکو رخصت شتاب
لگا کہنے اُس سے یہ خسرو کہ اب
کہ ہرگز نہیں سینہ کینہ سے پاک
یہ بھیجا پیام اُسنے از رہِ کیں

کر مجھسے کردیا کہ شیدا سے رزم
جو میں اُسکو رُخصت نکردوں نہیں
دلیراں یہ بولے کہ افراسیاب
لکھا نامہ مکرِ نابید رنگ
کہ اک نامور نامداروں سے گر
تبہ ہوویں یکدست ایرانیاں
کہا پھر یہ رستم نے اے تاجور
کہا شہ نے شیدا کو روزِ دگر
وہ بولا کہ ہے دل میں یہ آرزو
یہ گفتار سُنکر ہُوا شاد کام
لکھا یوں کہ اے شاہ کینہ جو
جہاں آفریں گر مرا یار ہے
تو ہے مثل شیر ژیاں گر دلیر
ترے شیدا نے مجھسے چاہی نبرد
ہوا پاسخ نامہ تیار جب
ولیکن یہ شیدا سے کہنا ضرور
وہیں قارن گرد آیا وہاں
کہا تُنک شیدا نے اے ہوشیار
مرے ساتھ اگر تو کریگا نبرد
سحرگاہ شیدا اولاور سوار
لگا کہنے یوں شیدا نامدار
کیا زور ہر چند شیدا نے پر
کیا چاک خنجر سے اُس کا جگر
کرو پاک تم لیکے مشک و گلاب
جہاندار کا نامہ اُس کو دیا

ولیکن مدد کا کرے کوئی عزم
تو گر تا رواں مجھپہ شمشیر کیں
ضرور ہے اے شاہ گردوں جناب
تو غیرت سے شیدا سے ہو گرم جنگ
ہوا حکم تو ہرگز نہیں کچھ خطر
قیامت ہو پھر ایک پامال
سحرگاہ شیدا کو رخصت کرو
کہ رخصت کیا تجھکو اے نامور
کہ اے شاہ تو مجھسے ہو رزم جو
گیا شیدا پھر واں جہاں تھا مقام
رہا کچھ نہیں درمیاں گفتگو
مرا اقبال و دولت مددگار ہے
تو ہیں بطل ہنرور افگن و شیرگیر
نہیں میں ہوں نامرد گر وہ ہے مرد
کہا شاہ نے گرد قارن سے تب
کہ اب باپ تیرے لیے ہے شعور
کہا تھا جو شہ نے کیا وہ بیاں
تو نکل جا تو دیکھ کر کارزار
مدد کو نہ پہنچے کوئی اور مرد
جو میدان میں آیا پئے کارزار
مجھے میل کشتی ہے اے نامدار
نہ ہرگز ہلا خسرو نامور
ہوا غرق خوں شیدا نامور
مرتب کرو مقبرہ بھی شتاب
زبانی یہ احوال ظاہر کیا

غرض سُرخ شیدا کی تھی ہر دو چشم
یہ خسرو نے کہہ کر ارادہ کیا
نہیں مکر سے خالی اُسکا سخن
اگر ہوئے میدان میں شیدا ہلاک
مبادا جو خسرو کو پہنچے گزند
تو زنہار نہ مثل آتش ہو تیز
عقب اُسکے نامہ کا لکھکر جواب
کہا تو نے جو کچھ سو اُس کا جواب
کہا شہ نے اچھا تو رہ آج یاں
سپہدار توراں کے پیغام کا
تو دیتا ہے جو گنج توران دیار
تو اورنگ وہ ہیم و اقلیم و زر
خدا کی قسم میں تجھے بے درنگ
سحر ہونے دے اور میں ہوں اور تیغ تیز
کہ شیدا سے لیکر کسی شخص کو
نہ بھیجا تجھے یاں برائے پیام
سحر دیکھنا تو تماشا ذرا
یہ پہنچا تو خسرو کو میرا پیام
لگا کہنے قارن کہ ہنگام جنگ
تو کیخسرو نامور بھی وہیں
اُتر اسپ سے پھر وہ دونو دلیر
جہاندار نے اُسکو [illegible] کیں
کیا حکم خسرو نے یہ بعد ازاں
رواں ہوکے پھر قارن نامدار
گئے وہیں شیدا کے ہمراہیاں

نمایاں تھا چہرے سے آثار خشم
کہ ہو ساتھ شیدا کے جنگ آزما
جفا پیشہ ہے مثل چرخ کہن
تو اُسکی بلا سے نہیں اُسکو باک
خرابی ہو پھر زیر چرخ بلند
نہ کر ساتھ شیدا کے ہرگز ستیز
رواں کیجیو سوئے افراسیاب
عقب تیرے لاتا ہے قارن شتاب
کروں تجھسے پیکار کل اے جواں
شہنشہ نے پاسخ مہیا کیا
نہیں چاہیئے کچھ مجھے زینہار
جو رکھتا ہے تو میرے لئے سر بسر
کروں کشتہ میدان میں ہنگام جنگ
کروں ساتھ اُسکے میں تنہا ستیز
سوئے شاہ توراں شتاباں تو ہو
یہ چاہا کہ ہو کام تیرا تمام
کہ تن ہو کہیں اور کہیں سر ترا
کہ وقت سحر اے شہ ذوالکرام
تنک سے شہنشہ کو ہے عار و ننگ
گیا سامنے مثل شیر عرین
بہم گرم کشتی ہوئے مثل شیر
پکڑ گردن و پشت پٹکا وہیں
کہ شیدا کے اب تن کو ابھر ماں
گیا پیش سالار توران دیار
کیا ماجرہ جنگ کا سب بیاں

سپہدار نے جب سُنی یہ خبر ۔ کہ کشتہ ہوا شیدۂ نامور
جہاں سے ہُوا ایک عالم نا اُمید ۔ سعادت نظر سے ہُوئی ناپدید
نہ ہرگز لکھا نامہ کا کچھ جواب ۔ کیا گرد قارن کو رخصت شتاب
کیا دل میں ہرگز نہ صبر و قرار ۔ کمر چست باندھی پے کارزار
سُوئے شاہ ایراں پے افراسیاب ۔ رَوانہ ہُوا لیکے لشکر شتاب
ستیزندہ لشکر سے لشکر ہُوا ۔ نمایاں وہاں روز محشر ہُوا
بہت جہد تورانیاں نے کیا ۔ کہ دل میں بھرا کینہ شیدہ کا تھا
لڑے ترک خونخوار دل کھول کر ۔ نہ ہرگز کیا جان کا کچھ خطر
ہوا بحر خوں عرصہ رزمگاہ ۔ ہُوا لشکر ترک آخر تباہ
نہ میداں میں اک گرد توراں بچا ۔ جریدہ سپہدار توراں رہا
یہ چاہا کہ دیجے دلیرانہ جان ۔ بزور اُسکی مردم نے مشکی خیال
گیا آخر کار افراسیاب ۔ سوئے ریگ آمو بحال خراب
مظفر ہوا خسرو نامجو ۔ لکھا مژدۂ فتح کاؤس کو

گرفتار آوردن شہزادہ ہوم افراسیاب را پیش کیخسرو و کشتہ شدن افراسیاب و مراجعت کیخسرو از توران بایران

گیا ریگ آمو سے افراسیاب ۔ گریزاں سوئے لشکر چیں شتاب
وہاں پر بھی خسرو تعاقب کُناں ۔ شتابی سے پہنچا بفوج گراں
بصد عجز خاقان نے بھیجا وہیں ۔ زر و گوہر و گنج و تاج و نگیں
فرستادہ یہ پیشکش لیکے جب ۔ گیا پیش خسرو بفرط طرب
کہا تب یہ خسرو نے خاقاں اگر ۔ کرے شاہ توراں کو چیں سے بدر
تو بہتر ہے ورنہ وہ ہوگا تباہ ۔ رہیگا نہ ملک و سریر و کلاہ
فرستادہ پھر پیش خاقاں گیا ۔ پیام شہنشہ مفصّل کہا
یہ گفتار سُنکر ہوا پُر خطر ۔ کرے شاہ توراں کو وہیں بدر
گیا چیں سے پھر سوئے مکران میں ۔ عقب اُسکے پہنچا شہ پاکدیں
وہاں سے بھی لی راہ دشت فرار ۔ کہ تاب اقامت نہ تھی زینہار
جہاں جائے تھا شاہ افراسیاب ۔ پہنچتا تھا واں خسرو کامیاب
نپائی کہیں اُسنے جائے قرار ۔ کہ تھا سب کو خوف شہ نامدار
ملک فوج ترکاں ہوئی سر بسر ۔ گرفتار آئے بہت نامور
نہ مسکن رہا شاہ توراں کے پاس ۔ نہ ہمدم تھا کوئی بجز رنج و یاس
لگا پھرنے تنہا بصد اضطراب ۔ پریشان تنہا و بیخور و خواب
سوئے شہر بردع کوئی غار تھا ۔ کہ تاریک مثل شب تار تھا
رہا جاکے واں شاہ برگشتہ بخت ۔ نہ لشکر نہ کشور نہ افسر نہ تخت
ستم سے زمانہ کے ناشاد تھا ۔ شب و روز سرگرم فریاد تھا
فریدوں کی تھا نسل سے وہ اک عزیز ۔ ملک زادہ ہوم صاحب تمیز
سر دامن کوہ نزدیک غار ۔ اقامت گزیں تھا وہ لیل و نہار
سنی شب کو آواز افراسیاب ۔ اُتر کوہ سے ہوم آیا شتاب
جدھر سے کہ آتی تھی ہر دم صدا ۔ اُدھر کو دیے کان سُننے لگا
سنا یہ کہ کوئی بہ ترکی زباں ۔ یہ کہتا ہے با چشم تر ہر زماں
کہ اے شاہ توراں و ماچین و چیں ۔ کہاں ہے ترا تخت و تاج و نگیں
کہاں وہ دلیری وہ جاہ و حشم ۔ فلک نے کیا تجھ پہ جور و ستم
کہ تنہا بیاباں میں آیا تو آہ ۔ سوئے غار تاریک لایا پناہ
یقیں اُسنے جانا کہ افراسیاب ۔ کرے ہے فغاں با دو چشم پر آب
یہ تھا اُسکی بیداد سے دردمند ۔ کہ پہنچا تھا کچھ اُسکو اُس سے گزند
پئے انتقام اُسنے باندھی کمر ۔ کیا صبر تا صبح ہو جلوہ گر
ہوئی صبح تابندہ جب آشکار ۔ تو آیا وہیں ہوم نزدیک غار
پکارا کہ اے شاہ افراسیاب ۔ دعا تیری یکسر ہوئی مستجاب
خدا نے ترے پاس بھیجا مجھے ۔ کہ بر لاؤں مقصد کروں خوش تجھے

تو آغار تاریک سے باہر اب
ہوا وہ سراسیمہ و پُر الم!
نہ ہرگز گیا پیش کچھ زور و دست
زمانے کا ہرگز نہیں اعتبار
تضرع کناں ہوکے بولا وہ یوں
جہاندار نوذر شہِ نامدار
مرے سب بندگان فرخ نہاد
ترے جور سے میں گریزاں ہوا
رہا آکے بالائے کوہ بلند!
رہے کچھ نہ تیرا نشان دہر میں
ذرا کر حقیقت تو اپنی عیاں
شتاباں ہوا ہوم فرخندہ خو
پذیرانہ اُسنے کیا یہ سخن!
سر افراسیاب جفا پیشہ کا
کیا کشتہ بخنجرِ آبدار!
جو تسخیر سب ملک توراں کیا
عمل اپنا کر شوکت و شان سے
جہاندار کاؤس کشور کشا
کہا یوں با امداد لطف کریم

یہ سنکر وہ نکلا بفرطِ طرب!
لگی ہونے کشتی وہاں پھر بہم
کیا چرخ پُر زور نے ہاتھ پست
کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
مرے دست و پا کر کے بستہ کیوں
سیاوش سپہدار عالی وقار
کہ تھے نامدار و فریدوں نژاد
سوئے کوہ و صحرا شتاباں ہوا!
کہ تا مجھکو پہنچے نہ تجھسے گزند
کہ تا جلکے آباد ہوں شہر میں
کہ کیونکر تبہ ہوکے آیا یہاں
سوئے تاجور لیکے بدخواہ کو
کشاں لیگیا پیش شاہ زمن
کیا تیغ براں سے شہ نے جُدا
ادا پھر کیا شکر پروردگار
تو خسرو نے پھر قصد ایراں کیا
بد اندیش ہوں دور توران سے
زدودے مسرت گیا پیشوا!
میسر ہوئی ہمکو فتح عظیم

اُسے ہوم نے خوب پہنچا مگر
کیا شاہ توران نے گو زور سخت
اُٹھا ہوم نے اُس کو پٹکا دلیر
کرے نامداروں کو دم میں تباہ
بھلا جیسے کیا تجھکو پہنچا ضرر
جو اغریرثِ پہلواں
اُنہیں قتل تو نے کیا بیگناہ
وگرنہ مجھے بھی تو کرتا ہلاک
دعائیں یہ کرتا تھا میں صبح و شام
جو چاہوں تھا مجھکو خدا نے دیا
بیاں ماجرہ اُسنے یکسر کیا
وہ بولا کہ تو مجھ کو یاں قید کر
ہوا شاد کیخسروِ ارجمند
ستمگار کر شیوۂ کینہ در
کہ تیری عنایت سے اے ذوالکرام
ہوا حکم یوں رستم گرد کو
بفتح و ظفر بہر شہ پاک دیں
خوشی سے بغلگیر باہم ہوئے
مخالف سے خون سیاوش لیا

لگایا بزور ایک مشت آنکہ
لٹے تھا گرفتار زیر جے بخت
کیا پھر گرفتار از روئے کین!
کرے سر بلند ونکو یوں پست آہ
کہا ہوم نے تو ہے بیداد گر
سو اُن کے تھے اور شہزادگاں
نہ آیا تجھے رحم زینہار آہ
کہ ہرگز خدا کا نہ تھا تجھکو باک
کہ برباد ہو تیرا جاہ و حشم
تجھے اب گرفتار میں ایک
نشان خسروِ نامور کا دیا
نہ لیجا حضور شہ نامور
کیا لطف سے ہوم کو بہرہ مند
کہ تھا قید میں اُسکو بھی [illegible]
لیا بدسگالوں سے اب انتقام
کہ توراں میں تو اے یل نامجو
ہوا رونق افروز توران زمیں
برنگ گل تازہ خرم ہوئے
ہوئی جمع خاطر بفضل خدا

رحلت نمودن کیکاؤس از جہان فانی بملکِ جاودانی و بر تخت نشستنِ کیخسرو

جہاں نہیں بجز ذات پروردگار
جہاندار کاؤس انجم حشم
سر تخت شاہنشہی بعد ازاں
ہوا ہفت اقلیم پر حکمراں

نہیں ہے کسیکو بقا زینہار
شتاباں ہوا ملک سوئے عدم
ہوا مثل خورشید جلوہ کناں
ہوا اُسکی بخشش سے خرم جہاں

گدا ہووے یا بادشاہ و وزیر
چہل روز کیخسروِ نامدار
کیا تازہ اور تخت پر جب جلوس
رعیت نوازی جہاں پروری

نہیں ہے کسی کو قضا سے گریز
رہا غم سے کاؤس کے سوگوار
تو حاصل ملک نے کیا یا جلوس
حقایق شناسی کرم گستری

نہ دی ہاتھ سے شاہ نے زینہار
پس از مرگ کاؤس تا ہفت سال
امور خلافت سے رکھا نہ کام
بزرگان ایراں گئے پیش شاہ
کرو حق پرستی میں شب کو بسر
یہ ہے آرزو میری شام و سحر
دلیران گردان ایراں زمیں
یہ سُنکر وہ ایراں میں آئے دلیں
خدا جانے خسرو کو اب کیا ہوا
ہمیں اُس مکاں میں نہیں بار ہے
شتاباں ہو سے گئے شاہ جہاں!
یہ پوچھا کہ کس طرح آئے یہاں
کہا شہ نے یوں کاے ایران دلیر
غرض جہد و کوشش ہے یہ دمبدم
تو خیرات ہر روز و شب کیجیے
وہ بولا کہ مردم سے نفرت ہے اب
نصیحت ہوئی جب نہ کچھ کارگر
یہ ہے آرزو جی ہی جو چاہتا!!
شہنشہ نے سُنکر یہ پاسخ دیا
یہ سُنکر وہ دونوں ہی ناصبور
یہ زاری و فریاد سنکر وہیں
نہیں چاہئے اس قدر درد و رنج
یہ کہکر وہیں خیمہ برپا کیا

رکھا عدل سے کام میں زینہار
رہا حکمراں شاہ فرخ خصال
کیا اہلکاروں کو مالک تمام
یہ بولے کہ اے خسرو دیں پناہ
کرو کار دنیا بوقت سحر
کہ دار الفنا سے کروگے سفر
ہوئے سنکے دلگیر و اندوہگیں
گئے پیشوا جملہ نام آوراں
کہ اورنگ شاہی سے تنہا ہوئے
نہیں اُس کو ہمسے سروکار ہے
کیا آکے بیرون پردہ فغاں
وہ بولے کہ اے بادشاہ جہاں
ہوا ایسی تو دنیا و دولت سے سیر
کہ تا جمع ہو زاد راہ عدم
فقیران و مسکیں کو زر دیجیے
سنی غیب سے یہ صدا ایک شب
تو خامش ہوئے رستم و زال زر
کہ زنہار ہوں میں نہ تجھسے جدا
کہ جائے وگر یا نہ میں جاؤنگا
برآمد ہوئے وانسے با چشم تر
برآمد ہوا خسرو پاک دیں
کہ ہے رفتنی یہ سرائے سپنج

میسر ہوئی خلق کو ایمنی !!
عبادت پہ مصروف پھر دل ہوا
ہوا جبکہ تنہا شہ نامدار
نہ یکبار ہو تخت شاہی سے دور
لگا کہنے خسرو ہوا اب میں پیر
کروں سلطنت کا میں کیا آرزو
طلب رستم و زال زر کو کیا
بیاں نام داروں نے پھر یوں کیا
مقرر کیا ہے جدا اک مکاں
ہوئے اس حقیقت سے آگاہ جب
شہنشہ نے آواز سنکر شتاب
تری سنکے غفلت ہوا ہم کو غم
مجھے قصد یزداں پرستی ہے اب
یہ پاسخ دیا پھر کہ اے بادشاہ
عبادت سے بہتر ہے شاہ جہاں
کہ نزدیک تر آئے ایام مرگ
ولیکن یہ کہنے لگا زال گردو!
ترے ساتھ میں بھی ہوں گوشہ نشیں
کروں حق کو تفویض جاں اسطرح
اُنہیں دیکھ کر جملہ ایرانیاں
ہر اک کی شہنشہ نے کی دلدہی
بھلا اب ہیں شاہان بیٹھیں کہاں

ہوئی شہ کی دولت سے مردم غنی
سوئے حق پرستی وہ مایل ہوا
عبادت میں مشغول نیل و نہار
کیا چاہیئے سلطنت کے امور
نہیں کچھ تمنائے تاج و سریر
کہ مایل نہیں دل اگر ہر زینہار
مفصل یہ احوال انکو لکھا
کہ ای پہلوانان کشور کشا
شب و روز رہتا ہے خسرو وہاں
ہوا رستم و زال کو رنج تب
کیا اُس مکاں میں انہیں بار یاب
دواں آئے ہم با دل پر الم
عبادت میں مشغول ہوں روز و شب
جو ہے خواہش توشہ زاد راہ
تو جب ہے لازم سوئے مرز ماں
مہیا تو کر ساز ہنگام مرگ
کہ میں بھی ہوں شاہا بہت سالخورد
کروں یاد ذکر جہاں آفریں
ہوئی غیب سے شب ندا جس طرح
لگے کرنے فریاد و شور و فغاں
کہا یوں کہ غم سے کرو دل تہی
جہاں سے گئے ہم بھی جا دیں وہاں
شبستاں سے ہوکے بیاباں گیا

ترک کردن کیخسرو دولت دنیا را و تاج و تخت شاہی بلہراسپ سپردن و خود در یک چشمہ رفتن و از انجا غایب شدن

جہاندار خسرو نے روز دگر
فقیران مسکیں جو تھے شہر میں
کیا شہ نے پھر ترک جاہ و حشم
ہوا گرد گودرز اُس کا وزیر
کیا ملک تقسیم پھر سربسر
تمہارا ہے لہراسپ اب بادشاہ
چھٹے یکسر آشفتہ ایرانیاں
جو موجود ہے پور فرخندہ بخت
کہ خسرو نے جسکو کیا بادشاہ
کہ گر خاک کو تو کرے شہریار
شجاع و کریم و خلایق نواز
کیا ہے سمجھ کر اُسے سرفراز
پرستاری شاہ عالی تبار
مجھے خواب میں چشمہ آیا نظر
جب آگے گیا خسرو نامجو
پڑے بیژن و گیو و گودرز بھی
سر چشمہ جسدم کہ خسرو گیا
سوی خانہ یاں سے رواں ہو شتاب
یہ کہہ کر گیا چشمۂ آب میں
پھرے واں سے ناچار گریہ کناں
مگر گرد گودرز فرخ سیر
نمایاں ہوا ابر تاریک تر!
فریبرز و گستہم و طوس جواں
تہ برف یکبارگی دب گئے!
تو پھر اُسنے بھیجا کسی کو اُدھر

کئے جمع ایراں کے سب نامور
کیا اُن کو شہ نے غنی دہر میں
رہا کچھ نہ دنیا و دولت کا غم
کہ تھا دانش آگاہ وہ مرد پیر
ہوا صاحب ملک ہر نامور
اطاعت کرو اسکی شام و پگاہ
یہ گفتار لائے زباں پر کہاں
تو پہنچے نہ داماد کو تاج و تخت
یہ لازم ہے ہمکو کہ شام و پگاہ
تو ہم سر جھکا دیں زروئے نیاز
سزاوار شاہی ہے وہ سرفراز
کہ ہے باذل و عادل و ہوشیار
دلیران گرد اں نے کی اختیار
ثنا بندہ ہوتا ہوں یاں سے اُدھر
تو رخصت کیا رستم و زال کو
وہ گستہم و طوس و فریبرز بھی
تو واں غسل شاہ جہاں نے کیا
کہ ہوگی یہاں بارش برف و آب
نشاں پھر نہ شاہ کا ملا خواب میں
فریبرز نے پھر کہا یوں کہ ہاں
رواں اُس مکاں سے ہوا پیشتر
ہوئی بارش ابر پھر اسقدر
یل گیو اور بیژن پہلواں
بسوئے جہان عدم سب گئے
کہ لے آوے نام آوروں کی خبر

عطا کی اُنہیں نعمت بیکراں
پر اولاد ہشش شاہ گیتی فروز
ہوا سب سے فارغ شہ نامجو
کیا گیو کو شاہ نے سالار فوج
لگا کہنے پھر خسرو پاک دین
فریبرز سے بھی یہ شہ نے کہا
فریبرز ہے پور کاؤس کے
سنی جب یہ گفتار ایرانیاں
کریں بندگی اُسکی چون بندگاں
کہا شہ نے جو کوئی ہو داد گر
یہ لہراسپ اولاد ہوشنگ ہے
یہ تعریف لہراسپ فرخ نہاد
لگے کہنے خسرو یہ لہراسپ کو
وہاں جا کے دوں گا میں جان حزیں
ہوئے وقت رخصت وہ گریہ کناں
نہ رخصت ہوئے راہ سے نیمہاں
کہا سب سے وقت جدائی ہے اب
چلی باد صرصر بہت تند و سخت
ہوا جبکہ خسرو وہاں ناپدید
توقف ذرا کر کے کھا دیں طعام
طعام الغرض سب نے کھایا وہاں
کہ یکسر ہوا کوہ و صحرا سفید
سوا اُنکے بھی اور واں نامور
کہیں منتظر گرد گودرز تھا
وہ آیا تو کیا دیکھتا ہے وہاں

ہر اک کو جہاں میں کیا کامراں
رہا دل سے مصروف تا ہفت روز
دیا تاج و اورنگ لہراسپ کو
کہ دیکھا اُسے لایق کار فوج
کہ اے سرفرازان ایران زمیں
کہ فرمانبری تو بھی کیجو سدا
سپہدار لہراسپ داماد ہے
کیا یہ سخن زال نے تب بیاں
یہ کہہ کر کیا پیش خسرو بیاں
خردمند دانا و صاحب ہنر
جوانمرد با داد و فرہنگ ہے
بزرگان ایراں ہوئے سنکے شاد
کہ جا اب سوئے شہر اے نامجو
یہ کہہ کر روانہ ہوا بس وہیں
ہوا پیشتر واں سے خسرو رواں
گئے ہمرہ خسرو نامدار!
خدا سے مجھے آشنائی ہے اب
ہوئے بیخ سے کندہ یکسر درخت
تو سب نامداراں ہوئے ناامید
فرود آئے پھر نامداراں تمام
گئے خواب میں پھر وہ گردنکشاں
ہوا ایسا کہ روح زمیں ناپدید
گئے ہمرہ شاہ تھے جس قدر
نہ زنہار کوئی وہاں جب گیا
کہ مردہ ہیں سب زیر برف گراں

یہ ہے رسم و آئین چرخ بلند
کہ گاہے رکھے شاد گہ دردمند

کسی کو نہیں ہے جہاں میں قرار
پھرے ہے سدا گردش روزگار

جلوس لہراسپ شاہ بر تخت شاہی

اب آتا ہوں میں سوئے لہراسپ شاہ
کہ زیبندہ ہے جسکو تاج و کلاہ

رکھا سر پہ لہراسپ نے تاج زر
سر پر شہی پر ہوا جلوہ گر

تو دی ہاتھ سے رسم کیخسروی
رکھا خلق کو خوش بعہد نکوئی

کیا سب کو لطف و کرم عدل و داد
بزرگان ایران ہوئے شاد شاد

جہاندار کے چار فرزند تھے
دلیر و شجاع و خردمند تھے

ملکزادہ شیداسپ اور اردشیر
ہنرمند و دانا شجاع و دلیر

یہ دونوں تھے دختر سے کاوس کی
کہ لہراسپ کے ساتھ منسوب تھی

دو فرزند تھے اور خاتون سے
خبردار آداب و قانون سے

ملکزادہ گشتاسپ مرد دلیر
دلاور جواں شاہزادہ وزیر

و لیکن تھا ہشیار ہر کار میں
جوانمرد گشتاسپ ہر چار میں

وہ تھا لایق تاج و فرماندہی
نمایاں تھی چہرے سے فر شہی!

دلیر و زبردست مغرور تھا
دل شاہ سے اس لئے دور تھا

موافق نہ تھا شاہ سے زینہار
رکھے تھا اسے شاہ ناچار خوار

خفا ہو کے اک روز مرد جواں
کہ یزداں ہوا سوئے ہندوستاں

زریر دلاور کو شہ نے کہا
کر لیجا سواران جنگ آزما

تو گشتاسپ کو لا شتابی یہاں
شتاباں ہوا پھر زریر جواں

جدھر کو شتابندہ گشتاسپ تھا
ادھر کو تفحص کناں یہ گیا

ملا اس کو گشتاسپ انجام کار
زریر اس سے بولا کہ اے نامدار

سمند عزیمت کی پھیرو عناں
یہاں سے ہو اب سوئے ایواں رواں

لگا کہنے گشتاسپ اے نامجو
نہیں میری ہیبت پدر آبرو

کرے ہے وہ توقیر کاؤسیاں
نہیں مجھ پہ اور تجھ پہ کچھ مہرباں

ولیعہد اپنا کرے مجھ کو گر
تو حاضر ہوں نہیں چلکے پیش پدر

وگرنہ کہیں میں نکل جاؤنگا
نہ زنہار پیش پدر آؤنگا!

زریر دلاور نے پاسخ دیا
کہ ہوں میں کفیل آپکے کام کا

پھرے پھر وہاں سے وہ نوجواں
خوشی سے سوئے خانہ آئے دواں

سنی شاہ نے گشتاسپ کی جب یہ بات
نہ ہرگز کیا اس سے کچھ التفات

جو آیا نظر شاہ نامہرباں
تو ناچار گشتاسپ جنگی جواں

سوئے روم تنہا گیا یزداں ہوا
شتابندہ طرف بیاباں ہوا

زریر دلاور بفرمان شاہ
گیا اسکے دنبال لے کر سپاہ

گیا دور تک وہ تفحص کناں
ولیکن نہ پایا کہیں کچھ نشاں

سوئے خانہ ناکام آیا زریر
سوئے روم پہنچا وہ مرد دلیر

غریبانہ گوشہ میں کر کے قیام
لگا صرف اوقات کرنے مدام

متاع و زر و مال جب ہو چکا
تو پہر سوئے دیوان قیصر گیا

کہا میں دبیر و نویسندہ ہوں
یہاں چاکری کا میں جویندہ ہوں

کہا اہل دفتر نے یوں بیگماں
نہیں ہے نویسندہ درکار یاں

کرے گر توقف تو پہر تیری نام
مقرر کوئی رفتہ رفتہ ہو کام

وہ رکھتا نہ تھا قوت اک روز کا
سوئے خانہ ساربانان گیا

بیان غریبان و بیچارگاں
ارادہ کیا چاکری کا وہاں

وہیں مہتر ساربان نے طعام
کھلا کر کیا خرم و شادکام

کہا پھر یہ گشتاسپ نے اسکو ہاں
ہمیں ہے نہیں خواہش ساربان

ہوا جب نہ گشتاسپ اس کامیاب
گیا سوئے آہنگراں پھر شتاب

کہا جا کے ان سے کہ مزدور ہوں
ہر اک کام میں خوب محنت کروں

کسی نے اسے وہیں ٹھلا کے وہاں
حوالے کیا ایک آہنگراں!

بزور اس نے مارا وہ اسطو تپک
کہ سنداں شکستہ ہوئی اور تپک

غضبناک آہنگر اس پر ہوا
کہ نقصان اس کا سراسر ہوا

بہت دیکے دشنام اور دو کہیں
گیا دور دوکاں سے اپنی وہیں

عرض دی اُسے گشتاسپ نالاں گیا
کھلایا طعام اُسنے پیجا کے سیر
کہ نسلِ فریدوں سے ہے یہ جواں
لگا کہنے یہ سرورِ ارجمند
یہ کہہ کر لگا رہنے دہقانکے گھر
یہی رسم تھی قیصرِ روم کی
فراہم وہاں ہوتے تھے شاہ و شاد
کتابوں بھی اک دخترِ شہریار
بلاتے جوانانِ عالی گہر!
اُسے خواب آیا تھا شب کو نظر
نصیبوں میں ہے اُسکے ایراں کا تخت
نہ دیکھا جواں کوئی اُس شکل کا
تب وحشت نے دستہ گل دیا
وہ دہقاں وہ گشتاسپ فرخ جواں
کہ مجلس میں قیصر کی آؤ چلو
گئے الغرض واں وہ دونو جواں
لگی کہنے دایہ سے وہ ماہرو
اُسے دستہ گل جوانے کیا!
خدا جانے کیا اس جوانکی ہے ذات
کہاں ہوں کہ رکھتے خدا پر نظر
لگا کہنے پھر قیصرِ نام جوا
گئے پیش گشتاسپ فرخ خصال
یہ احوال سنکر گئے مرد ماں
کہا عرض پھر مرد ماں نے یہی
نہ ہرگز دیا شہ نے کچھ مال و زر

سوئے دشت با چشم گریاں گیا
لگا کہنے دہقان سے مرد پیر
اقامت گزیں ہوں میں مدت سے واں
نوادر میں ہوں کچھ دنی آہو شمند
وہاں اُسنے کی ایک مدت بسر
کہ دخترِ شہ کشورِ روم کی
جوانانِ خوشرو و فرخ نہاد
ہوئی جبکہ بالغ بتِ گلعذار
ملک زادگانِ خجستہ سیر
کہ یکسر وہ خوشرو بے باک و فر
نہ اجفت ہوگا وہ فرخندہ بخت
کہ جسکا تصور کتابوں کو تھا
سحرگاہ پھر یہ منادی کیا
کہ وہ بزم آراستہ تھی جہاں!
کہ شاید نصیب اپنے وہ وقت ہو
کہ وہ بزم آراستہ تھی جہاں
کہ تھی اُس جواں کی مجھے جستجو
گئی پھر شبستاں میں وہ دلربا
نہیں ہمکو معلوم ذات و صفات
جو چاہے کرے داورِ دادگر
کرو خوب تحقیق اسبات کو
ہوئے جاکے اُس سے پشیماں
کیا پیش قیصر مفصل بیاں
عیاں اُسکے رخ سے ہو فرِ شہی
کیا بلکہ دونو نکو گھر سے بدر!

کیا رحم دہقان نے یہ دیکھکر
کہ تو کون ہے کیا ہے تیری نژاد
کیا کارِ دہقانیاں اختیار
کہ ہوشنگ کی نسل سے میں بھی ہوں
پھری آخرش گردشِ روزگار
جو ہوتی تھی بالغ بصد لطف تب
جسے چاہتی دخترِ نازنیں!
شہ روم نے تب بصد انبساط
جو دیکھے کتابوں نے سب ایکبار
غریبانہ آیا ترے شہر میں
شہ روم نے پھر بھی روزِ دگر
دگر بار پھر رات کو وقتِ خواب
کہ ہاں جشن میں آج آویں سبھی
منادی کی دہقاں نے سنکر صلا
رخِ شاہدِ دولت آئے نظر
سوئے شاہ گشتاسپ فرخ سیر
یہ کہہ کر وہاں دخترِ دلستاں
غضبناک سنکر ہوا بادشاہ
یہ چاہا کہ دختر کو کیجے ہلاک
مناسب نہیں عہد کا توڑنا
کہ یہ کون ہے ذات ہے اسکی کیا
وہ بولا کہ لہراسپ کا ہوں پسر
نہ زنہار قیصر نے باور کیا
نہ کچھ عذر یاں پیش ہرگز گیا
کتابوں و گشتاسپ فرخ بہم

وہ گشتاسپ کو لیگیا اپنے گھر
یہ بولا وہ دہقان فرخ نہاد
نہیں کچھ غمِ گردشِ روزگار
ولے ہوں ستم دیدۂ چرخِ دوں
ہوا یاورِ اقبال انجام کار
مہیا وہ کرتا تھا جشنِ طرب
اُسے شوہر اپنا وہ کرتی وہیں
مہیا کیا ایک جشنِ نشاط!
نہ آیا پسند اُسکو اک نامدار
نہیں اُسکے رو کش کوئی دہر میں
دکھائے کتابوں کو سب نامور
نظر اُس کو آیا وہ عالی جناب
مسافر بھی اور مردمِ شہر بھی
جوانمرد گشتاسپ سے یوں کہا
میسر جمعیت ہو و کر و فر
پڑی جب کہ اُس نازنیں کی نظر
ہوئی پیش گشتاسپ و پہلواں
لگا کہنے یوں کھینچکر غم سے آہ
ولیکن امیر دل نے بخوف و باک
نہیں خوب آئین سے منہ موڑنا
تفحص وہیں مرد ماں نے کیا
خفا باپ سے ہوکے آیا ادھر
کہا قصۂ دختر نے پھر خواب کا
بندھا عقد گشتاسپ سے دخت کا
لگے رہنے ویرانے میں لاجرم

گذر کرکے دریائے گشتاسپ شاہ
شکار ایک گورخر کا پگاہ!

غرض قوت ہر روزہ نخچیر تھا
پراگندہ خاطر تھا دلگیر تھا

ہوئے وہ جواں انکے بھی خواستگار
کہ تھے اقربائے شہ نامدار

کہ بیشے میں اک گرگ خونخوار ہے
رسانندۂ رنج و آزار ہے

ہوا اُس سے ہرگز نہ عہدہ برا
تلافی نہ کچھ کرسکا میں ذرا

گیا سُنکے حیرت میں وہ نامجو
کہ کیونکر کروں قتل اُس گرگ کو

کہ تنہا دلیرانہ ہر صبحدم!
سوئے دشت جاتا ہے بے رنج و غم

گر اُس سے تو خواہان امداد ہو
ملادے تہ خاک و خوں گرگ کو

گذرباں بھی ہمراہ اُسکے گیا
یہ گشتاسپ سے جاکے اُسنے کہا

پذیرا کیا مرد نے یہ سخن!
دلیرانہ رو زد گر پیل تن

گذرباں و مریں بھی ہمراہ گئے
ولے راہ میں خوف سے سہم گئے

طرح شیر کی گرگ نے دوڑ کر
وہیں پنجہ مارا جو اشتر و پر

گذرباں و مریں ثناخواں ہوئے
بہت دل میں مسرور شاداں ہوئے

وہ کہنے لگا کسقدر تھا یہ کام
کہ اپنا کروں آشکارا میں نام

ادا میں نے کی شرط ای بادشاہ
مجھے دیجے اب دختر شہ کیاہ

وہاں گرگ کشتہ جو آیا نظر
تو حیراں رہا قیصر نامور

کہا شہ نے اہرن سے یوں بعد ازاں
کہ ہے کوہ میں اژدہا تو وہاں

ہوا دل میں اپنے وہ اندیشہ ناک
کہ کیونکر کروں اژدہا کو ہلاک

کہ تنہا دلیرانہ وہ جنگجو!
کیا کشتہ گشتاسپ نے گرگ کو

یہ سُنکر حضور اُسکے اہرن گیا
بیاں اس سے اپنا کیا مدعا

تو لاکرکے تیار اب ای جواں
کہ تا قتل ہو اژدہائے وہاں

ہوا نعرہ زن مرد کشور کشا
مقابل ہوا آن کر اژدہا

کئے جب چہل تیر اُسنے رہا!
ہوا اژدہا خستہ سر تا بہ پا

دہاں میں کیا اژدہا کے رواں
وہیں پھینکے پھر ایک سنگ گراں

وہ دندان تیز اُسکے کندہ کئے
خوشی سے وہ اہرن کو لاکر دئے

گذرباں کو اک حصہ دیکر مدام
سوئے خانہ لاتا تھا وہ ذوالکرام

دو دختر شہ روم کی اور بھی تھیں
پری چہرہ خورشید رو مہ جبیں

جوانوں کا مریں وا اہرن تھا نام
یہ مریں سے بولا شہ ذوالکرام

کیا ملک کو اُسنے یکسر تباہ
گیا میں کئی بار لے کر سپاہ

کرے تو اُسے قتل گر اے جواں
تو پھر دوں تجھے دختر دلستاں

گذرباں نے اک روز اُس سے کہا
کہ گشتاسپ داماد سلطان کا

کرے ہے شکار ایک گور کلاں
دلیر و تنومند ہے وہ جواں

ہوا شاد مریں یہ سُنکر سخن
گیا پیش نام آور پیل تن

کہ اے نامور گر میرا ہو تو یار
تو ہو شاہد مدعا ہم کنار

سوئے گرگ جنگی شتاباں ہوئے
نہ زنہار دل میں ہراساں ہوئے

گیا سامنے گرگ کے وہ جواں
تو دیکھا کہ ہے شیر سے بھی کلاں

دلاور جواں نے بیک ضرب تیغ
دو پارہ کیا گرگ کو بیدریغ

کہا پھر یہ مریں نے ای نامدار
تو نام اپنا مت کیجیو آشکار

حضور شہ روم مریں گیا
کہا گرگ کو قتل میں نے کیا

نہ باور کیا شاہ نے زنہار
گیا سوئے صحرا شہ نامدار

پھر ایفائے وعدہ کیا باخوشی
وہ دختر پری چہرہ مریں کو دی

اگر کشتہ ہو تجھسے وہ اژدہا
تو حاصل ہو دل کا ترے مدعا

گذرباں نے احوال گشتاسپ کا
بیاں پیش اہرن مفصل کیا

یقیں ہے کہ گشتاسپ بے خوف و باک
کرے اژدہے کو بھی دم میں ہلاک

لگا کہنے گشتاسپ عالی تبار
کہ اک خنجر تیز دندانہ دار

گیا اور لایا وہ خنجر وہیں
یہ کہہ کر گیا سوئے کوہ بریں

دہن سے وہ پھر جسم تھا آشنہ
خدنگ افگناں تھا یہ مرد جواں

وہیں خنجر تیز پھر زد و تر
سر چیرہ گشتاسپ نے باندھ کر

کیا خستہ مغز سر اژدہا
نشان اژدہا کا نہ ہرگز رہا

وہ پیش شہ روم آیا دواں
کیا ماجرا اژدہے کا بیاں

وہ دنداں دیے قیصر روم کو
تعجب ہیں آیا شہر نام جو
جو وہ اژدہا کشتہ آیا نظر
تو اہرن سے کہنے لگا تاجور
کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا
تو ہرگز نہیں قاتل اژدہا
نہ باور کیا پھر سخن زینہار
گیا جانب کوہ ہو کر سوار
کہ یہ کام ہے دیو کا بیگمان
کہ زادگیاں سے ہوا کوئی یاں
وہ بولا کہ اے سرورِ انجمن
نہ زنہار تو اب ہو پیماں شکن

کہ تھی شرط جو کچھ ہوئی وہ ادا
شتابی سے کر تو بھی وعدہ وفا
غرض ہمرہ اہرن نام جو
کیا کتخدا دختر خسرو کو!
کہے ہے قاتل گرگ و مار سیاہ
ملکزادہ گشتاسپ با عز و جاہ
کہ گشتاسپ داماد تیرا کلاں
شجاع و دلاور بہادر جواں
بیاں کی یہ گفتار اہرن نے جب
ہوا قیصر روم ناچار تب
کتابوں کی استاد تھی ایک زن
یہ آس سے لگی کہنے وہ سیمتن
لگی وہ کتابوں کی ملکے حضور
لگی کہنے یوں بافراواں سرور
جو مرین و اہرن کا یاور ہوا
تو پھر مدعا اُن کا یکسر ہوا!

غرض اُس دلاور نے بےخوف و باک
یہ سُنکر شہ روم کہنے لگا
نہ ہوں جیسے جنگل سے گاہے رہا
سپہدار سالار لشکر کیا

کیا گرگ اور اژدہے کو ہلاک
مجھے روز اول یہ معلوم تھا
پلنگان و شیران و گرگ اژدہا

کتابوں کی ماں نے یہ قصہ تمام
کہ زیر سپہر بریں جز کیاں
کیا شہ نے گشتاسپ کو بھی بہر طلب

کیا عرض پیش شہ ذوالکرام
نہیں کوئی ہرگز دلاور چوں
بصد جاہ و شوکت زروئے طرب
فزوں مرتبہ پایہ برتر کیا

جنگ کردن گشتاسپ با الیاس والی خرز و گرفتار کردہ آوردن الیاس را از میدان پیش قیصر روم

ہوا جبکہ گشتاسپ سالار فوج
لکھا پھر یہ نامہ شہ خرز کو
شہ کشور خرز الیاس شاہ
سپہ لیکے آیا سوئے ملک روم
سوئے لشکر خرز آیا رواں
ہوا کشت و خوں دشت میں اسقدر
پکارا یہ میدان میں آنکر
دلیرانہ الیاس آیا وہیں
تو الیاس ہرگز نہ قایم رہا
ہوا قید میداں میں الیاس جب
غرض ملک تسخیر یکسر کیے
وہاں آکے از رہ لطف و عطا
سپہدار گشتاسپ نے ایک روز
یہ سُنکر وہیں پیش سلطان روم
نہیں خوب لہراسپ کیتھا رزم
کہ ہے شاہ لہراسپ میرا پدر
دلیران ایراں کو یارا کہاں
کہ تسخیر ایراں کو جاکر کروں
سوئے شاہ لہراسپ نامہ لکھا

ہوئے تابع حکم سالار فوج
کہ اب خرز سے دست بردار ہو
کہ رکھتا تھا ساتھ اپنے جنگی سپاہ
سپہ وہ کہ فولاد ہو جس سے موم
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
کہ صحرا ہوا بحر خوں سر بسر
کہ الیاس رکھتا ہے ہمت اگر
ہوا ساتھ گشتاسپ کے گرم کیں
زمیں پر گرا زیں سے ہو کر جدا
گریزاں ہوا لشکر خرز تب
بہت گنج قیصر سے واں سے لیا
زیادہ کیا رتبہ گشتاسپ کا
کہا شاہ سے اے شہ نیکروز
لگے کہنے یوں نامداران روم
مناسب نہیں ملک ایراں کا عزم
عیاں اُس کا احوال ہے سر بسر
کہ ہوں ساتھ میری ستیزہ کناں
تجھے صاحب تخت و افسر کروں
یہ مضموں رقم اُسمیں شہ نے کیا

نہ محکوم تنہا تھی اُسکی سپاہ
مہیا تو کر ورنہ سامان جنگ
حقیقت یہ سُنکر ہوا خشمگیں
اِدہر سے بھی گشتاسپ کر سپاہ
سر و پہلو و سینہ تھا وقت جنگ
سپہدار گشتاسپ مرد دلیر
تو ہو ساتھ میرے یہاں گرم جنگ
جو گشتاسپ نے نیزے کو نوک سے
گرفتار کرکے وہ جنگی جواں
گیا مرز تک پھر تعاقب کناں
پھرا خرز سے پھر بفتح و ظفر
کیا بلکہ مختار یکسر امور
تک و ساز اب سوئے ایراں کرو
کہ لہراسپ ہے بادشاہ عظیم
جوان دلاور ہوا خشمگیں
مری جنگ کی تاب اُسکو نہیں
ہراساں ہے گر روم کے نامدار
کہا جبکہ گشتاسپ نے یہ سخن
کہ ہو ساتھ تیرے مجھے عزم جنگ

شہ روم سمجھا تھے پشت پناہ
جو منظور خاطر ہو کر بیدرنگ
کیا قصد پیکار از روئے کیں
بفرمان قیصر ہوا کینہ خواہ
نثار عمود و سنان و خدنگ
رواں کرکے گھوڑے کو مانند تیر
نہ ہرگز کرے جنگ میں کچھ درنگ
کمر میں کیا بند الیاس کے
اُسے لیگیا پیش قیصر کشاں
شہ روم با شوکت و فر و شاں
سوئے روم آیا بصد کر و فر
جوانمرد کو با نشاط و سرور
نبرد آزما شاہ ایراں سے ہو
وہ رکھتا ہے گنج و سپاہ عظیم
شہ روم سے پھر یہ بولا وہیں
کہاں ہے یہ طاقت جو ہو گرم کیں
تو ارشاد ہو مجھ کو ای شہریار
تو شاداں ہوا سرور انجمن
نہیں جنگجوئی میں ہرگز درنگ

اگر نصف ایران تاج و کلاہ
ہوا لیکے قابوس نامہ رواں
یہ کہنے لگا پھر شہ نامجو!
کہا یوں فرستادہ سے بعد ازاں
پہ سنکر کیا نامہ پر نے بیاں
کہ بیشے میں اک گرگ خونخوار تھا
پھر الیاس خرز کو ہنگام جنگ
مشابہ ہے کس کے وہ جنگ آزما
یہ جانا جہاندار لہراسپ نے
نہ کر اتنا اک پہلواں پر غرور
نہیں خرز ایراں نہ الیاس ہم
یہ نامہ نویسندہ جب لکھ چکا

مجھے دے تو ہو صلح ای بادشا
گیا جبکہ وہ پیش شاہ جہاں
کہ تسخیر کر کے فقط خرز کو
حقیقت ذرا جنگ کی کر بیاں
کہ قیصر کا داماد ہے اک جواں
اور اک کوہ پر تھا وہاں اژدہا
اُٹھا زمیں سے لایا جواں پاپیدا نکلا
کہ جسنے یہ کار نمایاں کیا!
کہ برپا کیا فتنہ گشتاسب نے
کہ یہ بات ہے عقل و دانش سے دور
تو اندازہ سے رکھ نہ باہر قدم

کروں ورنہ ایراں کو یکسر خراب
بجالا کے آداب نامہ دیا
ہوا قیصر روم مست و مغرور
کہ الیاس کا ملک کیونکر لیا
دلیر و تنومند گشتاسب نام
دلیرانہ دونوں کو بیخوف و باک
یہ پوچھا جہاندار نے پھر کہ ہاں
نظر کر کے اُسنے بسوی نذیر
شہ روم کو نامہ کا پھر جواب
ہزاروں ہیں یاں گرد و شمشیر زن
ہر ستو پہنچا شتابی خراج

تو ہووے گرفتار رنج و عذاب
ہنسا پڑھکے لہراسپ کشور کشا
ہوا فہم و دانش سے یکبار دور
اُسے قید قیصر سے کیونکر کیا
بنا ہاتھ سے اُسکے پہلے یہ کام
کیا اُسں دلاور نے جا کر ہلاک
یہ بیٹھے ہیں جتنے یلاں یجواں
کہا اُسکے ہمشکل ہی وہ دلیر
لکھا یوں کہ الشاہ والاخطاب
نبرد آزمایان لشکر شکن
رہے ورنہ تیرا یہ اورنگ و تاج
تو قابوس کو شہ نے رخصت کیا

طلبیدن لہراسپ گشتاسپ را از روم و تفویض نمودن تخت و تاج بہ گشتاسپ و خود بیادِ خدا مصروف بودن

برادر جو گشتاسپ کا تھا زریر
تو کر صلح ہم سے نہ ہو کینہ خواہ
کہ میں نے تیری قدر جانی نہ آہ
خطا میری اب سر بسر کر معاف
ہوا سیر میں افسر و تخت سے
رکھوں سر پہ تیرے کلاہ بہی
کہا جبکہ قیصر سے پیغام شاہ
وگرنہ مصمم ہے پرخاش جنگ
گیا پیش گشتاسپ پھر وقت شب
کیا یوں کہ گشتاسپ ہوا
گیا جبکہ لہراسپ کے رو برو

کہا اُس سے لہراسپ نے ای دلیر
کرینگے نہ ہم خواہش تاجگاہ
دلے ہوں میں اب جانب عذر خواہ
کدورت سے کر آئینہ دل کا صاف
تو فیروز ہو یاری و بخت سے
مبارک تجھے تخت و تاج شہی
لگا کہنے تب قیصر کینہ خواہ
مہیا ہے تیغ و سنان و خدنگ
کہا اُس سے پیغام لہراسپ
رواں سوئے اقلیم ایراں ہوا
اُٹھا تخت سے وہ شہ نامجو

تو جا پیش قیصر فرستادہ وار
تو پھر پاس گشتاسپ کے آئیو
تری یاد میں کیا پشیماں ہوں میں
روانہ ہوا اب سوئے ایراں دیار
ارادہ یہ ہے معتکف ہو کے اب
بحکم شہنشاہ آفاق گیر!
مجھے شاہ دے نصف ایراں اگر
شہ روم نے جب یہ پاسخ دیا
پیام پدر سنکے ہو شاد شاد
جو نزدیک پہنچا وہ سالار روم
پسر اور پدر ہو کے پھر ہمکنار

یہ کہہ جا کے اُس سے کہ ای شہریار
بخوبی یہ پیغام پہنچا ئیو!!
بہت اپنے دل میں پشیماں ہوں میں
کہ ہو شوق و دیدار بس صبح و نہار
کروں یاد یزداں میں ہر روز و شب
سوئے روم ایرانسے آیا زریر
تو پھر صلح البتہ ہو ہم دگر
وہ رخصت ہو اپنے مکانمیں گیا
ملکزادہ گشتاسپ فرخ نہاد
گئے پیشوا نامداران شہر
ہوئے مثل ابر بہار اشکبار

وہاں پھر جہاندار فیروز بخت
وہ بیٹھا وہاں جب تو سب نامدار
جہاندار لہراسپ فرخ خصال
مجھے کام کچھ سلطنت سے نہیں
نہ زنہار دل میں رہی حب جاہ
کسی حجرہ میں وہ شاہ صادول

بچھا ایک تخت اپنی پہلو میں تخت
بحکم شہنشاہ عالی تبار!!
جہاں میں رہا یکصد و بست سال
تو ہی مالک تخت و تاج و نگیں
گیا پھر سوئے بلخ لہراسپ شاہ
بہ یزداں پرستی ہوا مشتغل

لگا کہنے گشتاسپ سے ای پسر
ہوئے اسکے محکوم و فرمان پذیر
کہا شاہ نے گشتاسپ سے بعد ازاں
یہ کہہ کر قبائے شہی دور کر
کہیں اُن دنوں بلخ میں اک مکاں
ہوا معتکف جبکہ لہراسپ شاہ

تو اس تخت زریں پہ ہو جلوہ گر
دلیران وگردان امیر و وزیر
کیا میں نے اب ترک کار جہاں
لباس فقیری کیا زیب بر
پرستشگہ خلق تھا کعبہ سا آں
تو بیٹھا سر تخت گشتاسپ شاہ

نشستن گشتاسپ بہ تخت و پیدا شدن اسفندیار

شہنشہ بفضل خدائے کریم
ولے چین ماچین کا فرماں روا
غرض فوج پر اپنی مغرور تھا
جہاندار گشتاسپ تھا داد گر
کتابوں سے پیدا ہوئے دو پسر
ہوئے دونوں شہزادے پر نور جب
منگا کر گیاہ بیاباں ز ہوش
ہی گر د رو ئیں تن اسفندیار
یہ لکھتا ہے فردوسی نامدار
لکھوں جنگ اسفندیار جواں

جہاں میں ہوا بادشاہ عظیم
کہ ارجاسپ تھا نام اُس شاہ کا
بہت اپنے نزدیک سے دور تھا
نہ تھا کام جز داد شام و سحر
تنومند پر زور رشک قمر!
سکھائے ہنر شاہ نے ان کو سب
اُسے دیگ میں ڈال اور کر کے جوش
نہیں پر شاہنشہ نامدار
کہے میں نے اشعار اسی ہزار
کروں کارنامہ جو انکا بیاں

شہان جہاں بھیجتے تھے خراج
نہ کرتا تھا زنہار فرمانبری
سوا اسکے سب تاجدار جہاں
یگانہ بعدل و کرم گستری
رکھا نام اسفندیار ایک کا
جو جاماسپ اُس شاہ کا دستور تھا
بٹھایا پھر اسفندیار اُسمیں لا
بہت زورمند و جوانمرد تھا
ہوا ختم رستم کا احوال رزم
کوئی گرد تھا ایک زردشت نام

حضور خداوند اورنگ و تاج
کہ محکوم تھے اسکے دیو و پری
ہمیشہ تھے محکوم شاہ جہاں
شب و روز مصروف دین و دری
دگر طفل کا نام پشوتن رکھا
وہ علم سماوی میں مشہور تھا
کہ جس سے وہ روئیں بدن ہو گیا
جہاں میں بمردانگی فرد تھا
بس اب دلکو ہے رزم دیگر کا عزم
خبردار علم فلک سے تمام

رسیدن زردشت آتش پرست در حضور گشتاسپ شاہ و خود را بہ پیغمبری آشکار کردن و آمدن گشتاسپ شاہ در دین او و لشکر کشیدن ارجاسپ شاہ ماچین و چین بر ایران و محاربہ عظیم رو دادن و از دست اسفندیار کار نمایاں بظہور رسیدن و فتح یافتن گشتاسپ و رواج دادن اسفندیار

دین زردشت را در عالم

وہ آیا حضورِ شہِ دین پناہ
کیا ایک دن یہ عمل آن کے
خواص اُس ثمر کا بیاں کیجے کیا
ہوا شاد گشتاسپ فرخ نہاد
یہ زردشت بولا کہ اندیشہ کیا
ہوا خواہش دلسے اُسکا مرید
دکھاؤں تجھے معجزے اب یہاں

بیاں شہ سے کی اپنی آئین راہ
کہ گشتاسپ کے آگے ایوان کے
کہ برگ و ثمر اُس کا جو کہا تھا
زیادہ ہوا اور بھی اعتقاد
کروں جا کے میں چارہ لہراسپ کا
عقیدت سے ہر زردشت کا مرید
عیاں مجھ پہ ہے راز ہفت آسماں

کیا راز آتش پرستی عیاں
ہوا ایک بید درخت بلند
نصیب اُسکے ہووے تہا علم فلک
پھر آئی خبر پیش گشتاسپ شاہ
غرض بلخ سے آیا جب پیش شاہ
کہا شہ نے زردشت سے اکروز
جسے چاہوں ہیں اُسکو بھیجوں وہاں

ہوا معتقد اُسکا شاہ جہاں
ثمردار مطبوع خاطر پسند!
فزوں عقل ہوتی تھی بے شبہ و شک
کہ ہے سخت بیمار لہراسپ شاہ
تو پھر وہ شہنشاہ کیوان کلاہ
رسول خدا ہو نہیں ای نیکروز
سوئے گلستان بہشت بریں

اگر میں کسی پر ہوں نامہرباں
مرے پاس آتے ہیں اکثر ملک
تو گر اُسکے آئیں کرے اختیار
کیا تھا جو زردشت نے انتکار
گیا یا نسے بالائے تہ آسماں
کہا ایک روز اُسنے ای تاجدار
لکھا شاہ نے نامہ ارجاسپ کو
پڑھا شاہ گشتاسپ نے نامہ جب
سُنا ہے یہ شاہا تو بیدیں ہوا
تجھے اُسنے گمراہ آکر کیا
ترا باپ دیندار یزداں پرست
کہ بیدینی اب تونے کی اختیار
سپاہ ورنہ کھینچوں اُس پ بگڑ ناہ
ذرا پندنامہ کو پڑھ غور سے
پڑھا جبکہ مضمون نامہ تمام
سمجھتا ہے کیا کیجئے عزم جنگ
زریر دلاور نے تب یوں کہا
ہوا شادماں شاہ کشورکشا
کرو نہیں تجھے کشتہ تیغ کیں
یہ نامہ جو پہنچا تو سالار چیں!
جہاں لشکر چیں پہنچا تھا واں
سُنی جب خبر شاہ گشتاسپ نے
سواران جنگی تھے سہ صد ہزار
خردمند جاماسپ شاہ کا وزیر
کہ ہو فتح کس کی بروز وغا

تو دوزخ نصیب اُسکے ہو بیگماں
عیاں مجھپہ کرتے ہیں رازِ فلک
تو مقبول ہو پیش پروردگار
وہی اُس کا مذہب کیا اختیار
خدا کو بھی میں دیکھ آیا وہاں
ترا ہے مددگار پروردگار!
کہ جیبیں سے تو اب دست بردار ہو
سپہدار ارجاسپ سمجھا یہ تب
پذیرندہ تازہ آئیں ہوا
تبہ کار تیرا اسیر کیا
اور افسوس تو ہوئے شیطاں پرست
نہ گمراہ ہو بہر خدا زینہار!!
کروں ملک ایراں کو یکسر تباہ
تو آیا ز بدرسم و بدطور سے
تو دستور گشتاسپ جاماسپ نام
نہیں چاہیئے اسمیں ہرگز درنگ
کہ جنگ آزمودہ نہیں یہ شہا
لکھا پاسخ ارجاسپ کے نامہ کا
نہ تو ہو نہ لشکر نہ ماچین و چیں
ہوا پڑھکے مضموں بہت خشمگیں
نہ رہتا تھا برگ و شجر کا نشاں
کہ کھینچی ادھر فوج ارجاسپ نے
ہنرور آنہ مایان خنجر گذار!!
صطرلاب دانی میں تھا بے نظیر
وہیں دیکھ کر اُسنے ظاہر کیا

جہاں بادشاہا بالطاف رب
مری واسطے زندواستا کتاب
غرض شہ نے سُن قول زردشت کا
کئی دن کے بعد اُسنے پھر یہ کہا
ابھی شاہ گشتاسپ عالی گہر
کر اب شوق سے عزم تسخیر چیں
وگرنہ ملاؤں تہ خون و خاک
کہ زردشت نے شہ کو گمراہ کیا
ترے پاس پہنچا ہے وہ شوربخت
کیا کیش و دیں تونے اپنا تباہ
پئے پاس دیں تجھسے ہوں کینہ خواہ
ترا ہے جو پیغمبر بدسیر!
لکھا دوستانہ یہ نامہ تجھے
رُوانہ ہوئے لیکے وہ نامہ دیو
یہ بولا کہ لکھئے سمجھکر جواب
لگا شاہ سے کہنے اسفندیار
تعینات ہو ساتھ میری سپاہ
اُٹھا دے تو کس واسطے بیچ راہ
غرض نامہ تیار جب ہو چکا
سپہ لیکے وہیں پے کارزار
نہ کرتا تھا غارت فقط کینہ جو
تب آیا سپاہ گراں لیکے شاہ
پے لشکر چیں بہ تیغ و تبر
لگا اُس سے کہنے شہ نامدار
کہ خویش و برادر ترے روزِ جنگ

نظر میں مری عرش و کرسی ہے سب
ہوئی نازل ایشاہ گردوں جناب
تو بس ترک دیں اپنا یکسر کیا
ہوئی اُس کو معراج حاصل شہا
نہ پھیرے تہا فرمان سے اُسکے سر
تو ہو ساتھ ارجاسپ کے گرم کیں
کروں تیغ کیں سے تجھے میں ہلاک
وہیں پاسخ نامہ پھر یہ لکھا
کہ بدبخت بدکیش و بدروئے سخت
پس و پیش زنہار دیکھا نہ آہ
مناسب ہے تجھکو کہ اے بادشاہ
اُسے اپنی اقلیم سے کر بدر!
کہ حاصل ہو تا دین و دنیا تجھے
شتابی گئے پیش گیہاں خدیو
کہا اُسکے زردشت نے یوں شتاب
مجھے کیجے رخصت سوئے کارزار
کہ ہوں ساتھ ارجاسپ کے کینہ خواہ
شتابی سے پہنچوں میں لیکر سپاہ
تو پھر شہ نے دیووں کو رخصت کیا
روانہ ہوا سوئے ایران دیار
جلاتا تھا ہر کاخ و ہر قصر کو
دلیران و جنگ آور و کینہ خواہ
سواران ایراں سے تہا بیشتر
صطرلاب سے فتح دیکھا ای ہوشیار
بہت کشتہ ہوں زیر تیغ خدنگ

دلیران ایراں بہت ہوں ہلاک
صف آراستہ بعد ازاں واں ہوئی
پسر شاہ لہراسپ کا اردشیر
کیے قتل اُسنے کئی نامدار!
ہوا جبکہ وہ کشتۂ تیغ تیز
گیا پھر وہیں جنگجوئے دلیر
ہوا جبکہ پشتوہ جنگی ہلاک!
کئی پہلواں اور کئی دیوزاد
شتاباں ہوا پھر سوار دلیر
ہوا تب خروشندہ سلطان چین
اُسے صاحب شوکت و شان کر
کیا دیو نے زخم ودل ہی رہا
دلیران ایراں سے کہنے لگا
وہیں سنکے بولا یہ اسفندیار
اگر دیو خونخوار کو کرکے پست
پھر اتنے میں لشکر میں غوغا اٹھا
پہ لشکر ملکزادہ اسفندیار
کہا ہوں میں رُوئیں تن اسفندیار
رواں کی وہیں دیو سرکش نے تیغ
کیا زخم نیزہ رہا دیو پر!!
جدا کرکے سر جسم ناپاک سے
مدد کو گئے سوئے اسفندیار
یہ کہہ کر سپہدار اسفندیار
ہوا حملہ آور بہ فوج گراں
گریزاں ہوا وانسے سلطان چین

پھر آخر بالطاف یزدان پاک
بہم رزم جنگی نمایاں ہوئی
کہ تھا دخت کاؤس سے وہ دلیر
ہوا کشتہ پھر آپ انجام کار
گیا پور جاماسپ پھر ستیز
جوانمرد پشتوہ پور زریر!!
زریر دلاور ہوا خشمناک!
مقابل ہوئے آکے مانند باد
سوئے شاہ ارجاسپ مانند شیر
کہ اے نامداران ترکان چین
بہت گنج و زر دیکے شاداں کروں
ہوا قتل وہ مرد جنگ آزما
کہ ہے کوئی مرد نبرد آزما!
کروں جاکے میں دیو سے کارزار
تو دے لشکر چین کو یکسر شکست
کہ اُس دیو نے حشر برپا کیا
وہیں اسپ بہزاد پر ہو سوار
نہیں تاب دیوؤں کو یہ زنہار
سوئے نامدار جہاں بیدریغ
سناں نے کیا بس جگر سے گزر
جواں نے کیا بستہ فتراک سے
یہ کہنے لگا اُن سے اے نامدار
عقب اُسکے دو نو وہ جنگی سوار
زدوکشت باہم ہوئی خوب واں
ہوئی سب پراگندہ ترکان چین

میسر تجھے ہووے فتح و ظفر!!
دلیران ایراں و گردان چین
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ
برادر جو اُس کا وہ شیراسپ تھا
کیا اُسنے ترکان خونخوار قتل
کئے غرق خوں مرد خنجر گذار
رواں کرکے گھوڑا سوئے رزمگاہ
جوانمرد نے کھینچکر تیغ کین
صف فوج کو چیر کر سربسر
دلیرانہ اب گرم پیکار ہو
وہیں بیدرنگ ایک مرد دلیر
زریر دلاور ہوا کشتہ جب
جو اس دیو سے آکے ہو جنگجو
جہانگیر گشتاسپ نے ہوکے شاد
تو سر پہ ترے افسر زر رکھوں
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیاں
دلیرانہ آیا وہ اس سوئے دیو
جو ہوں ساتھ میرے نبرد آزما
دلیران سے وہ تیغ ہنگام جنگ
ہوا کارگر نیزۂ آبگوں!!
شتاباں ہوئے تب بلو زریر
کہ آؤ چلو سوئے ارجاسپ شاہ
شتاباں ہوئے سمت سالار چین
کیا قافیہ لشکر چین کا تنگ
گرفتار آئے بہت سرکشاں

گر پرندہ ہو فوج چین سربسر
ہوئے گرم پیکار از روئے کین
سواران چین سے ہوا رزم خواہ
سوئے رزمگہ بعد اُسکے گیا
ہوا آپ بھی آخر کار قتل
نہ جانبر ہوا آپ بھی زینہار
ہوا گرم کین مثل مار سیاہ
کیے قتل دیوان ترکان چین
گیا جبکہ نزدیک وہ نامور!
کرے جو کوئی قتل اس گرد کو
ہوا آن کر ہم نبرد زریر!
ہوا پر الم شاہ گشتاسپ تب
ملادے تہ خاک و خوں دیو کو
کہا یوں کہ اے پور فرخ نہاد
تجھے تخت شاہی حوالے کروں
نہیں ہائے تاب اقامت جہاں
بسان ہزبر ژیاں کرکے غریو
کشندہ ہوں دیوان خونخوار کا
پکڑ لی دلاور نے اور بیدرنگ
گرا خاک پر دیو سرکش نگوں
اور اک گرد فرسید مرد دلیر!
کرو اُسکے لشکر کو یکسر تباہ
جہاندار گشتاسپ بھی پھر وہیں
رہی پھر ارجاسپ کو تاب جنگ
یہ کہنے لگے ہوکے زاری کناں

کہ جان بخشی اے شہ کسے تو اگر
پڑا تھا جہاں کشتہ جنگی زریر
ہوئی تلخ اب زندگانی مجھے!
لگا کہنے دستور سے شہریار
ہوئے کشتہ ایرانیاں سی ہزار
ہوئے قتل میدان میں یکصد ہزار
دیا دین زردشت کو پھر رواج
اُسے شاہ نے تخت و افسر دیا
جہانیں بآئین طرز نکو!!
شہِ روم محکوم وہیں کیا
گیا پھر سوئے ہند اسفندیار
گیا جس ولایت میں اسفندیار
گئی ہر طرف ژند و استا کتاب
سپہدار نے پھر یہ نامہ لکھا
ہر اک ملک میں مردم خاص و عام

تو آتش پرستی کریں ہر لسبہ
اَتراسپ سے شاہ آفاق گیر
دریغا کریوں و کیموں کشتہ تجھے
کہ میدان میں گر کشتگاں کا شمار
ازاں جملہ تھے ہشت صد نامدار
ہزار و صد و شصت و نہ نامدار
جہاندار نے از ہمہ ابتہاج
خوشی سے ولیعہد اپنا کیا
مروج تو کر دین زردشت کو
پذیرندۂ دین و آئین ہوا
وہاں بھی یہ آئین ہوا آشکار
کیا جسطرف نامہ نامدار
نہ آئی کسی کو یہ زنہار تاب
سوئے شاہ گشتاسپ کشور کشا
ہوئے گرم آتش پرستی تمام

کیا رحم گشتاسپ نے وہیں
ہوا نعش پر اُسکی نوحہ کناں
اُسے رکھکے تابوت میں بعد ازاں
شمار اُسنے جب کشتگاں کا کیا
جب آیا سوئے نعش کان چہیں
میسر ہوئی جبکہ فتح و ظفر
دلیری و مردی اسفندیار
کہا پھر کہ اے پور عالی گہر
ہوا شاہ سے رخصت اسفندیار
رکھا ژند و استا کو بالائے سر
پھر آیا سوئے یمن پہلواں
ہوئے سب دل و جاں سے فرماں پذیر
کرے حکم سے اُسکے جو انحراف
کہ خورد و کلاں نے زردشتی طرف
یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسپ شاد

پھر آیا وہیں شاہ روئے زمیں
کہا یوں کہ اے سرفراز کیاں
شہنشاہ ہوا سوئے خیمہ رواں
ہوا آشکارا کہ وقت دعا
تو ظاہر ہوا یہ کہ گردان چیں
ہوا شاد شاہنشہ نامور!
ہوا دیکھ کر شادماں شہریار
لئے ملک گیری تو باندھ اب کمر
سوئے روم پہلے گیا نامدار
اطاعت میں بہبود آئی نظر
ہوئے لوگ وہ اُسکے پرستش کناں
رعایائے شاہ و امیر و وزیر!!
کسی نے نہ ہرگز کیا بر خلاف
پذیرا کیا دین زردشت سب
کہ حاصل ہوئی جان و دل کی مراد

قید کردن گشتاسپ اسفندیار را باغوای گرزم پہلوان و تشریف آوردن در سیستان

جہاندار نے ایک کی انجمن
وُلے تھا وہ بدخواہ اسفندیار
غرور اُس کو ہے زور بر پنجہ پر
کہ تجھکو کرے آن کر یاں اسیر
ہوا سنکے آزردہ گشتاسپ شاہ
طلب کرکے پھر اپنے دستور کو
وہ جاماسپ دستور شاہ جہاں
مجھے کل کی شب خواب آیا نظر

ہوئے آکے حاضر سران زمن
لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار
کہ ہم پنجہ اُس کا نہیں شیر نر
نہ چھین لے ملک و تاج و سریر
نہ مائل ہوا پھر سوئے بزمگاہ
لگا کہنے شاہنشہ نامجو
گیا پیش اسفندیار جواں
کہے خشمگیں مجھ سے میرا پدر

کوئی ایک تھا گرزم پہلواں
سُنا ہے کہ اسفندیار جواں
رکھے ہے وہ دل میں خیال تباہ
سُنا تھا جو میں نے وہ ظاہر کیا
گیا یک قلم صبر و آرام و خواب
کہ جلدی تو جا پیش اسفندیار
دیا پھر پیام شہ نامدار
وہ بولا کہ ہے راست [illegible]

ندیم شہنشاہ گیتی ستاں
رکھے ساتھ اپنے ہے فوج گراں
ارادہ ہے یہ اُس کا شام و پگاہ
جو بہتر سمجھئے وہ کیجے شہا!
رہا تا سہ روز و سہ شب اضطراب
یہاں لا شتاب اُسکو ای نامدار
لگا کہنے پھر وہیں اسفندیار
جوانمرد نے تب کہا یوں شتاب

کہ گیا واسطہ میری تقصیر کا
ہوئے میری شمشیر سے سرکشاں
سمجھتا ہوں اپنا تجھے دوستدار
لگا کہنے یہ سنکے اسفندیار
ملکزادہ رکھتا تھا فرزند چار
چہارم تھا نوشاد نام جو
روانہ ہوا سوئے گشتاسپ شاہ
اُسے قید کرکے کیا پھر رواں
سنا جبکہ بہمن نے یہ ماجرا!
گیا الغرض پیش اسفندیار
ہوا بلخ میں عازم سیستاں
کیا اختیار اُسنے آئین شاہ
کیا بعد ازاں شاہ کو مہماں

ہوا پر غضب شاہ کشور کشا
پرستندۂ پادشاہ جہاں!
جو کچھ مصلحت ہو سو کر آشکار
کہ آزار دے گا مجھے شہریار
بزرگ اُن میں تھا بہمن نامدار
سپہر مند و انا و فرخندہ خو!
سہ فرزند کو ساتھ لے اور سپاہ
اُسے شاہ نے سوئے دژ گنبداں
بعد رنج و غم بلخ میں تب گیا
ہوا باپ کا مونس و غمگسار
کہ آئین تازہ کرے واں رواں
مروج کیا ملک میں دین شاہ
رہا شاہ گشتاسپ دو سال واں

کیا میں نے ہر ایک کو آتش پرست
نہ کی میری خدمت پہ ہرگز نظر
وہ بولا یہ بہتر ہے اے نامور
وہ بولا کہ بہتر ہے جو رپدر
دوم پور مہر نوش نامور!
غرض گرد بہمن کو اسفندیار
گیا جب حضور شہ نامدار
ستونہائی سخت آہنی لاکے چار
وہاں سے بسوئے دژ گنبداں
گذر جب گیا روزگار دراز
جو نزدیک پہنچا وہ فرمانبردا
رکھا نزد استا کو بالائے سر
سنی شاہ ارجاسپ نے یہ خبر!

کیا سربلندان عالم کو پست
ہوا خشمگیں آہ یوں تاجور
کہ حاضر ہو جلدی حضور پدر
نہ پھیرا اُسکے فرماں سے نہار سہم
سوم آذر گرد و فرخ سیر
بجاہ حشم کرکے مختار کار!
ہوا تب گرفتار اسفندیار
ستونوں سے باندھا اُسی استوار
ہوا جب اُنکو وہ لیکر رواں
تو گشتاسپ شاہنشہ سرفراز
تو آیا تہمتن وہاں پیشوا!
کیا اُسکو راضی وہاں زودتر
کہ اسفندیار یل نامور!

رسیدن کہرم پسر ارجاسپ با فوج سنگین در بلخ و لہراسپ را کشتن و بلخ را فتح کردن و آمدن گشتاسپ از سیستان و آمدن ارجاسپ بر پسر و شکست خوردن گشتاسپ

بفرمان گشتاسپ آفاق گیر
یہ سنکر ہوا شادماں شاہ چیں
سوئے بلخ اُسنے روانہ کیا!
کہا یوں کہ اے بادشاہ جہاں
یہ کہنے لگا وہ شہ نیک نام
بہت عذر لایا وہ فرخندہ کیش
سپہ شاہ کے ساتھ تھی دس ہزار
جو لہراسپ آیا سوئے کارزار
سپہدار کہرم ہوا خشمگیں!

میان دژ گنبداں ہے اسیر
گیا پھر وہیں عزم پرخاش کیں
وہاں اس قدر کوئی ہرگز نہ تھا
نہیں کوئی سردار لشکر یہاں
کہ مجھکو ہے یزداں پرستی سے کام
ولے عذر ہرگز گیا کچھ نہ پیش
فزوں اُس سے ہرگز نہ تھا لشکر
کئے کشتہ ترکان جیں بیشمار
لگا کہنے اے نامداران چیں

گیا ہے سوئے سیستان بادشاہ
سپہدار کہرم تھا اُس کا پسر
کہ کہرم ہو آن کر کینہ خواہ
مناسب ہے اب تجھے سروری
سہروکار کچھ سروری سے نہیں
مکان عبادت سے لہراسپ شاہ
مقابل وہیں فوج کہرم ہوئی
سواران بلخی نے روز وغا
بہم کینہ آور ہیں جنگی سوار

نہیں بلخ کے شہر میں کچھ سپاہ
اُسے با سپاہ گراں آن کر
گئے مرد ماں پیش لہراسپ شاہ
کہ زیبندہ ہے تمکو سرلشکری
مجھے کام سر لشکری سے نہیں
گیا لاجرم جانب رزمگاہ
دلیرانہ پھر جنگ باہم ہوئی
کیا قافیہ تنگ بدخواہ کا!
ادھر یک ہزار اور ادھر صد ہزار

ولیکن نہایت تعجب ہے یاں
لیا گھیر لہراسپ کو بس وہیں
ہوا جبکہ لہراسپ زین سے جدا
شکستہ کئے یکسر آتشکدہ
وے بھاگ کر ایک زن دلستاں
ہوا سنکے غمناک شاہ جہاں
کہ بالفعل شاہا تو کر عزم بلخ
سپہدار ارجاسپ بھی لیکے فوج
جو ارجاسپ آیا بفوج گراں
مقصر ہوں خدمت سے میں لاجرم
سپاہ سے لگا کہنے پھر تاجور
یہ پہ لیکے آیا سوئے رزمگاہ
ہوئی پھر صف آراستہ ہر دو سو
ہوا گرم صحرا میں بازار جنگ
ہوا تنگ چینیاں چیرہ دست
غرض شاہ گشتاسپ عالی تبار
صطرلاب میں دیکھ اے ناموس
تو حاصل ہو فتح و ظفر پھر وہیں
کہ اسفندیار جہانگیر کو
بحکم جہاندار و آفاق گیر

کہ پڑتے ہیں غالب نظر اب یہاں
ہوا گرم بازار پرخاش و کیں
تو پھر چینیوں نے دو بارا کیا
کیا ژند و استا کو آتش زدہ
شتاباں ہوئی جانب سیستاں
یہ رستم سے بولا کہ اے پہلواں
عقب تیرے پہنچونگا بے درنگ
رواں ہوا لیکے مانند موج
ہراساں ہوئی فوج ایرانیاں
مجھے رکھئے معذور با صد کرم
بلا سے نہ آیا تہمتن اگر
کہ تا تاش رجب سے ہو کینہ خواہ
دلیران جنگی ہوئے ہر دو سو
ہزاروں ہوئے سر جدا بیدرنگ
دلیران ایراں کو پہنچی شکست
ہوا جبکہ قایم سر کوہسار
کہ ہو کس طرح سے میسر ظفر
تبہ ہو دیں یکدست ترکان چین
مرا نامہ لیجا کے اے نامجو
روانہ ہوا لیکے نامہ وزیر

یہ سنکر ہوئی حملہ آور سپاہ
ہوا زخمی و خستہ لہراسپ شاہ
ہوا بلخ میں چینیوں کا خلل
زنان شبستان گشتاسپ شاہ
گئی پیش گشتاسپ با چشم تر
یہ ہے وقت یاری و امداد کا
ہوا شاہ گشتاسپ وہیں رواں
ہوا ملتجی کہ ہر نامور
سوا اسکے رستم نے نامہ لکھا
ہوا خشمگیں رستم ارجمند
جہاں آفریں اب ہے الٰہی یار
شہ چین بھی لیکر سواران چین
خروشاں ہوا کوس گرگ دم شگرف
ہوا احمر دشت دریائے خوں
گریزاں ہوئے جبکہ ایرانیاں
وہ جاماسپ تھا شاہ کا جو وزیر
گذارش کیا اسنے اے شہریار
یہ ظاہر کیا جبکہ جاماسپ نے
دژ گنبداں سے یہاں لا شتاب
گیا جب وزیر شہ نامدار

بسوئے سواران لہراسپ شاہ
زمیں پر گرا خسرو دیں پناہ
کیا بلخیوں کو اسیر اور قتل
ہوئیں قید یکسر بحال تباہ
کہا ماجرہ بلخ کا سر بسر
شہنشہ کو رستم نے پاسخ دیا
سوئے بلخ پہنچو یہاں سے رواں
ہوا یعنی آکر معین پسر
کہ کچھ کام در پیش ہے یاں شہا
نہ آیا اسے عذر بیجا پسند
یہ کہہ کر ہوا شاہ ایراں سوار
مقابل ہوا آن کر جب وہیں
کہ لرزندہ جس سے ہوا کوہ قاف
درفش سواران ایراں نگوں
تعاقب کو اُنکے گئے چینیاں
لگا کہنے اس سے شہ بے نظیر
جو ہو گرم پیکار اسفندیار
کہا تب اسے شاہ گشتاسپ نے
توقف کو مت راہ دیجو شتاب
حضور ملک زادہ اسفندیار

رہائی یافتن اسفندیار از بندگراں بحکم گشتاسپ شاہ و آمدن ہمراہ جاماسپ از دژ گنبدان بحضور پدر و بعنایات شاہی کامران بودن و فرستادن گشتاسپ اسفندیار را بجنگ ارجاسپ و فتحیاب بودن اسفندیار و گریختہ رفتن ارجاسپ

گیا جب وزیر شہ نامدار
دیا نامۂ شاہ شہزادے کو
کہ ہے گرزم پہلواں پور شاہ
دیا سنکے جاماسپ نے یہ جواب
غرض دیکے جاماسپ نے اسکو بند
جب آیا وہ پھر ہوش میں وہ نگار
دیا لاکے گشتاسپ شہ نے بلا
مرے ملک سے خصم کو دور کر
یہ فرما کے اور کرکے گرزم طلب
تو ارجاسپ نے جب سنی یہ خبر
مقابل ہوئی دو صف کارزار
کئی گرگسار و دلاور کے تیر!
تعاقب اسنے آراستہ کر کمند
گیا اپنے لشکر میں لاکر اسیر
گیا وانسے کہرم بوقت ستیز
کئے تیغ سے یکصد و شصت نیم
ہوئی فوج ارجاسپ شہ کی تباہ
گئے اپنے کشتوں کو وہ چھوڑ کر
بفرمان اسفندیار جواں!
لیا منہ میں ترکوں نے پھر جنگ گاہ
بصد شوکت و حشمت و عز و جاہ
تری بہنوں کو لے گیا شاہ چیں
قسم ایزد پاک کی اے پسر
حوالے کروں تجھکو تخت شہی
ترا ہوں میں اک بندۂ جاں نثار

ور داخل شدن گشتاسپ در بلخ!

کہ کہنے سے جسکے مجھے بے گناہ
کہا اے نامدار ثریا جناب
کئے دور یکدست آہن کے بند
ادا اسکے ہوا دلکو جسدم قرار
بہت مہرباں شاہ اسپر ہوا
الم سے چھڑا مجھکو مسرور کر
کیا قتل اسکو باخشم و غضب
روانہ کیا کہرم اپنا پسر!
پئے جنگ آیا نکل گرگسار
ہوئے پار جوشن کو یکلخت تیر
کیا گردن خصم کو اسمیں بند
پھر آیا پئے جنگ با تیغ و تیر
بنزدیک ارجاسپ کے گریہ
چہ اسپ و پیر و ملک بے درد و رنج
گریزاں ہوئی چھوڑ کر رزمگاہ
لڑائی سے یکلخت منہ موڑ کر
ہوئے گرد ایراں تعاقب کناں
حضور جوانمرد لائے پناہ!
ہوا داخل بلخ گشتاسپ شاہ
تو پھر اس سے ہو چلکے آب گرم بس
کہ آئے تو جسدم بفتح و ظفر
زر و گنج و دیہیم و فرماندہی
دو خواہندۂ افسر و زرنگار

گرفتار زنجیر کر لے گیا
تو اب دیسے بس دور کر بغض و کین
وہ یہاں تک گرفتار آہن میں تھا
تو جاماسپ نے اسکو با کر و فر!
پھر اپنے جہاں کا ہوا عذر خواہ
تجھے سونپ دوں تخت ایران زمیں
پھر اسفندیار جواں کو وہیں
پئے جنگ بھیجا اسفندیار
ہوا سامنے اسکے مرد دلیر
ہوئے جسم اسکا سلامت رہا
گرا پشت سے اسپ کی گرگسار
سب ہوئیں یکصد و بست تن
پھر اسجائے کہرم اسفندیار
ہوئے جنگ سے گرد ترکاں زبوں
ظفریاب گردان ایراں ہوئے
رہی جب نہ تاب ثبات و قرار
بہت ترک کھینچے تہ تیغ کیں
ہوا مہرباں اسپر اسفندیار
لگا کہنے پھر شاہ فرخ تبار
چھڑا کے انہیں قید سے لا دیا
کروں ترک دنیا و دولت بہر
یہ سنکر دلاور نے پاسخ دیا
بفرمان شاہ [illegible]

حضور ملک زادہ اسفندیار
لگا کہنے شہزادۂ جنگجو!
رکھا مجھ پہ بیداد ناحق روا
یہ زنہار وقت شکایت نہیں
دم مخلصی اسکو غش آگیا
معہ چار فرزند والا گہر
لگا کہنے اے پور با عز و جاہ
کروں پھر میں طاعات جاں آفریں
گیا سوئے اعدا بہ فوج گراں
اور اک پہلواں نام تھا گرگسار
وہ بدتن بدن مثل غرندہ شیر
کہ روئیں بدن وہ جوانمرد تھا
تہ سے کھینچکر نعرہ اسفندیار!
ہوئی کشتہ از بازوئی صف شکن
لگا کاٹنے سر بسمت یسار
وہ میداں بس ہوگیا بحر خون
گریزاں سواران ترکاں ہوئے
شہر چیں ہوا رہ نورد فرار
ہوئی لالہ گوں خوں سے انکی زمیں
پھر آیا حضور شہ نامدار
کہ ای مرد روئیں تن اسفندیار
نہ تاخیر کر ہو شتابی رواں!
عبادت کروں ہو کے گوشہ نشیں
مبارک تجھے تخت و افسر شہا
شتابی ہو ارجاسپ سے کینہ خواہ

نہ توراں میں چھوڑوں میں زنہار / کروں جا کے ارجاسپ کو سخت خوار
چھڑالاؤں میں خواہر گشتاسپ / باقبال شاہ ثریا جناب
کہا شاہ نے آفریں مرحبا! / شب و روز یاور ہو تیرا خدا
لگا کہنے شہ سے پھر اسفندیار / کہ یوں عرض کرتا ہے اب گرگسار
کہ ہو مخلصی قید سے مجھکو گر / تو خدمت کروں خوب شام و سحر
جہاں قصد کیجے میں ہوں رہنما / بجا لاؤں میں شرط خدمت سدا
جہاندار نے اسکو کر کے طلب / کہا یوں ز روئے نشاط و طرب
کیا قید سے ہے جو تجھکو رہا! / ادا کیجیو تو بھی رسم وفا!
حضور جوانمرد اسفندیار / تو رہیو شب و روز خدمتگذار
پھراتا ہوں اسپ قلم عناں / اُدھر آتا ہوں لب بر سر ہفتخواں

رفتن اسفندیار جانب دژ روئیں براہ ہفتخوان برائے رہائی ہمشیرہائے خود

رہا جب ہوا قید سے گرگسار / تو پھر مرد ہوئیں تن اسفندیار
اُسے لیکے اپنے مکاں میں گیا / رہا اُسپہ مصروف لطف و عطا
کہا یوں کہ صدق ارادت سے گر / رہے تو مرے پاس شام و سحر
کرے راستی گوئی یہاں اختیار / تو ہر دم فزوں ہووے عز و وقار
تجھے ملک ترکاں سے اک ملک دوں / ترے تن سے ورنہ جدا سر کروں
وہ بولا کہ جز راستی زنہار / نہیں کچھ مجھے کام میں زینہار
کروں صدق دل سے پرستندگی / بجالاؤں رسم رہ بندگی
لگا کہنے اُس سے یہ اسفندیار / کہ سوئے دژ روئیں او گرگسار
بتا کونسی راہ سے ہوں رواں / کہ پہنچوں میں آرام سے جلد واں
وہ بولا کہ اک راہ ہے خوب تر! / کہ ہے یکسر آباد اے نامور
سہ ماہ مسافت رکھے ہے وہ راہ / بخوبی گذر جائے وانسے سپاہ
کم آباد ہے اسکی راہ دگر / ولے میوہ و آب ہے بیشتر!
دو ماہہ مسافت ہے اے نامدار / نہیں کچھ بھی خوف و خطر زینہار
سوم ہفت روزہ ہی اے ارجمند / ولے سخت وہ راہ ہے پرگزند
اور اُس راہ کا نام ہے ہفتخواں / کسے ہے یہ قدرت کہ جائے وہاں
ہر اک منزل اسکی ہے پرخوف و بیم / جہاں جادواں ہے بلائے عظیم
کہیں شیر و گرگ اور کہیں اژدہا / نہ ہو جنگ سے جسکے کوئی رہا
زن ساحر و مرد بد شور بخت / بیابان و سیمرغ و سرما سخت
گذر اُس بیاباں میں دشوار ہے / کہ ہر گام پر رنج و آزار ہے
یہ بولا جوانمرد اسفندیار / کہ مجھکو نہیں کچھ خطر زینہار
شتابندہ ہوں میں سوئے ہفتخواں / کروں دفع ہر اک بلا کو وہاں
یہ کہہ کر پلائی مئے خوشگوار! / ہوا مست و مخمور جب گرگسار
یہ کہنے لگا یوں کہ اے پہلواں / رہ ہفتخواں سے تو مت ہو رواں
دلیر و قوی زور ہے گو ہزار / تو جانبر ہوگا نہ لے زینہار!
یہ گفتار ہرگز خوش آئی نہیں / کئے بستہ پھر دست و بازو وہیں
وہ کہنے لگا ہو کے گریاں / کہ میری خطا کیا ہے اے پہلواں
کہا میں نے جو کچھ سو باطل نہیں / مجھے قید کرنے سے حاصل نہیں
وہ بولا نہیں تجھپہ خشم و غضب / تجھے اسلئے میں نے باندھا ہے اب
کہ تا راہ سے تو گریزاں نہ ہو / مرے دیکھ لے تک قوت و زور کو
کہ کیا کیا دلیری ہو مجھسے عیاں / بخوبی کروں طے رہ ہفتخواں
یہ کہہ کر گیا پیش شاہ زمن / ہوا شہ سے رخصت یل پیلتن
سواران جنگی لئے دس ہزار / خزانہ بھی شہ نے دیا بیشمار
غرض کر کے پشوتن کو سالار جنگ / روانہ ہوا وانسے وہ بیدرنگ
کتف بستہ جو تھا گرگسار / رکھا ساتھ اُسے اسپ پر کر سوار
گئے اپنی سرحد سے جب دم گذر / تو اک دشت پرہول آیا نظر
وہ تھی اولیں منزل ہفتخواں / کروں میں حقیقت اب اسکی بیاں

وہ صحرا جو دیکھا تو اسفندیار
بلا آوے گی آج ور پیش کیا
وہ گرگان جنگی ستمگار ہیں
سو ان سے رو ئیں تن اسفندیار
یہ کہہ کر ز روئے دلیری و مرد
لگے اسقدر زخم پیکان تیز
دلیرانہ آ کر مقابل ہوئے!
جواں مرد نے پھر یہ اس سے کہا
نہیں آج کچھ اور خوف و خطر
ہوئے بعد ازاں مائل خواب سب
ہوا مہر رخشاں جو وقت سحر
دلاور نے یوں راہبر سے کہا
کہ ہیں پیل سے بھی سطبر و بلند
پشوتن لگا کہنے ہم تم بہم
دلیرانہ پھر کھینچکر تیغ کیں!
ولے اس دلاور نے بخوف و بیم
اقامت گزیں ہو گئے با صد خوشی
وہ بولا کہ اک اژدہائے دماں
ہوا سنکے یہ بات اندیشہ مند
نہ تاخیر کو دخل ہرگز دیا!
کئے بستہ اسپان تازی نژاد
دم صبح گردوں پہ ہو کر سوار
گیا ور کو صندوق کے وہیں نبد
وہ گردوں و صندوق اسپان تھے
زبوں ہو گئے گردوں کو اُلگا دہیں

احوال منزل اوّل راہ ہفتخواں

قوی ہیکل و سخت خونخوار ہیں | کہ ہنگام پیکار بے خوف و باک
یہ بولا کہ جب گرگ ہوں آشکار | تو پھر بارش تیر تم کیجیو!!
ہوا دشت پُر خوف میں رہنورد | نمایاں ہوئے گرگ خونخوار جب
کہ خستہ ہو وے گرگ وقت ستیز | وہیں کھینچکر تیغ زہر آبدار
سوئے جنگ و پیکار مائل ہوئے | کیا قتل گرگوں کو انجام کار
کہ باقی کوئی اور بھی ہے بلا | وہ بولا کہ بس تھے یہی گرگ دو
بعیش و طرب کیجے شب بسر | غرض واں فرود آئے ہنگام شام

احوال منزل دوم راہ ہفتخوان!

کہ ہے راہ میں آج کیا کیا بلا | وہ بولا ہیں گرگسار اجواں
مبادا تجھے اُن سے پہنچے گزند | نمایاں ہوئے جب وہ شیر عریں
کریں حملہ شمشیر کر کے علم | ولیکن ہوا اُس کو مانع جواں
دو پارہ کیا شیر نر کو وہیں | ہوا کشتہ جب تو پھر مادہ شیر
کیا تیغ بران سے اسکو دو نیم | مظفر ہوا جب کہ اسفندیار
مئے خوشگوار اُس نے واں نوش کی | طلب کر کے پھر راہبر کو کہا
مقابل ترے آئیگا اب جواں | دراز و سطبر و درشت و دژم
لگا کہنے پھر سرور ارجمند | کرو ایک طیار گردوں یہاں
شبا شب وہ گردوں مرتب کیا | کئے تعبیہ تیر و تیغ و سناں

احوال منزل سوم از راہ ہفتخوان

روانہ ہوا گرد اسفندیار! | ولے تھا وہ صندوق میں جلوہ گر
کہ تا اژدہا سے نہ پہنچے گزند | وہ آیا جو مانند ابر سیاہ
لیا کھینچ اُس اژدہا نے بدم | ہوئی کارگر جبکہ تیغ و سناں
رہی پھر نہ طاقت جو ہو گرم کیں | نکل وہیں صندوق سے وہ دلیر

لگا پوچھنے یوں کہ ای گرگسار
وہ بولا کہ اے مرد زور آزما
کریں پہلوی پیل دانتوں سے چاک
نہ زنہار فرصت ذرا دیجیو
کیا تیر باراں سواروں نے تب
پشوتن جواں اور اسفندیار
ہوا دیکھ حیرت زدہ گرگسار
سو تو نے کئے قتل ای جنگجو!
لگے پینے صہبائے گلگوں تمام
بسر کی بخوبی وہ آرام شب
تو واں سے روانہ ہوئے پیشتر
دو شیران خونخوار رہتے ہیں یاں
تب اسفندیار جواں سے وہیں
کیا آپ سوئے ہژبراں دوال
ہوئی ہم نبرد جوان دلیر!
تو لایا بجا شکر پروردگار
کہ فردا مجھے پیش آئیگا کیا
دہن سے آتش فشاں دمبدم
کہ ہوئے ازاں بعد راہ رواں
رکھا ایک صندوق بھی بعد ازاں
کہ تھے تیز رفتار مانند باد!!
پڑا اژدہائے دژم جب نظر
تو ماہی سے تیرہ ہوا تا بماہ
تو عاجز ہوا اژدہائے دماں
خروشاں ہوا قتل عزندہ شیر

کیا زخم شمشیر براں رہا !!
وہ پارہ ہوا وہ سیہ اژدہا

ہوا ایک بے ہوش جنگی جواں
تو کی نوش دارو وہیں نوشجاں

بفضل الہی ہوا تندرست
توانا و خرم دل چاق و چست

سپاس خداوند جاں آفریں
وہ لایا بجا خرمی سے وہیں

ہے لعل گوں نوش کی بعد ازاں
لگا کہنے یوں راہبر سے کہ ہاں

تو کیفیت منزل چار میں
بیاں کر تو اسنے کہا پھر وہیں

زن سحر ساز ایک رہتی ہے یاں
اور اک غول ساتھ اسکے ہے نوجواں

لگا کہنے ہنسکر یہ اسفندیار
علاج اس کا آساں ہے ای دوستدار

احوال منزل چہارم از راہ ہفتخواں

ہوا پیشتر روز چہارم رواں
وہ اسفندیار جواں پہلواں

کہیں راہ میں ایک تھا سبزہ زار
اقامت گزیں واں ہوا نامدار

غرض کرکے ترتیب بزم خوشی
خوشی سے ہوا گرم بادہ کشی

زن خوب رو ایک آئی وہاں
کیا آکے یوں مہ جبیں نے بیاں

کہ ہوں دختر اک شہ کی ای نامدار
بیاباں میں لایا مجھے دیوسار

تو اب غول کے بند سے کر رہا
حضور اپنے رکھ مجھکو صبح و مسا

یہ گفتار سنکر دلاور جواں !
یہ بولا کہ وہ غول اب ہے کہاں

وہ بولی گیا ہے برائے شکار !!
وہ آتا ہے جلد وہ نابکار

یہ سمجھا یقیں وہ جواں پہلواں
کہ ہے ساحرہ یہ زن نوجواں

وہیں کر کے اسکو اسیر کمند
کیا بستہ محکم بزنجیر و بند

وہ جادو سے پھر بن گئی پیرزن
ہوا پر غضب مرد شمشیر زن

کیا کھینچکر تیغ اس کو دو نیم
نمایاں ہوا پھر غبار عظیم

جہاں جس سے تاریک سارا ہوا
سیہ غول پھر آشکارا ہوا !!

سوئے فوج اسفندیار جواں
دہن سے ہوا وہ بہت آتش فشاں

شتاباں ہوا کھینچکر وہیں مرد
ہوا غول بد کیش سے ہم نبرد

کیا غول نے زور ہر چند پر !
نہ غالب ہوا اس تنومند پر

وہ غول سیہ کار انجام کار
ہوا کشتہ از تیغ زہر آبدار

مظفر جوان دلاور ہوا !!
معین بخت اقبال یاور ہوا

دلاور نے پھر راہبر سے کہا
کہ دیکھا تماشا مری جنگ کا

کیا غول کو میں نے کیونکر ہلاک
زمیں کو کیا جسم سے میں نے پاک

وہ بولا کہ اے آفریں مرحبا
ولے پیش آوے گی کل معلا

کبھو جس سے رہائی ہو دشوار تر
تو جابر ہو ہر گز تو اے نامور

غرض ایک سیمرغ خونخوار ہے
مکاں اس کا بالائے کہسار ہے

وہ تجھ سے بھی ہیں اسکے بس زورمند
درشت و قوی بازو و سر بلند

بچے اور جتنی ہے تیری سپاہ
کریگا وہ سیمرغ سبکو تباہ

احوال منزل پنجم از راہ ہفتخوان

وہ بولا بتایید یزدان پاک
کروں تیغ براں سے انکو ہلاک

نوازانہ ہوا صبح اسفندیار !!
دلیرانہ گردوں پہ ہو کر سوار

وہاں جبکہ پہنچا دلاور جواں
کہ سیمرغ مسکن گزیں تھا جہاں

تب آیا وہ سیمرغ گردن فراز
کیا اسنے چنگال وہیں دراز

کہ گردوں کو پہنچائے از روئے کبر
سر قلعہ کوہسار بر ہیں !!

ولے اس میں رکھے تھے تیغ و سناں
ہوئی پارہ منقار حلق و زباں

ہوا اسکے تن سے رواں بحر خوں
زمیں پر گرا ہو کے پست و زبوں

نکل وہیں صندوق سے مثل شیر
ہوا نعرہ زن پہلوان دلیر

کئے زخم شمشیر یاں تک رہا
کہ سیمرغ کو بس دو پارہ کیا

جو دیکھا تو بچے ہراساں بہت
وہیں آشیاں کو گریزاں ہوئے

جواں مرد کے بازو و دست پر
ہوئی آفریں خواں سپہ سر بسر

لگا کہنے یوں بعد ازاں گرگسار
ششم منزل ای مرد نامدار

کہوں کیا کہ پر رنج ہے استوار
گذرنا وہاں سے ہے دشوار تر

بہت بارش برف و باراں ہے اس
چلے باد تند ای جواں پہلواں

تبہ ہو سپاہ ہو سپاہ سخت جاں
یہ سنکر ہوئی فوج اندیشہ مند !

لگے کہنے پھر دم کرے نامدار
معاً کہنے لگا نہیں نہ ہرگز پھروں
نہیں فوج درکار کچھ زینہار
نہ ہو وے جدا تجھسے ہم زینہار
بروز ششم سرور نامور
لگی چلنے تب تند باد اسقدر
ہوئی بارش برف بھی بعد ازاں
سپاہ سپہدار اسفندیار
شتاب اپنے بند و نہ تو رحم کر
بجا لا کے پھر شکر پروردگار
یہاں پیش آوے گی اب کیا بلا
زمیں گرم ہے چوں تف آفتاب
غرض یہ خرابی ہے تا سی گروہ
نہ منصور فیروز ہوں زینہار
تو ہرگز نہ رکھ اب قدم پیشتر
ہوا عازم منزل ہفتمیں
وہیں راہبر سے یہ بولا جواں
ترا بخت فرخندہ یاور ہوا!
ہوا پر غضب دیکھکر نامدار
عبث تو نے پہنچا کے بیم و گزند
کہ با وصف پیماں نہ روئے جفا
کرے تا کہ عطف عناں یاں سے تو
توقع قوی ہے کہ میری خطا
گذر بحر زخار سے بعد ازاں
سپہدار جنگی یہ بولا وہیں!

خدا سے نہیں کر سکے کارزار
رہِ ہفتخواں طے بہمت کروں
مددگار میرا ہے پروردگار!
کریں جان و دل تجھ پہ یکسر نثار
وہاں سے ہوا عازم پیشتر

مناسب یہی ہے کہ بس پھر چلو
مگر یاں سے پھر جاؤ تم شوق سے
یہ سنکر سران سپاہ دلیر
وہ بولا پھروں گر بفتح و ظفر
ہوا روز جب رفتہ رفتہ تمام

احوال منزل ششم راہ ہفتخواں

رہی تین دن ایک آفت بپا
رہ عجز سے ہو کے واں اشکبار
کہ ہو یہ بلا دفع اب سر بسر
سپہدار بولا کہ اے کرگسار
وہیں راہبر نے یہ پاسخ دیا
نہیں ہے کہیں ایک قطرہ آب
سوا اسکے اے شاہ گردوں شکوہ
دلیران ایراں و توراں دیار
سوئے خانہ عطف و عناں پھیر کر

نہاں زیر کہسار لشکر ہوا
لگے مانگنے یہ دعا سب وہیں
کیا لطف سے سبکو یزداں نے شاد
بفضل خدائے جہاں آفریں
کہ ہے راہ میں ریگ تفتہ تمام
نہ ہرگز کرے خاک پر سبزہ جا
وڑ روئیں آتنا ہے محکم کہ بس
میسر نہ ہو خانہ و علف و کاہ
دلیر و جوانمرد اسفندیار

احوال منزل ہفتم از راہ ہفتخواں

نہیں ریگ تفتہ کا یاں کچھ نشاں
اثر برف کا اس زمیں پر ہوا
کہا راہبر سے کہ اے نابکار
کیا فوج کو میری اندیشہ مند
گرفتار زنجیر مجھ کو کیا!
برآمد مرے دل کی پھر آرزو
معاف اب ہو یکسر زرو خطا
کہ خیمہ با شوکت و فر و شاں
کہ تدبیر تسخیر حصن متیں

سراسر ہوئی باطل تری گفتگو
وہاں سے جو لشکر ہوا پیشتر
تو کہتا تھا ہرگز نہیں قطرہ آب
خجل ہو کے کہنے لگا کرگسار
سخن آگے تیرے دروغ اک بار
رہائی ہو یعنی مری بند سے
ہنسا پھر سپہدار عالی جناب
وہاں سے وہ دو ڈھ ایک فرسنگ تک
تبا زود ز مجھکو اے کرگسار

تن و جان و سر یاں نہ برباد ہو
شتاباں سوئے ظلمہ ہو ذوق سے
لگے کہنے اے شاہ آفاق گیر!
تو بخشوں تمہیں ملک و گنج و گہر
کیا متصل کوہ کے تب مقام
کہ عاجز وہ لشکر ہوا سر بسر
تردد سے ناچار لشکر ہوا!
کہ اے خالق آسمان و زمیں
ہوئی یکقلم دور واں برف و باد
رہی باقی اب منزل ہفتمیں!
ہوا گرم چوں شعلہ ہائے صبح و شام
نہ مل پر اڑے وہاں بر و ہوا
کریں جہد و کوشش اگر سو برس
سپاہ گراں ہو وے آخر تباہ
نظر کر کے سوئے خداوندگار
ہر اک گام پر سرد پانی زمیں
یہ سنکر وہ بولا کہ اے نامجو
تو اک بحر زخار آیا نظر
بلا دیکھی سب کو تف آفتاب!
کہ ہوں تجھسے آزردہ اے نامدار
کیا میں نے اسواسطے آشکار
غرض فضل و لطف خداوند سے
اسے بند سے دی رہائی شتاب
اسیر کا چھکے آہنگ سمت آب!
دیا اسنے پاسخ کہ اے نامدار!

اگر تم وہ صد سال کوشش کرو ۔ نہ ہرگز وہ حصن متین فتح ہو
وہ کردوں فتح اک آن میں ۔ میں گھوڑے کو دوڑا کے میدان میں
کروں سر جدا شاہ ارجاسپ کا ۔ دلیرانہ لوں کینہ لہراسپ کا
زن و دختر و خواہر شاہ چیں ۔ کروں میں گرفتار از رہ کیں
یکایک ہوا تند وہ شور بخت ۔ کہی اُسنے شوخی سے گفتار سخت
ہوا پر غضب سُنکے سالار دہر ۔ ہوئی شعلہ خیز آتش خشم و قہر
بیک زخم شمشیر زہر آبدار ۔ قلم کی وہیں گردن گرگسار
گیا شب کو لیکر کئی پہلواں ۔ سوئے قلعہ اسفندیار جواں
بنا یاد رُوئین و آہن سی تھا ۔ نہیں نام بھا واں گل و خشت کا
سہ فرسنگ بالا و پہنا چہل! ۔ ہوا دیکھ حیراں جوانمرد دل
کوئی چارہ دیکھا نہ تسخیر کا! ۔ نہ پایا وہاں کام تدبیر کا
وہ بولا کہ کہتا تھا سچ گرگسار ۔ کہ یہ دژ نہ تسخیر ہو زینہار!
اُٹھا کر بہت رنج آیا یہاں ۔ دریغا کہ محنت گئی رائیگاں
میسر ہوئی کچھ نہ راحت مجھے ۔ ہوئی حاصل آخر ندامت مجھے
غرض ہو کے مایوس واں سے پھرا ۔ غمیں خاطر و دل پراگندہ تھا
ہوا ایک درویش وہیں دو چار ۔ یہ کہنے لگا اس سے اسفندیار
کہ کیفیت دژ ذرا کر بیاں! ۔ وہ درویش بولا کہ ای پہلواں
سپاہ گراں ہے درون حصار ۔ نبرد آزمایان خنجر گذار!!
سدا غلہ پیدا ہو واں بے حساب ۔ رواں ہیں بہت چشمہ جوئے آب
نہیں واں کوئی چیز مطلوب ہے ۔ مہیا ہے اس دژ میں ہر ایک شے
گذر مردم غیر کا واں نہیں ۔ دیے حکم یوں ہے سپہدار چیں
کہ آوے کہیں سے جو بازارگاں ۔ تو آنے دو اُسکو یہاں بیگماں
یہ سُنکر ہوا شاد اسفندیار! ۔ کیا آپشوتن سے یوں آشکار
کہ جاتا ہوں میں بنکے بازارگاں ۔ درون دژ روئیں اے پہلواں
تو رہنا خبردار شام و پگاہ ۔ کہ تیرے حوالے ہے کیسہ سپاہ
نہ ہونا تو زنہار اندیشہ مند ۔ دے جبکہ ہو دژ میں آتش بلند
تو اُسوقت لے کر سپاہ بخطیر ۔ دلیرانہ آنا در قلعہ پر!!
زد و کشت آ کر وہاں کیجیو ۔ جدا اُن سے ترکوں کے سر کیجیو!
مہیا وہیں کرکے یکصد شتر ۔ کیا جامہ کاروانی ببر
وہ اشتر تھے دیبائے رومی سے پر ۔ وہ اشتر پر از لعل و یاقوت و دُر

رفتن اسفندیار بلباس سوداگران در رُوئیں دژ و کشتن ارجاسپ و کہرم پسرش را و فتح یافتن

وہ ہشاد اشتر کی باقی رہے ۔ سو ہر اک پہ صندوق وہ دو رکھے
صد و شصت گردان جنگ آزما ۔ کئے مرد جنگی نے اُن میں نہاں
ہوئے ساربان صد یل نامجو ۔ نبرد آزمایان پرخاش جو
غرض اس طرح سے برد حصار ۔ گیا مرد روئیں تن اسفندیار
سنا شاہ ارجاسپ نے ناگہاں ۔ کہ آیا ہے ایراں سے اک کارواں
کہا جا بجا ہر گذربان کو! ۔ کہ زنہار اس سے مزاحم نہو
جو پہنچا در قلعہ پہ کارواں ۔ نہ ہرگز مزاحم ہوئے پاسباں
گیا پھر وہ سوداگر ارجمند ۔ خوشی سے درون حصار بلند
یہ ارجاسپ کو جاکے بھیجا پیام ۔ کہ ای شاہ نام آور ذو الکرام
رہ دور سے با متاع گراں ۔ مسافت کو طے کرکے آیا یہاں
یہ ہے خواہش بندہ خاکسار ۔ کہ آوے حضور شہ نامدار
دیا شہ نے حکم آوے یہاں ۔ گیا پیش ارجاسپ بازارگاں
متاع گراں پیشکش کی وہیں ۔ ہوا خرم و شاد سالار چیں
کہا نام کیا اُسنے پاسخ دیا ۔ کہ خرّاد ہے نام میرا شہا!
یہ پوچھا کہ اے مرد بازارگاں ۔ [illegible]
[illegible] ۔ جہاندار گشتاسپ و اسفندیار

یل گرگساران نبرد آزما
کہ ایران سے عازم ہوا ہیں اِدھر
کہ آئے رہ ہفتخواں سے اِدھر
وہ جرار رخصت ہوا بعد ازاں
غرض لیکے بازار میں اک نکال
دلاور کی دو خواہر مہر وش

سلامت ہے یا قتل اُس کو کیا
نہیں ہے وہاں کی مجھے کچھ خبر
ہوا شاہ ترکاں یہ سنکر خبر
کیا شاہ نے ہنگام رخصت بیاں
لگائی دوکاں پر متاع گراں
شہ چین کے مطبخ میں بھی آتش

دیا اُسنے پاسخ کہ ہے بادشاہ
ولیکن یہ تنہا رہ میں شتاب
کہا یوں کہ کیا تاب اسفندیار
کہ یاں آئیو چاہیے جسوقت تو
لگے آنے ہر جنس کے مشتری
سنی یہ خبر جبکہ دونوں نے واں

ہو منقضی مدت پنج ماہ!
کہ یہ عزم رکھتا ہے اسفندیار
رہ ہفتخواں سے کرے جو گذار
مزاحم نہ ہو دیگا درباں کبھو
ہوا گرم بازار سوداگری
کہ آیا ہے ایراں سے بازارگاں

سوئے کاوان وہ شتابان گئیں
وہ بولا کہ ہوں مرد بازارگاں
ملے وہیں واقف رہیں جان سے
لگی اُس سے کہنے کہ اے نامور
تمہاری رہائی کو ہیں آیاں ہیں
گیا ایک دن وہ جواں پیش شاہ
کہ گشتی تباہی سے نکلے اگر
ہم جی میں ہے اب نہ کیجیے ادا
کہا شہ سے جراد نے بعد ازاں
بلندی پہ ہوں قلعہ کی خیمہ زن
وہاں پھر سراپردہ کرکے بلند
ہوا ذوق افزائے بزم طرب
شہ چیں و یکدست ترکاں شتاب
[illegible] دیکھا تو لشکر سیاہ
خرد مشدہ پھر ہو گئے مانند شیر
وہ مجلس میں تھا بسکہ مست شراب
کہ لیکر سواران پنجاہ ہزار
[illegible]
ہوئے کر صد و شصت مردان کار
بہت کشتہ و خستہ ترکاں ہوئے
یہ کہہ کر گئی ہر دو لالہ عذار!
لگے خنجر آبگوں کا و تیغ!
زن و دختر و خواہر شاہ چیں
کئے قتل گردان چیں بے شمار
وہ کہرم پسر شاہ ارجاسپ کا

یہ جراد سے آ کے پرساں ہوئیں
نہیں واقف حال شاہ و ولی
یا اُسکو پہچان آ تو انہیں
کریں کچھ بحیلہ زار مخلوق کو
کسی سے نہ یہ راز کیجو عیاں
لگا کہنے اے شاہ گیتی پناہ
کروں جشن ترتیب میں زود تر
غرض شہ ہو مجلس میں ذوق و طرب
کہ سنگیں ہے یاں آج ہوں نو بہار
کروں ایک ترتیب وہ انجمن
خوشی سے وہ سعد اگر ارجمند
گئے نامداراں بھی تھے اسکے قریب
ہوئے مست و مخمور سنکر شراب
[illegible] آگہ ہوا کینہ خواہ!
کہا میں ہوں اسفندیار دلیر
یہ سنکر گیا سوئے خانہ شتاب
کہ اب جلکے بدخواہ ہیں کارزار
انبارہا جا بجا تھے وزن حصار
جو المز و دریش تن اسفندیار
جو باقی رہے سو گریزاں ہوئے
سوئے منزل گہہ اسفندیار
رہا زخم باہم کئے بید ریغ
گرفتار ساتھ اسکے وہیں ہوئیں
یکایک وہاں یہ ہوا آشکار
پشوتن کے تھا ساتھ جنگ آزما

کہ احوال گشتاسپ و اسفندیار
یہ کہہ کر ہوا تند اور خشمگیں
بہنگام شب پیش اسفندیار
جواں نے بھی پہچان انکو لیا
وہ بیچاریاں شاد و خرم ہوئیں
تباہی میں آیا تھا میرا جہان
عنایت سے پھر ایزد پاک کی
یہ سنکر لگا کہنے ارجاسپ شاہ
نہایت ہے تنگ آشنہ نامدار
شہ چیں نے پروانگی اسکو دی
ہوا محفل آرائے عیش و نشاط
تمام لطیفہ دمی دور جام
ہوئی روشن آتش وہاں بعد ازاں
وہاں جسکو پایا سے بید ریغ
ہوا شاہ ارجاسپ کو آشکار
سپہدار کہرم کہ فرزند تھا
سپاہ گراں لیکے کہرم گیا!
سپہ پیش ارجاسپ کمتر رہی
گیا وقت شب سوئے ایوان شاہ
گئیں وہیں پیش جواں خجستہ حال
لگے کرنے باہم وہیں کارزار
ہوا کشتہ ارجاسپ انجام کار
پھرا وہ سے پھر وہ ملا و خواب
کہ کشتہ اب شاہ ارجاسپ گیا
سنی جب یہ آواز حیراں ہوا

مجھے گر ہے معلوم کر آشکار!
وہ بیچاریاں وقتی پھر گھر گئیں
گئیں پھر وہ سمیں بر و گلعذار
طلب کرکے خلوت میں انکو کہا
گئیں پھر وہ در مطبخ شاہ چیں
قبول اسکی گھڑی کی تھی بے نیاز
لنگر کی گشتی مقصد ملی!!!
کہ منزل میں آئینگے صبح گاہ
یہ لطف شہی سے ہوں امیدوار
کروں روشن آتش بفرط خوشی
دم صبح شہ از سر انبساط
مہیا تھا سامان عشرت تمام
کہ فرسنگہا جس کا پہنچا دھواں
کیا کھینچکر زیر ایرندہ تیغ
کہ آیا در روژ پہ اسفندیار
گئے سے شاہ ارجاسپ نے یوں کہا
ہوا جا پشوتن سے جنگ آزما
ہوئی جب والد کو یہ آگہی
دلیرانہ چیں سے ہوا رزمخواہ
دیا اسکو مشکوئے شہ کا نشاں
سپہدار ارجاسپ و اسفندیار
مظفر ہوا گرد اسفندیار
بسٹے در قلعہ آیا دواں
کہ بدخواہ نے ہو کے پرخاش جو
وہیں جانب در شتابان ہوا

گیا جبکہ کہرم درون حصار
دلیران توران و گردان چیں
زبوں آخر کار ترکاں ہوئے
لگا کہنے کہرم سے اسفندیار
وہ مرد توانا و چست و دلیر
کیا تیغ سے پھر سر اسکا جدا
حضور اسکے حاضر جو ترکاں ہوئے
سران نواحی توران دیار
نہ کوئی رہا چیں میں اک نامدار
زنان پے پوار ارجاسپ شاہ
لکھا نامہ فتح گشتاسپ کو!
تو بالفعل واں ہوا قامت گزیں
مسخر کیا ملک توران و چیں

ہوا گرم جنگ اس سے اسفندیار
ہوئے بسکہ واں کشتہ تیغ کیں
سراسیمہ وانسے گریزاں ہوئے
کھڑا ایک ہے آئے کہرم نامدار
ہوئے گرم پیکار مانند شیر
خوشی سے وہاں حکم پھر یہ دیا
تو وہ مورد لطف و احساں ہوئی
ہوئے آکے محکوم اسفندیار
نہ توراں میں کوئی رہا شہریار
رکھیں اپنے مشکو میں باعزّ و جاہ
ہوا شاد وہ شاہ فرخندہ خو
تصرف میں لا ملک چین و چیں
یہاں بیم و اندیشہ ہرگز نہیں

پشوتن بھی دنبال کہرم گیا
وہ روز ہوا غرق خوں سر بسر
ولیکن نہ زنہار کہرم ہٹا
برے ساتھ ہو آکے گرم نبرد
پکڑ کر کمر بند کہرم وہیں
کہ جو کوئی حاضر ہو یاں آن کر
بہت دن رہا قلعہ میں نامور
ہوا واں جو کوئی نہ فرماں پذیر
سپہ کو بعید لطف و جود و عطا
ولے دختر و خواہر شاہ چیں!
یہ اسفندیار جواں کو لکھا
سپہدار نے پھر لکھا یہ جواب
بس اب آرزو قدمبوس شاہ

ہوا گرم بازار پرخاش کا!
پڑی نعش پر نعش ایدہر اودھر
دلیرانہ میداں میں قائم رہا
یہ شنگ مقابل ہوا شیر مرد
دلاور نے پٹکا روئے زمیں
کروں اسپہ لطف و کرم بیشتر
مسخر ہوا ملک چیں سر بسر
تو بس قتل اس کو کیا یا اسیر
دلاور نے گنج فراواں دیا!
ہر اک پور کے کی حوالے وہیں
کہ لے نامدار نبرد آزما!!
کہ اے تاجدار ثریا جناب
مجھے ہے شب و روز شام و پگاہ

آمدن اسفندیار در ایران و ملامت کردن پدر

دگر بارہ جب نامہ پہلواں
بہ ہفتخواں سے پھر اسفندیار
تو بس وہیں پایا تمام و کمال
بزرگان ایراں گئے پیشوا!
کیا آفریں اور کی یہ دعا
اُسے ہاتھ سے اپنے پھر کر دیئے
کیا کشتہ جسطرح ارجاسپ کو
کہ گفتار متاں ہے بے اعتبار
برابر بٹھا کرسی پہ اسفندیار
بظاہر ہوا خوش شہ ارجمند
جو دیکھی یہ بے مہری شہریار
کہ میں نے کیا قتل ارجاسپ کو

روانہ ہوا سوئے ایران یار
تلے برف کے دب گیا تھا جو مال
وہانسے جو نزدیک ایواں گیا
کہ عالم ستارہ رہیں جیسے مہ سیا
گئی آپ بھی پادشہ نے پیئے
تو کہہ مجھسے تا دل مرا شاد ہو
سحرگاہ مفصل کروں اُسکا
جواں نے حضور شہ نامدار
ولیکن ہوا دل میں اندیشہ مند
ہوا سخت آزردہ اسفندیار
بفرمان شاہنشہ نامجو

وہاں جبکہ پہنچا وہ فرخ نہاد
کیا جبکہ نزدیک شہر پدر
تو آیا جہاندار گشتاسپ بھی
کیا ایک بہ ترتیب جشن نشاط
کہا شاہ نے پھر کہ ای پہلواں
وہ بولا کہ اس دم ہوں مست شراب
جہاندار گشتاسپ روز دگر
مفصل کہا قصۂ ہفتخواں
نہ ہرگز دیا اسکو دیہیم و تخت
کتایوں جو تھی مادر مہرباں
گرفتار تھیں انکی ماں اور خواہر

پڑھا شاہ نے تب لکھا آبیاں
ہوئی تھی جہاں بارش برف و باد
تو وہیں بحکم شہ نامور!!
بغلگیر ہو کر بافراط خوشی!
پئے جام مے از رہ انبساط
بیاں کر ذرا قصۂ ہفتخواں
کہوں کیا میں ای شاہ گردوں جناب
سر تخت زریں ہوا جلوہ گر!
کیا ماجرہ جنگ کا سب بیاں
کہ تھا شاہ کو اس سے وسواس سخت
حضور اسکے جا کر یہ بولا جواب
رہا کر کے لاؤں انکو یہاں

اٹھائی بہت محنت و رنج و سخت
کتابوں نے یہ سنکے اندوہ و پند
مباد اکرے پھر گرفتار بند
کہ محکوم ہیں تیرے سردار فوج
کریگا تو شاہی پس مرگ شاہ
کہا ایک دن وقت مستی مے
جو کچھ کام اس جانفشاں نے کیا
بظاہر یہ دلجوئی پہلواں!
طلب کر کے جاماسپ کو اپنے پاس پھر
کہا ہے کس طرح مرگ اسفندیار
زبردست ہے مرد اسفندیار
ہوئے پہلواں رستم نامدار!
بہت کر کے تعریف اسفندیار
یہ کہہ کر بسوئے سپہران سپاہ
کہا میں نے یہ رستم گرد کو
اطاعت سے پھیرے ہے اب اپنے منہ
تہمتن ہے القصہ لیل و نہار
عجب سے دل میں کینہ ہے اسپات کا
جواں سے کہا شاہ نے بعد ازاں
وہ بولا کہ میں پہلے اے بادشاہ
عوض اسکے گرز ہم کہنے سے آہ
کہوں قصہ ہفتخواں یاد کر
زن پیر جادو وہ مغول سیاہ
وہ سختی سرما وہ باراں برف
گذر تھا جہاں سخت میں واں گیا

کہ تا شاہ بخشے مجھے تاج و تخت
کہا یوں کہ اے مرد ارجمند
روا رکھے پھر شاہ تجھپر گزند
تو ہے صاحب حکم و سالار فوج
کہ ہو وارث تخت و تاج و کلاہ
کہ شاہی خدائی کو معلوم ہے
نہ ہرگز کسی پہلواں نے کیا
ہوا وہ ہیں مصروف شاہ جہاں
کہا یوں کہ اے مرد اختر شناس
یہ سنکر خردمند نے ایکبار!
کسی کو نہیں طاقت کارزار
کرے گا اُسے کشتہ انجام کار
لگا کہنے اُس سے کہ اے نامدار
نگہ کر کے بولا شہ دیں پناہ
کہ اب چلکے میرا مددگار ہو
یہ کہتا ہے نخوت سے اب روز و شب
ثنا گوئے کیخسرو نامدار!
نہایت تردد ہے صبح و مسا
کہ جائیگے لشکر سوئے سیستاں
ہوا شاہ ارجاسپ کینہ خواہ
کیا قید مجھکو بحال تباہ!
تو پھر راست ہوں گو تن سربسر
کیے کشتہ میں نے بفضل الہ
وطغیانی و جوش دریائے ژرف
شہنشاہ کا حکم لایا بجا!

پر ایفائے وعدہ میں پایئے قصور
تو یہ بات ہرگز زباں پر نہ لا
پدر سے کہ ہے تارک یہ تاج بھی
نہ کر اضطراب اے یل بے نظیر
خوش آئی نہ یہ پند اُسے زینہار
کیا قتل دشمن کو اے بادشاہ
مگر حیف ایفائے وعدہ ہنوز
ہوئے دل میں ناخوش ہوا شہریار
ذرا دیکھ احوال اسفندیار
نظر کر سوئے گردش مہر و ماہ
جہانمیں ظفرمند و فیروز ہو
ہوا شاہ شاداں یہ سنکر سخن
مبارک تجھے تخت و تاج شہی
کہ کشتہ ہوا شاہ لہراسپ جب
نہ آیا مرے ساتھ ہرگز ادھر
کہ ہے کابل و زابل و نیمروز
براہ اطاعت وہ آتا نہیں
مناسب ہے اب یہ کہ اسفندیار
تہمتن کو پا بستہ کر یا اسیر!
شہ چیں کو وقت دمادم شکست
کیا کشتہ اب شاہ ارجاسپ کو
وہ گرگان جنگی و شیر ژیاں
وہ سیمرغ آیا جو بہر ستیز
کہوں گر بیاں میں تو ہو رنگ تنگ
بہانے کو مت کام فرما شتاب

تو کہہ جا کے انصاف سے ہے یہ دور
کہ ہو بدگماں شاہ کشور کشا
ہوئے فی الحقیقت ہے تجھکو شہی
کہ آخر ہوا شاہ گشتاسپ پیر
اٹھا ہو کے دلگیر اسفندیار
رکھا میں نے ناموس تیرا نگاہ
نہ تو نے کیا اے شہ نیک روز
یہ گفتار آئی بہت ناگوار!
تو کر مجھسے راز فلک آشکار
کہا یوں کہ اے شاہ گیتی پناہ
مسخر کرے ہفت اقلیم کو!!
وہیں ایک ترتیب کی انجمن
کہ زیبا ہے تجھکو کلاہ شہی!!
ہوئیں دختران وہ زناں بند سب
نہ لی اتنی مدت میں میری خبر
عطا کر وہ خسرو خصم سوز
مجھے کچھ بھی خاطر میں لاتا نہیں
کہے رستم گرم سے کارزار!
تو پھر آکے لے مجھسے تاج و سریر
لیا ملک یکسر اُسے کر کے پست
کہ شاداں ہو شاہنشہ نامجو
وہ کافر بلا اژدہائے دماں
تو کھینچا اُسے بھی تہ تیغ تیز
رواں مثل دریا دل خارہ سنگ
رہ لطف سے کر مجھے کامیاب

کہ پیماں سے پھرتے نہیں زینہار
حوالے کیا پھر تجھے تخت و تاج
اگر میں کروں فخر شائستہ ہے
شہنشاہ نے پھر یہ پاسخ دیا
کمربستہ حاضر تھے جو بندگاں
بڑا حیف ہے سخت ہے عار و ننگ
تصرف میں اب نصف ایراں کے ہیں
شتابندہ ہوں پھر سوئے سیستاں
شتاباں ہو تو لیکے گنج و سپاہ
زوارہ فرامرز کو بھی نہ چھوڑ
نہیں جائے اندیشہ کچھ زینہار
کیا قتل ارجاسپ کو روز جنگ
کرے گا تو اک دم میں اسکو اسیر
دلاور جواں نے دیا یہ جواب
یہاں کا ولے تربیت کردہ ہے
بہت اسنے کار نمایاں کئے
زبوں تر ہے نزدیک یزدان پاک
مگر تجھکو اندیشہ کچھ اور ہے
نہیں خوب شاہوں سے پیماں شکست
بزرگوں کی خدمتمیں حاضر رہا
رہ سیستاں لے بفوج گراں
کہ عبرت ہو اوروں کو پھر زینہار
یہ مقصد ہے تیرا کہ ہوں پائے وبس
یہ کہکر جواں ہوکے چیں برجبیں
خبر لاکہ اسکا ارادہ ہے کیا

شہان فلک قدر عالی تبار
پدر نے ترے از سر ابتہاج
بزرگی مجھے آج بائستہ ہے
کہ گفتار تیری ہے یکسر بجا
یل زال اور رستم پہلواں
کہ ہو نامور تو و فیروز رنگ
سریر خلافت کا دعویٰ کریں
کروں جنگ رستم سے میں بیگماں
تہمتن سے ہو جاکے اب رزمخواہ
بد اندیش کے سر کو جلدی سے توڑ
کہ تو ہے جہانمیں یل نامدار
ز شر رو تمیں آخر لیا بید رنگ
تجھے پھر میں دونگا یہ تاج و سریر
کہ رستم کو ہرگز نہیں ہے یہ تاب
ہمارے بزرگونکا پروردہ ہے
زبوں نامداران توراں کئے
کہ ایسے دلاور کو کیجے ہلاک
بھلا یہ بھی شاہا کوئی طور ہے
یہ بہتر کہ شہ قول کا ہو درست
نکوئی مرے ساتھ اسنے کیا
گرفتار رستم کو کر جاکے واں
نہ کوئی کرے سرکشی اختیار
رہو تمیں نہ زنہار تیرے حضور
شتاباں ہوا سوئے خانہ وہ بس
یہ سنکر وہ دستور دانا گیا

بھلا روم میں تو نے شاہنشہا
کئے میں نے اب کار ہائے کلاں
مناسب ہے یہ اور لایق تجھے
ولے سخت غم ہے کہ ہر صبح و شام
اور اب سرکشی ہمسے کی اختیار
ترے آگے اسطرح شام و سحر
لگا کہنے یوں گرد آفاق گیر
وہ بولا کہ تیرا ہے دیہیم و تخت
گرفتار کر رستم و زال کو
نہ رکھ بد سگالاں کا نام و نشاں
کیا ہفتخواں فتح تو نے تمام
نہیں تاب رستم جو ہو ہم نبرد
قسم ژند و استا کی ای پیلتن
جو مجھسے کرے آگے میدانمیں جنگ
سنا ہے کہ رستم یل نامدار
نہ ایرانیاں دیکھے روئے تخت
مخالف ترا تھا اگر پور زال
مجھے بھیجتا ہے سوئے سیستاں
یہ گشتاسپ بولا کہ سن ایجواں
نہ لا درمیاں عذر ای نامور
پیادہ اسے لا یہاں کرکے بند
وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
مبارک یہ اورنگ و افسر تجھے
لگا کہنے جاماسپ سے شہریار
ہے جاکے جب اس سے پرساں حال

کیا کشتہ اک گرگ اک اژدہا
ملائے تہ خاک خوں دشمناں
کہ اورنگ و دیہیم اب دے مجھے
کہ کاؤس و خسرو کے آگے مدام
نہیں حکم لائے بجا زینہار
کہ سرکشی رستم و زال زر
کہ دیجے مجھے آپ تاج و سریر
نہ بد دل ہو اے سرور نیکبخت
تصرف میں لا ملک اور مال کو
کہ ہو پھر کوئی کینہ آور وہاں
بلند اس جہاں میں ہو تیرا نام
تو ہے شیر کش گرد ہے شیر مرد
کہ ہو تمیں نہ زنہار پیماں شکن
کروں ایسے زبوں اس کو میں بیدرنگ
رہا یاں شب و روز خدمتگذار
تہمتن نہ کرتا اگر کار سخت
تو مہماں ہوا کیوں تو اسکا وبال
مرے حق میں ہے بدسگالی یہ
بلا سے اگر رستم پہلواں
تمنا سے اورنگ و افسر ہو گر!
پڑی ہووے گردن میں اسکی کمند
بہانہ تو کرتا ہے بس بیگماں
جہاں سے ہے بس ایک گوشہ مجھے
کہ جا زود نزد پشیں اسفندیار
وہ بولا کہ اے سرو فرخ خصال

جو کچھ مصلحت ہے وہ سمجھے تبا — خردمند نے تب یہ پاسخ دیا
بجالا شتابی سے حکم پدر — نہ سر پھیر زنہار اے نامور
وہ بولا کہ بہتر بفرمان شاہ — سوے سیستاں ہو روانہ پگاہ
حضور شہنشاہ کشورستاں — کیا جا کے جاماسپ نے یہ بیاں
کہ راضی ہے روئیں تن اسفندیار — بجنگ یل رستم نامدار
ہوا شادماں شاہ گردوں جناب — گیا پھر وہ پیش کتایوں شتاب
کتایوں نے بولا شہ نامجو — کہ اسفندیار جہاں گرد کو
کروں تو میں رخصت سوے سیستاں — پئے جنگ رستم بفوج گراں
رضامند ہے گرچہ وہ نامور — ولیکن تسلی ذرا تو بھی کر
کہ رستم کو جب لاوے کرکے اسیر — تو بخشوں میں پھر میں تاج سریر
کتایوں ہوئی شک کے اندر کہیں — جواں سے کہا جلد کے اسنے وہیں
زبردست ہے رستم نامدار — مگر قصد رزم اس سے تو زنہار
نہ جا اسطرف ہرگز اے تخمہ جو — ذرا گوش جاں ہو تو سن میری بات
کتایوں نے بولا یہ اسفندیار — کہ رستم سے ڈرتا نہیں زینہار
ولے قصد پیکار اس سے نہ تھا — کہ ہے وہ نکوخواہ سرکار کا
کروں کیا کہ اب یوں ہے فرمان شاہ — کہ ہوں رستم گر سے کینہ خواہ
پدر پر کیا میں نے ایسا نکو — اگر بعد اقرار انکار ہو
تو پھر مردمی سے نہایت ہو دور — بجا لاؤں ناچار حکم حضور

رفتن اسفندیار طرف سیستان بعزم قید کردن رستم و بیان سوال وجواب

سحرگاہ اسفندیار جواں — ہوا شہ سے رخصت سوے سیستاں
دیا شاہ نے لشکر و گنج و زر — ہوا وہ شتاباں بصد کر و فر
وہ اشتر رواں تھا جو پیش قطار — گیا بیٹھ واں اور پھر زینہار
نہ وانسے اٹھا اس دلاور کے تب — کیا قتل اس کو زروئے غضب
لگے کہنے مردم ہوئی فال بد — مبادا کہ پیش آوے کچھ حال بد
مناسب یہی ہے کہ اب ایکبار — سوے خانہ پھر چلئے اے نامدار
وہ بولا یہ موقعہ ہے اور بجا — ولیکن جہاندار کشورکشا
کہے گا کہ لایا بہانہ جواں! — یہ کہہ کر روانہ ہوا پہلواں
گیا متصل سیستاں کے وہ جب — روانہ کیا اسنے بہمن کو تب
کرے آوے ہاں رستم گرد کو — گیا جبکہ واں بہمن نامجو
تو پھر زال نے نام پوچھا ضرور — ادب سے جھکایا سر اسکے حضور
لگا کہنے یوں بہمن نامدار — کہ آیا ہے روئیں تن اسفندیار
کیا ہے طلب رستم گرد کو — یہ بہمن سے سنکر یل نامجو
گیا پیش رستم کہا ماجرہ — لگا کہنے وہ مصلحت اب ہے کیا
وہ بولا کہ پیوستہ اے پہلواں — رہے ہم کمربستہ پیش کیاں
تو جا شوق سے پیش اسفندیار — بجا لا کے رسم و رہ انکسار
اسے شبل گشتاسپ لا اپنے گھر — تکلف سے مہمانی اسکی تو کر
کیا جبکہ یہ زال زر نے بیاں — گیا ساتھ بہمن کے وہ پہلواں
وہ پہنچے کنارے پہ دریا کے جب — لگا کہنے بہمن تہمتن سے تب
توقف کناں ہو تو اے نامور — کروں باپ سے اپنے جاکر خبر
یہ کہہ کر گیا بہمن نامدار — کہا جا کے یوں پیش اسفندیار
کہ رستم دلیر و جوانمرد ہے — مروت میں اور خلق میں فرد ہے
خبر سنکے آنے کی تیری یہاں — مرے ساتھ آیا ہے وہ پہلواں
گیا پھر سپہدار اسفندیار — جریدہ سوے رستم نامدار
اتر رخش سے رستم پہلواں — جھکا کر سر عجز چوں بندگاں
جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا — پھر آغاز کی یہ دعا و ثنا
کہ اے وارث تخت و تاج کیاں — سر سرفرازان گیتی پناہ
ترے سر پہ زیبا قبائے شہی — ترے سر پہ شایاں کلاہ مہی

وہ ہے نیک طالع جو تیرے حضور
ہمیشہ جہاں میں تو فیروز ہو
فرود آ کے گھوڑے سے اسفندیار
سزاوار تحسین وصد آفریں
وہ بولا کہ مجھکو سرافراز کر!
وہیں رستم گرد کوے گیا!
بس اب تو بھی راضی ہو اسبات پر
دم اکدم رکھے شہ گرفتار بند
کہ راضی نہیں ہے اگر بند پر!
بیان شہنشاہ فرخندہ خو!
وہ بولا کہ آیا تھا یاں شہریار
اگر میرے فرماں سے پھر جائے تو
تجھے بند کرکے نہ لیجاؤں گر
سپہدار نے پھر دیا یہ جواب
تہتن یہ بولا کہ رخصت ہوں اب
جواں نے کہا یوں کہ آما شتاب
کہا اے سپہدار آفاق گیر
لگا کہنے اُس سے یہ اسفندیار
کہ اب مصلحت ہے کہ اے نامدار
ہوا اس سخن سے وہ اندیشہ مند
کہا زال نے یوں کہ اے نامدار
بسوئے سپہدار عالی گہر
وہ بولا کہ ہے منتظر زال زر
مرے ساتھ پیش آئیں ارجمند
کرمیں کام تیرے بہت آؤنگا

پرستش کناں ہو بفرط سرور
طرح مہر کے عالم افروز ہو!
ہوا رستم گرد سے ہم کنار
جہاں میں تو اُسکا ہو یاور معین
تو رو لوٹ فرزانہ چلکے ہو میرے گھر
وہاں جاکے رستم سے کہنے لگا
کہ اس پہلوں تجھکو پابند کر
نہ پہنچائے ہر گز تجھے کچھ گزند
تو بس ہو کے رخصت تو جا اپنے گھر
ہے گھر تو جہاں وہاں چلکے ہو
بلعد وگر اے ستودہ شعار
سر جنگ از روئے کیں آئے تو
تو کیا قدر پائے حضور پدر
کرے پی اور مے مجکو صہبائے ناب
کہوں زال سے جاکے احوال سب
یہاں بھیجا صاف ورنہ جواب
کیا کیوں نہ رستم کو تو نے اسیر
کر پھر آوے گا رستم نامدار
نہ ساتھ اُسکے ہو زمجو زنہار
گیا سوچ میں سرور ارجمند
ملکزادہ وہ اپنا ہے اسفندیار
شتاباں ہوا گرد روزہ گر!
قدم رنجہ فرما تو اے نامور
رواں ہو تو ہو کر اسیر کمند
سدا تیری خدمت بجا لاؤنگا

کہے سرکشی تجھسے جو شور بخت
یہ آئین رسم و ادب دیکھکر
لگا کرنے رستم کی پھر یوں ثنا
قوی اُسکی ہو پشت یل و نہال
پذیرا نہ اُسنے کیا زینہار
یہ ہے حکم گشتاسپ شاہ دلیر
پہنچکر حضور شہ کامگار
رہا سنکے خاموش وہ پہلواں
یہ لایا زباں پر یل پیل تن
جو کچھ مجھسے فرمائے تو بعد ازاں
ولیکن ہیں آیا بعزم دگر
تو ہیں کسطرح کھا کے آن نمک
وہ بولا کہ زنہار یں بھی یل
طلب کرکے پھر جام و مینائے ناب
جو کچھ مصلحت ہے کہے زال تو
سو خانہ رستم جو رخصت ہوا
نہایت زبوں سخت جا کیا
لگا کہنے تسوں کہ اے شیر گیر
مبادا کہ پھر کارزو شدار ہوا
گیا رستم گرد جب اپنے گھر
سحر اُسکی خدمت میں پہنچ جائیو
اُسے لے گیا آکے اسفندیار
کیا اُسنے انکار اور یوں کہا
کہا اُسنے اے گرد فرخ شیم
کئے میں نے کارنمایاں مدام

شتابی گرفتار خواری ہو سخت
ہوا شادماں سرور نامور
کہ اے نامور گرد زور آزما
نہ ہووے اُسے کچھ غم روزگار
لے اپنے لشکر میں اسفندیار
کہ رستم کو لے آؤ کرکے اسیر!
کرونہیں رہا تجھکو اے نامدار
کیا پھر سپہدار نے یوں بیاں
کہ کیا دائے سرور انجمن
بجالاؤں فرماں ترا اے جواں
بھلا کیونکہ جہاں تجھ پاس تیرے گھر
کرو تجھسے پیکار زیر فلک
نہ کھاؤنگا اب اے سپہدار نان
کئے نوش باہم کئی ساتگیں
گزارش کروں میں یہاں آنکر
تو تسوں نے اندیشہ اسدم کیا
کہ دشمن کو یوں ہائے جانے دیا
زبرہ سنگے وہ سوار دلیر!
بنوعے دگر دور آزار ہو!
یہ قصہ کہا زال سے سربسر
نہ وسواس دلمیں ذرا لائیو
کیا خوب رستم کا عز و وقار
کہ اے پہلواں تو بھی یانسے بجا
تو رکھ مجھپہ معروف لطف و کرم
کئے پست گردان توران تمام

جہاں میں سرافراز گردوں ہو نہیں / نگہدار شاہان ایراں ہو نہیں
گیا دشمنوں سے جہاں ہے پاک / کیا سرکشان جہاں کو ہلاک!

مروت سے کرتا ہوں اب انکسار / نہیں ورنہ تجھ سے خطر زینہار
یل پہلتن سے یہ سنکر سخن! / ہوا خشمگیں سرور انجمن!

یہ چاہا ز روئے غضب بے دریغ / تہمتن پہ کیجے رہا زخم تیغ
ولیکن تحمل کیا اور ہنسا! / یہ ہنسکر تہمتن سے کہنے لگا

مشقت بہت تو نے کی پیشتر / بس آرام سے بیٹھ مے نوش کر
کہا پھر سوئے دست چپ بیٹھ تو / یہ ہنسکر لگا کہنے اے نامجو

سوئے راست بیٹھے ہیں جو نشستہ ہم / یہ کہہ کر گیا بیٹھ بے رنج وغم
ہوا پھر سپہدار چیں بر جبیں / خفا ہو کے رستم سے بولا وہیں

سنا میں نے اے رستم نامور / کہ ہے نسل سے دیو کی زال زر
سیہ جرو و چہرہ موئے سفید / ہوا دیکھ کر سام اسے ناامید

رکھا زال کو پھر نہ ایوان میں / وہیں چھوڑ آیا بیابان میں
کہ کھا جائیں اسکو کہیں جانور / ہوا ایک سیمرغ کا واں گذر

جو ناپاک و بدشکل دیکھا اسے / تو سیمرغ نے بھی نہ کھایا اسے
وہیں پاس بچوں کے وہ لیگیا / کھلاتا تھا مردار صبح و مسا

وہ مردار کھا کر ہوا جب کلاں / تب آیا وہ پھر جانب سیستاں
پسر ایک بھی سام رکھتا نہ تھا / اسے لاجرم پھر پذیرا کیا

بزرگونکی میرے جو کی چاکری / تو حاصل ہوا رتبۂ سروری
تو پیدا ہوا زال سے بعد ازاں / کہ اب فخر کرتا ہے اتنا یہاں

یہ سنکر ہوا تند وہ پیلتن / زباں پر یہ تندی سے لایا سخن
کہ حرف پراگندہ و ناسزا / تو زنہار اپنی زباں پر نہ لا!

نہیں ہے یہ گفتار رای نامور / سزاوار شاہان عالی گہر
تو ہے طفل بیعقل ناداں ابھی / نہیں تجھکو زنہار کچھ آگہی

بزرگاں تھے واقف ترے سر بسر / اور آگاہ ہے خوب تیرا پدر
کہ ہے پشت سے سام کی گرد زال / نریماں سے تھا سام فرخ خصال

بزرگان جنگی تھا ہوشنگ سے / زبوں شیر نر جسکی تھا جنگ سے
سمجھ اے سپہدار انجم حشم / کہ ہیں یعنی یک جد ہی تم و ہم

مری ماں بھی تھی دخت مہراب شاہ / خداوند تمکین و اعزاز و جاہ
کہ ضحاک تھا اس کا پنجم پسر / جہانگیر شاہنشہ نامور!!

دلیران ایراں زمیں چند بار / کئے چلتے تھے مجھے شہریار
یہ کہتے تھے رکھ سر پہ تاج مہی / تو کر ملک ایراں میں شاہنشہی

پذیرا نہ زنہار میں نے کیا / نہ خواہاں ہوا افسر و تخت کا
وگرنہ پہنچتی تمہیں کب شہی / میسر نہ آتی یہ فرماں دہی

دلیری پہ اپنی نہ مغرور ہو! / کیا تو نے بس کشتہ ارجاسپ کو
تو مانند میرے دلاور نہیں / دلیری و گردی میں ہمسر نہیں

کئی شاہ کھینچے نہ تیغ تیز! / کیا قتل دیووں کو وقت ستیز
شکستہ کیا میں نے وہ ہفتخواں / نہ گذرے جہاں فیل و شیر ژیاں

وہ دیو سفید اور اکوان دیو / کہ تھا گرد عالم میں جنکا غریو
ملائے وہ دم میں تہ خون خاک / کیا شاہ مازندراں کو ہلاک

چھڑایا شہنشاہ کاؤس کو! / یل گیو گستہم اور طوس کو
سپہدار توراں تھا افراسیاب / کسیکو نہ تھی جنگ کی جسکے تاب

کئی بار دی میں نے اسکو شکست / کیا پیش اسکا نہ کچھ زور دست
کیا میں نے خاقان چیں کو اسیر / مری تیغ براں ہے آفاق گیر

نہ کر جنگجوئی جو کچھ ہے تمیز / نہ کھو رائیگاں اپنی جان عزیز
سپہدار جنگ آور و کینہ جو / ہوا پر غضب سنکے اس بات کو

یہ چاہے تھا اسدم کرو اس پہ تیغ / تہمتن کو اب کھینچے زیر تیغ
ولیکن یہ سوچا کہ ہے میہماں / یہ گر آپ سے یعنی آیا یہاں

ستم گر روا رکھئے مہماں پہ / تو لطف و مروت سے ہو دور تر
یہ بولا کہ میں نے کہے حرف تم / تو کیوں مثل آتش کے ہوتا ہے گرم

فلک رتبہ ہے گرچہ تو لیک ہے
ذکرتا رہا روز و شب چاکری
کیا ایک عالم کو آتش پرست
غضب پڑ بلا تھا مرا ہفتخواں
مرا داں نہ کوئی مددگار تھا
نہ ہوتے ترے ساتھ گر دہ ہزار
کروں کیا میں اپنی زباں سے بیاں
دلیراں نہ ہرگز رضامند تھے
وہیں میں نے معقول سب کو کیا
تو مت ناز کر شاہ لہراسپ پر
یہ مقدور ہرگز کسی کا نہیں
سخن ہائے وشولد کہکر اٹھا
مری کرکے دلجوئی انجام کار
سپہدار نے سن دیا یہ جواب
مجھے جسقدر قوت و زور ہے
جو دیکھا یہ نیروے اسفندیار
سپہدار نے یہ کہا بعد ازاں
ہوا زور معلوم تیرا مجھے!
کہوں جاکے شہ سے یہ ہی بیخطا
تو ہے گرچہ زور آور و شیر مرد
تو کل دیکھنا کوشش کارزار
کروں تخت زرکار پر جلوہ گر
چلوں پھر ترے ساتھ نزدیک شاہ
سخن پھر زباں پر یہ لایا جواب
طلب کرکے خواں جبکہ آگے رکھا

پرستندۂ بادشاہان کے!
شہی میں نے کی بلکہ پیغمبری
کیا میں نے گردن فرازوں کو پست
کہاں اسقدر تھا ترا ہفتخواں
فقط رخش و گرز گرانبار تھا
دلیران جنگی و مردان کار
کہ ہے اس حقیقت سے واقف جہاں
بزرگان ایراں نہ خرسند تھے
نہ زنہار پرخاش ہونے دیا
نگر فخر آئین گشتاسپ پر
قیامت ہے گر ہو نہیں چین جبیں
ہوا یہ نہ مقدور اک گرد کا!
فزوں تر کیا میرا شہ نے وقار
کہ اے رستم اتنا نہ کھا پیچ و تاب
رکھے تھا کہاں شاہ کاؤس کے
تو حیراں رہا رستم نامدار
کہ ای گرد تو آج مہماں ہے یاں
پکڑ لاؤں کل اکدم میں تجھے
کروں نہیں تجھے بند سے پھر رہا
دلے مجھے ہرگز نہ ہو ہم نبرد
گر آؤں جو میں انہیں کو سوار
رکھوں میں ترے سیر و سیم و زر
دلاؤں تجھے تخت تاج و کلاہ
کہا جبتک یہ گفتار اے پہلواں
تو رستم نے اکدم میں خالی کیا

جو کی بندگی تو نے شام و پگاہ
کہ ایراں سے تارم توران و چین
لبسان و ذرہ میں اے امدار
وہ بولا سوئے ہفتخواں دہ ہزار
دلیران خونخوار جنگ آزما
نہ ساتھ انکے ہوتی تجھے تاب جنگ
کہ کیخسرو عدل گستر جب
یہی تھی تمنائے خرد و کلاں
ہوے جبکہ ہم یاور ای نامدار
کرے بند مجھکو یہ چاہے ہے تو
ہوا تند میں پیش کاؤس شاہ
کہ مجلس میں کوئی کرے مجھکو بند
عرض ساتھ میرے نہ ہو کینہ جو
نہ ہو اب ثناخوان کاؤس شاہ
یہ کہہ کر وہیں ہو کے خندہ کناں
یہ ہنسکر کہا ہے یہ ترک ادب
خوشی سے مے لالہ گوں نوش کر
سوئے شاہ لیجاؤں میں کر کے بند
مری مردمی تجھکو معلوم ہو
کہاں تو نے دیکھی دلیری و جنگ
تو بس پشت زیں سے اٹھا لوں تجھے
رکھوں پیش کش گنج تیری حضور
جو میں گرد ہوں اور تو شہریار
کچھ اب کھائیے تا کہ آویں حواس
پلانے لگے جسدم کہ جام شراب

تو حاصل ہوا تجھکو یہ عز و جاہ
مروج کیا تازہ آئین و دین
تہا حصن ماژندراں استوار
گئے تھے ترے ساتھ جنگی سوار
کہ میں نے کئے کشتہ تنہا وہاں
اگر زندہ ہوتا تو بس بید رنگ
رکھا سر پہ لہراسپ کے تاج سب
فریبرز ہو بادشاہ جہاں!!
ہوا شاہ لہراسپ تب شہریار
یہی ہے ترے باپ کی آرزو
کلہ گوشہ تھا جسکا تا اوج ماہ
اگر وہاں تجھے ہیت زورمند
یہ تندی و تیزی نہ کر مجھسے تو!
مرے زور میں پنجہ پر کر نگاہ!
فشردہ کیا پنجہ پہلواں!
کہ زور آزمائی کروں تجھسے اب
شتاباں ہو پھر شوق سے اپنے گھر
نہ پہنچاؤں جانبر تری کچھ گزند
وہ بولا کہ اے مرد پیکار جو!
نہ پہنچے تجھے باد گرز و خدنگ!
سوئے زال زر وہیں لاؤں تجھے
بجالاؤں خدمت بفرط سرور
نہ دنیا میں کوئی رہے تاجدار
کہ زور سے یعنی گزند و ہراس!
تو دیتا تھا رستم یہ اسدم جواب

کہ اس جام سے سیر ہوتا نہیر
ہوئے دام حیرت میں مرد اسیر
جو ہو بند پر راضی ای ہوشمند
مصاحب جو تیرے ہیں اُنسے فرا
چلوں میں ترے ساتھ بے بند و با
وہ بولا کہ جس طرح کہتا ہے تو
بھلا کسلئے کام ایسا کروں!
یہ سن کر لگا کہنے جنگی سوار
تری رزم سے کچھ نہیں خوف جان
سمجھ دل میں ای فرخ اسفندیار
ترا دشمن جان ہے تاجور
نہ ہو کارفرما جوانی کو تو!!
وہ بولا کہ دیتا ہے تو کیا فریب
پسر کو یہ اور کو اور باپ کو
لگا کہنے رستم کہ اب کیجے کیا
یہ کہہ کر سوئے خانہ رستم گیا
کہے زال نے پھر سخنہائے پند
نہیں صبر کی تاب اب زینہار
کٹے کسلئے تونے دیدی پُر آب
جو کشتہ ہو اسفندیار جواں
تو کر اپنی خاطر سے اندیشہ دُور
لگا کہنے ہنسکر وہ مرد کہن
زبوں جسکے آگے ہے فغفور چین

رکھا لاکے تا اس کلاں پھر میں وہ
مرخص ہوا پھر وہ گرد دلیر
تو جانبر تری کچھ نہ آئی گزند
بہم ملکے اب تو بھی کر مشورہ
حضور جہاندار کیواں لوا
پذیرا نہیں کرتا پر اے نامجو
کہ اس دہر میں جس سے بدنام ہوں
کہ دیوان خونخوار و مردان کار
ولیکن یہ اندیشہ ہے ہر زماں
کہ اب صلح بہتر ہے یا کارزار
تجھے کسلئے اُسنے بھیجا ادہر
نہ کر پہلوانی میرے رُو برُو
نظر میں ہے میری فراز و نشیب
تو آیکے میداں میں آگینہ جو
نہیں چارہ گر آئی تیری قضا
حضور پدر یوں گذارش کیا
لگا کہنے تب رستم ارجمند
کروں جنگ ساتھ اُسکے ای نامدار
دیا زال نے تب اُسے یہ جواب
تو ہو نام بد پیش اہل جہاں
کہ جیتا پکڑ لاؤں تیرے حضور
کہ ہرگز زباں پر نہ لایہ سخن
جہاں میں کوئی اُسکا ہمسر نہیں
یہ ہے عقل سے دور ای مرد گرد

کہ آتی تھی جسمیں شراب الکین
لگا کہنے یہ سرور نامجو!
وگرنہ ہو آمادۂ کارزار
پذیرا کرے مہمانی اگر!
وگرنہ کروں صبحدم آگے جنگ
یہ فرمائے گا شہ کہ بس ڈر گیا
نہیں جنگ سے تیری مجھکو خطر
جو میں نے کئے کشتہ ہنگام کیں
کہ ہو کشتہ گر وقت پیکار تو!
ہوا سالخوراب تو گشتاسپ شاہ
کہ تو کشتہ ہو وقت میری ہاتھ سے
گزند اپنی جاں پہ تو مت [illegible]
حضور پدر سے چلوں باندھ کر
کہ آنکھوں نے دیکھیں ترا حال زار
بوقت دغا آئیگا یہ نظر
کہ ہے برسر کینہ اسفندیار
کہ نالایق و سخت کہہ کر مجھے
یہ سنکر کیا چشم کو اُسنے تر
اگر کشتہ ہو تو بہنگام جنگ
رکھیں پھر کیا اس سے کینہ بسدا
کروں پیشکش اُسکے پھر گنج و زر
وہ اسفندیار جہاں پہلواں
تو کہتا ہے میدان میں جب جاؤ نہیں
سمجھ دل میں یہ تو ای سالخورد

پلائے لگا پینے وہ پیل تن!
کہ کر مصلحت زال سی چلکے تو
دیا اُسنے پاسخ کہ اے نامدار
قدم رنجہ فرماوے تو میرے گھر
نہ لاؤں تری جنگ میں کچھ درنگ
نہ پابند رستم کو یہ کر سکا!!
کہ ہے باندھ لینا ترا سہل تر
تو زنہار اُسکے برابر نہیں
تو ہو پیش شاہاں مرا زرد رو
تجھے ہے وارث تخت تاج و کلاہ
نہیں آگہی تجھکو اسبات سے
نہ بدنام کر مجھکو بہر خدا!
کروں یا تجھے قتل وقت سحر
کریں غم سے ماتم وہ پیل و نہار
کہ ہوں تو خبر گر کسی کے پور پدر
نہیں اور چارہ بجز کارزار
کہا بچۂ دیو اُسنے تجھے!!
لگا پوچھنے تب یل نامور!
تو خانہ خرابی ہو پھر بیدرنگ
تہمتن نے سنکر یہ پاسخ دیا!
اطاعت سے پھیروں نہ زنہار سر
دلیر و جہانگیر و کشورستاں
اُسے پشت زیں سے اُٹھا لاؤنہیں

جنگ رستم و اسفندیار و کشتہ شدن اسفندیار

گیا صبحدم رستمِ پہلواں
زوارہ کو سالارِ لشکر کیا
شتاباں ہُوا جبکہ وہ پیلتن
زوارہ سے بولا ایں نامور!
پشوتن نے جانا اُسے دیکھکر
سوئے شہ بصد گونہ لطف و عطا
کہا اُسنے تجھکو ہی عزمِ ستیز
ہُوا جسکے پُر درد دلِ مرد کا
مرے ساتھ گر تجھکو ہی عزمِ جنگ
مجھے بھی ہی لازم اب اے شیر مرد
وے دیکھا جبکہ ہے وقت تنگ
دلیرانہ شیرنگ پر ہو سوار
بہت ہیں سواران ایراں دیار
کہ جو ہر ہر ایک کا آشکار
مدد کو نہ آوے کوئی زینہار!
شکستہ ہُوئے نیزہ پھر بید رنگ
لیا پھر دلیروں نے گرز گراں
پکڑ کر دوال کمر بعد ازاں
پراگندہ دل شیر مرداں ہوئے
جُدا ہو کے دونوں نے پھیر لیا
بسوئے دلیران ایراں گیا
یہ لشکر میں پورا اسفندیار
کہ ہو جو کوئی مرد جنگی سوار
دلیرانہ اُس سے ہوا گرمِ جنگ
نہ ایوام ہرگز سمجھنا مجھے

پے جنگ اسفندیارِ جواں
زوارہ سے یوں زالِ زر نے کہا
لگا تب دعا کرنے مرد کہن
کہ تو ساتھ لشکر کے رہ زود تر
کہ آتا ہے بہرِ صلح نامور
تو لے جا تہمتن کو بے نبرد پا
مرا دل ستیزہ سے ہے ریز ریز
ولے کچھ نہ زنہار پاسخ دیا!
تو ہو کر سوار اب تو آ بید رنگ
کہ جاؤں نہیں تنہا برائے نبرد
کرو نہیں اشارہ تو پھر بید رنگ
گیا جانب رستم اسفندیار
ولے چاہتا ہوں میں یوں ایکبار
یہ رستم سے بولا پھر اسفندیار!
ہوا عہد و پیماں بہم استوار
لگے کرنے باہم رہا زخم تیغ!
ہُوئے رنجور مثل پیل دماں
لگے زور کرنے وہ جنگ آور پیل
زبوں سخت اسپانِ گرداں ہوئی
نہ کچھ زور واں پیش ہرگز گیا
وہاں جا کے کہنے لگا نامور
جوانمرد نوشاد نامدار!
وہ مجھسے کرے آن کر کارزار
ولے خاک دُھوں میں بید رنگ
کروں غرق خوں ایکدم میں تجھے

تہمتن نے جبدم کہ پہنی زرہ
کہ بروقت تو یاوری کیجیو
کہ یارب تو اس کا مددگار ہے
یہ کہہ کر اکیلا وہ جنگی سوار
لگا کہنے یوں پیش اسفندیار
وہ بولا کہ لا جوشن ای نیکمرد
دو مرد لاور جو ہوں رزمجو
تہمتن نے پھر اُس جوانمرد کو
پشوتن سے بولا وہ اسفندیار
تو استادہ ہو دور لیکر سپاہ
مدد میری تم کیجیو آن کر
تہمتن نے اُس سے کیا یہ بیاں
کہ ایرانی اور سیستانی بہم
کہ ہوں کشتہ کیوں لشکر دو سو
ہُوئے گرم کیں ہر دو شیر ژیاں
شکستہ ہوئیں تیغ بھی سر بسر
گرے گرز بھی ہاتھ سے ایکبار
کیا زور گرچہ رہ کین سے
زرہ پارہ اور چاک برگستواں
زوارہ کو تھا جنگ میں کچھ نہ صبر
کہ ای نامدار و اگر مرد ہو!
پے کینہ خواہی شتاباں ہوا
وہیں گرد ایوام نبرد آزما
زوارہ پھر اتنے میں آن پہونچا
پھر اک گرز مارا جو بالائے سر

تو پھر زال نے اُسکی باندھی گرہ
تغافل کو واں راہ مت دیجیو
سوا تیرے کون اسکا اب یار ہے
روانہ ہُوا سوئے اسفندیار
کہ رستم سے کر صلح ای نامدار
کہ ہے ساتھ رستم کے عزمِ نبرد
خدا جانے پھر غرق خوں کون ہو
یہ بھیجا پیام اے یل نامجو
کہ تنہا ہے اب رستم نامدار
کہ رستم سی میں جا کے ہوں رزمخواہ
یہ کہہ کر زرہ کر کے پھر زین پہ
کہ کمتر ہے میری سپہ ایجواں
کریں جنگ گردانہ بیرنج و غم
فقط ہوویں ہم تم بہم رزمجو
ہوا کار منجر بہ تیغ و سناں
نہ اک زخم ہرگز ہوا کارگر
رہے کام سے دست مرداں کار
و لیکن نہ کوئی ہلا زین سے
ہوئے سست گردان جنگ آورا
خروشاں ہُوا اہل عز و داہر
تو ہو فوج زابل سی یکبار جو!
طرح شیر نر کے خروشاں ہُوا
کہ شاگرد تھا رستم گرد کا
لگا کہنے میدان میں کرکے فغاں
ہوا کشتہ نوشاد نامور!

CC-0 Pulwama Collection. Digitized by eGangotri

کشتہ شدن اسفندیار از تیر دو پیکان رستم کہ ہر دو چشمانش انداختہ

جوانمرد مہرنوش پہلواں
فرامرز اُس کے مقابل ہُوا
وہیں نوش اسفندیار جواں

دگر پور اسفندیار جواں
فرامرز نے قتل اسکو کیا
کیا جا کے بہمن نے کیفر بباب

دواں کرکے شبدیز کو بیدرنگ
نہ کشتہ ہوئے صف دو نامدار
گرے لشکر نے زابل کے بےخوف و بلکہ

شتابان ہم ہوئے میدان جنگ
ہوئے قتل ایرانیاں بیشمار
کیا آگے ایرانیوں کو ہلاک

دو فرزند تیرے ہوئے کشتہ اب
بہمن و نیک نام آور ان زمن
کہ سوگند جان و سر شہریار
کیا جسنے اب جنگ میں اے رکاب
انہیں شوق سے قتل کر تو بہ تاب
یہ کہہ کر ہوئے پھر وہ مشغول جنگ
لیے تیر اسفندیار جواں
لگے زخم کاری جو اس رخش پر
زوارہ ہوا دیکھ کر دردمند
لپٹ کے بلندی کیا نامدار
جہاں میں ترے زور کا تھا غلو
ترا زور بازو گیا اب کہاں
پیادہ ہوا آپ مانند شیر
یہ چاہے تھا اسفندیار جواں
کہ دیکھتا ہوں پھر عزم پیکار میں
کہ احوال معلوم ہے سب ترا
وہ بولا کہ جاری ہے گر تشنہ خوب
غرض رزمگاہ ہو وہ جنگ آوراں
کیا انکے تابوت کو پھر رواں
ولیکن یہ تھا ماجرا آج کا
شکست اسکی ہی آج تن جنگ سے
ولیکن نہ کوئی ہوا کارگر!!
یقیں ہے کہ جا بر نہ ہو وقت شب
گیا جبکہ ایواں میں نزدیک زال
کہا یہ کہ ہنگام پیری یہ غم

سپہدار سن کر ہوا پر غضب
سزاوار نفریں ہے پیماں شکن
نہیں ہے مجھے آگہی زینہار
کروں جسکو قتل اور اسیر و خراب
کہ تیری گنہگار ہیں بیگماں
دلیرانہ یہ کہہ کماں خدنگ
کہ آئے پیاپے سوئے پہلواں
سوار دلاور ت[illegible]
گیا وہیں پشت پیل ارجمند
لگا کہنے تب ہنس کے اسفندیار
تری تیغ براں سے کانپتے تھے دیو
کہاں ہے ترا اب وہ گرز گراں
گیا پھر خنگ آندھی دلیر
زوارہ سے ہو وے تیرہ گماں
نہیں تجھ سے کچھ دست برد ایسا
سپر دیا ہے زخمی بدن اب ترا
ولیکن نہیں تن ہو اگر جدا دل
ہوئے شام کو سوئے خانہ رواں
سوئے شاہ گشتاسپ کیواں نشاں
خدا جانے کل پیش کیا آئیگا
مجھے اسکی اندیشہ ہی جنگ سے
کبھی سے نہ عاجز ہوا نامور
مبادا ہے زندہ گر ہو غضب
اور اسے تہمتن کا دیکھا یہ حال
ہماری نصیبوں نہیں تھا یہ ستم

تہمتن سے بولا کہ اے بدنشاں
ہوا اسکے غمگین و شرمندہ سخت
پئے جنگ میں نے نہیں کچھ کہا
برادر کو اور پسر کو بتا تجھ
وہ بولا بفرمان یزدان پاک
خدنگ علی رستم نامدار
ہوا اس سے مجروح خود جنگی
ہوا رخش پھر سخت گاہ دواں
یہ دیکھا کہ بس خستہ ہے پہلواں
کہ افسوس اے گرد زور آزما
کہاں ہے تری تیغ زہر آبدار
زوارہ نے گھوڑے پہ انجام کار
کہا یوں کہ اے گرد اسفندیار
ہوا تنے ہیں سا رستم نے اسی کی
مجھے کیا تصور کیا تو نے اب
اگر اب بھی راضی ہو تو بتا
ہوا روز آخر اب اے نامور
ہوا غم سے بیتاب اسفندیار
کہا یوں کہ اے خسرو پاک دیں
پشوتن سے کہنے لگا بعد ازاں
بہت زخم تیروں گرز گراں
کیا تیر سے اس کی آخر نہاں
ادھر تھا تڑپتا یہ اسفندیار
کہ مجروح و خستہ پڑا تھا بپا
برادر پہ تھا نادم و پور تن

نہیں ہی یہ آئین گردنکشاں
نکلتے ہی پیر رستم نیک مرد
نہیں پھر یہ خواہش میری زینہار
ہوئے لیکے گودی ہی تیرے اے نامور
کروں گا عوض اسکو تجھ پہ ہلاک
نہ ہوتا تھا کچھ کارگر زینہار
تو اب رخش در رستم دلاور سوار
پیادہ رہا رستم پہلواں!
ہوئے تہمتن کے سے خوں رواں
نڈر ہو کے بید لیتے تو جنگ کیا
کہاں ہے ترا تیر پہلو گداز
کہا رستم نامور کو سوار!!
ترے ساتھ کرتا ہوں جنگ کا نیاز
زوارہ سے مت ہو نبرد آزما
تہمتن سے بولا سپہدار تب
تو بہتر ہے اے رستم نامور!
کروں جنگ پھر تجھ سے وقت سحر
نہایت پریشان دل بیقرار
ترے حکم سے مجھ کو چارہ نہیں
کہ آدم نہیں رستم پہلواں
رہا ہیں سے اسپ کی ہیکول
ہوا جوشن کالبد غرق خوں
ادھر پہلواں رستم نامدار
جراحت پہ اسکے تاسف کیا
لگے رونے سب مردم انجمن!

کیا بستہ زخموں کو مرہم لگا
قوی بازو و سخت ہے زورمند
مرا تیر مت اس سے کرتا گذر
اگر زور کرتا میں کہسار پر
نہ وہ جنگ جو پشت زیں سے ہلا
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شام
کہ پھر ہاتھ آئے نہ میرا نشاں
تو پھر آ کے ایواں میں اسفندیار
جو ہوتا یہاں آج وہ شیر مرد
بلاؤں میں ناچار سیمرغ کو
تو پر کو میرے تو جلانا ضرور
تو سیمرغ حاضر ہوا آن کر
ستمگار کمبخت اسفندیار
ہوئے گرم پیکار انجام کار
یہ سیمرغ بولا کہ ہے کیا خطر
پیا خون کو اور ملے ڈینے پر
لگا کہنے سیمرغ سے نام جو
وہ بولا کہ ہے وہ یل ارجمند
سو ہفتخواں پر جواں جب گیا
تو گر اس جواں سے رہے دور تر
کہیں دور جائے تو اسفندیار
وہ بولا کہ اے رستم نامدار
غرض نخل گز اک نہنیا میں نہاں
بنا اس کا تو اک دوشاخہ خدنگ
کرے جو کوئی کشتہ اس مرد کو

تہمتن نے پھر زال سے یوں کہا
تنومند مانند نخل بلند
نہ ہرگز ہوا اس پہ کچھ کارگر
تو بر کندہ کرتا اسے اے پدر
کہوں کیا میں اس قوت و زور کا
وگرنہ مرا کام کرتا تمام
کرے جستجو گرچہ جنگی جواں!
کرے ہمکو یکسر گرفتار و خوار
تو بدخواہ کیسا نہ کرتا نبرد
ترے واسطے اس سے ہوں چارہ جو
کہ فی الفور پہنچونگا تیرے حضور
گذارش کیا یوں کہ اے زال سن
ہوا آ کے پرخاش کا خواستگار
بہم رستم گرد و اسفندیار
کروں چارہ اسکا میں اب زودتر
ہوئے زخم اچھے وہیں سربسر
کہ اے شاہ مرغاں مددگار ہو
توانا و گردنکش و زورمند
مرا جفت واں ایک سیمرغ تھا
تو بہتر ہے اے رستم نامور
کریگا ہمیں پابند کر سخت خوار
مرے ساتھ [illegible] رخش پہ ہو سوار
تہمتن سے سیمرغ نے یوں کہا
سحر جا کے میداں میں ہنگام جنگ
وہ رنج و بلا سے رہا پھر نہ ہو

کہ روئیں تن اسفندیار دلیر
مری تیغ براں تھی خارا شگاف
نہ مغلوب آیا بد اندیش ہائے
پکڑ کر کمر بند اسفندیار!
کوئی دیو اور کوئی جنگی سوار
بس اب تاب پیکار مجھکو نہیں
کہا زال زر نے یہ سنکر سخن
کروں کیا کہ ہے اندنوں سے غور
نہیں اسقدر فرصت اسے اب
کیا اسنے وعدہ یہ مجھسے کہ ہاں
بلندی پہ کر آتش افروختہ
مجھے کس لئے اب کیا تونے یاد!
بنا راز اس سے ہمنے کیا پیشتر
ہوا رستم و رخش مجروح و ریش
طلب رخش و رستم کو کرکے وہاں
ہوا رستم و رخش پھر تندرست
یقیں ہے اگر تو مرا ہووے یار
مجھے اور تجھے ہی یہ قدرت کہاں
مقابل جو ساتھ اسکے آ کر ہوا
یہ سنکے ہوا زال گریہ کناں
بتا کوئی تدبیر بہر خدا!
گذر کرکے دریا سے بے رنج و غم
کہ اک شاخ لیجا تو اب توڑ کر
پھر اس تیر کو اے یل نامدار
نہیں خوب ہے قتل اسفندیار

مقابل نہیں جسکے عفریت شیر
سناں توڑتی تھی دل کوہ قاف
نہ کچھ زور بازو گیا پیش ہائے
کیا زور ہر چند پر نہ ہارا!
کہیں میں نے دیکھا نہیں زینہار
نکل جاؤں ناچار یاں سے کہیں
اگر تو نکل جائے اے پیلتن
یل نامور بر زوی پیل زور
کہ اس پہلواں کو کروں یاں طلب
جو پیش آوے مشکل کوئی ناگہاں
جو سیمرغ کا پر کیا سوختہ
وہ بولا کہ اے مرغ فرخ نہاد
نہ آیا سر رحم وہ کینہ ور!
بلا وقت پیری یہ آئی ہے پیش
جو دیکھا تو ہے خوں بہنے سے زال
توانا و زور آور و چاق و چست
تو ہووے زبوں گرد اسفندیار
کہ ہوں ساتھ اسکے بنیزہ کناں
تو سیمرغ ہرگز نہ حاضر ہوا
کہا یوں کہ گر رستم پہلواں
تو دام غم و رنج سے کر جدا
گئے ایک نیستاں میں وہ دونوں بہم
اسے راست کر رکھکے تو آگ پر
رہا کر سوئے چشم اسفندیار
خرابی ہے قاتل کی انجام کار

دے کور کرنے سے اُسکے ضرب
وہاں تیر بیٹھے بحکمِ خدا
وہ سیمرغ رخصت ہوا بعد ازاں
لگائے دو پیکان پھر آبدار
کہ میدان میں آیا سوار دلیر
وہ ازخواب نوشیں سے بیدار ہو
ہرے دلمیں تھا وحشت و غم تمام
ندا دی کہ احوال اسکا ہو کیا
لب جوئے تہمتن پشوتن گیا
سوا اسکے اک زخم کاری نہ تھا
دلیری سے اُسکی مجھے ہے خطر
خفا ہو پشوتن پہ اسفندیار
نہیں زخم کا اب اثر زینہار
تجھے آج خستہ کروں اسقدر
مرے جسم پہ اے یل نامور
کہ مت رنج ہو سر پہ جیسے آ
قسم ہے نہ پھیر عمل ہرگز گرفت
وہ بولا کہ اب آشتی چاہیے
مرے قید کرنے سے اب درگزر
تجھے پیشکش دوں بہت بے شمار
خدا کے بھی فرماں سے بحکم شاہ
وہ بولا کہ اے گرد آفاق گیر
تو ہوگا گم [illegible] اے پہلواں
تہمتن سے [illegible] یہ [illegible]
[illegible] کرتا نہیں زینہار

نہ پہنچے ذرا شوق سے کوہ کر ا
یہ سنکر ہوا خوش وہ زور آزما
گیا سیستاں سے سوئے آشیاں
ہوا فتح و نصرت کا امیدوار
یل نامور رستمِ شیر گیر
کہ آیا پھر اب رستمِ جنگ جو
کہ جانبر نہ ہووے گا یہ پہلواں
مگر اس نے زخموں کو بستہ کیا
تو رستم یہ بولا کہ دیکھے ہے کیا
پشوتن نے آکر جواں سے کہا
مناسب ہے اب یوں کہ اے نامور
گیا وہیں میدان میں ہو کر سوار
ترا باپ شاید کہ ہے سحر کار !
کہ ہو نوحہ گر زال زر دیکھکر
نہ ہرگز کرے تیر تیرا اثر !!
تو بخشش از سر لطف میری خطا
ترے ساتھ پیش شہنشہ چلوں
اگر زندگی تجھکو منظور ہے !
عوض اُسکے لے مجھسے تو گنج و زر
تو کر چشم اے سرور سرفراز
زیادہ تر اے رستمِ کینہ خواہ
نہ لے جاں [illegible] سیستاں [illegible]
یہ کہہ کر [illegible] کماں
کہ کرتا ہوں میں عاجزی [illegible]
کیا جانتا ہے مجھے سخت خوار

یہ خاصیت اُس چوب کی ہے کمال
پھر آئے وہ دونوں ہی پیش زال
جوانمرد رستم نے پھر بے درنگ
شتاباں ہوا تھا ہنوز آفتاب
ہوا نعرہ زن مثل پیل دماں
اٹھا سنکے آواز اسفندیار
کہوں کیا ہیں کاری تہا زخم گر
وہی رخش ہے یا کہ رخش دگر
رکھو تیغ و دارو جاں نستاں
کہ دیو سے چاق ہے پہلواں
تو پرخاش کو اپنے کر دور
تہمتن سے بولا کہ اے پہلواں
کیا اُسنے جادو سے بہتر رست
وہ بولا کہ حق میں نہ کہہ یہ سخن
کرونگا تجھے کشتہ انجام کار
مرے گھر تو چلکے مہمان ہو
کرے لطف یا قتل یا مجھکو بند
تو پابند ہو کر مرے پاس آ
وہ بیلے بہا تاج گوہر نگار
کہا اُسنے بیہودہ گوئی نہ کر !
تجھے میں لوں دست پابند کر
ہوا پر غضب سرور کینہ جو
کیا سوئے رستم [illegible] تیر
زر و گوہر و تاج و گنج و کنیز !
تو یاد رہ ہو میر اگر ہوں [illegible]

تمنا ہو ناوک فگن کی جہاں
ہوا زال مسرور و شاداں کمال
مرتب کیا اک وہ شاخ خدنگ
حریف جفا کیش تھا گرم خواب
کہ اے مرد اسفندیار جواں
پشوتن سے بولا کہ اے نامدار
تعجب کہ ہے ہوشمند و دلیر !
شتابی سے اب جلد لا یہ خبر
کہ ہر زخم کی اپنے ہو چارہ ساز
ہوا تھا تو کل خستہ اے ناتواں
تہمتن کے ساتھ آشتی ہے ضرور
ہوا تھا تو خستہ کل اے ناتواں
کہ آیا تو میدان میں پھر چاق و چست
اٹھا یہ خیال اپنے دل سے تو بس
کہ دارو یہ کرتا ہوں تجھسے بار بار
کہ دیوان [illegible] جو
جو چاہے کرے خسرو ارجمند
تہمتن نے اُسکو یہ پاسخ دیا
کہ [illegible] طلعت و گلعذار
نہیں چاہیے مجھکو یہ گنج و زر
کہ بخشے مجھے تخت و افسر [illegible]
کہا یوں نہ کر اور کچھ گفتگو
[illegible] پسند [illegible]
خوشی سے [illegible] ہوں ہر ایک چیز
خجالت کی آنکھیں [illegible] تنگ

عقوبت نہ رکھ پیچ تو مجھ پہ روا
رکھا مرد نے سپہر گم زیر نگوں
ولیکن نہ ہرگز گرا اے جواں
یہ دیکھا تو تسوین و بہمن وہیں
کیا چارہ چشم اسفندیار!!
نہ تنہا ہوا زال زر شادماں
کہ دنیا میں خونریز اسفندیار
جہاں آفریں ہر زماں با سپہر
بروز دگر پیش اسفندیار
لکھا تھا یہی کلک تقدیر کا
سکھا پہلوانی کے سارے ہنر
رکھوں اُسکے تارک پہ تاج و کلاہ
روانہ ہو تو سوئے گشتاسپ شاہ
ہوئی بارے اب تیری حاجت مراد
مری مانئے کیونکہ ہو دو جہیں
کہا پھر وہیں کھینچکے سرد دم
لگے رونے تسوین و بہمن وہاں
اُدھر آئے بہمن کو لے تا گھر
کیا باپ کو اسکے تو نے ہلاک
مناسب نہ تھی تربیت اسکی ...
جو تسوین حضورِ شہ نامدار
نہ رستم نہ تیر غم نے زال زر
خجالت سے تھا بادشاہ سپہر فر
لکھا نامہ رستم نے پھر شاہ کو
بہت اُسکو دیتا تھا میں گنج زر

نہ کر مجھ پہ ثابت گناہ و خطا
رواں اُسکی آنکھوں سے تھی جوئے خوں
ہوا میں نہ زنہار نا رکشاں
ہوئے سخت غمناک و اندوہگیں
ہوا کچھ نہیں فائدہ زینہار
ہوئے خرم و شاد مردم تمام
نہ زندہ رہے دیر تک زینہار
شب و روز تیرا مددگار ہو
گیا زال اور رستم نامدار
مٹے کیونکر لوح جبیں کا لکھا
تبار ستم دولت اُسے ہر سپہر
کریں شہ اُسے بعد گشتاسپ شاہ
یہ کہہ جاکے اے خسرو دیں پناہ
تو کر سلطنت شوق سے شاد شاد
کرو دل سے اپنے غم و رنج دور
کہ گشتاسپ سے مجھ کو پہنچا ستم
ہوئے رستم و زال گرم فغاں
لیا نامور رستم و زال زر
دل اسکا نہ ہووے گا کینہ سے پاک
کہ بدخواہ اپنا ہے یہ بیگماں
گیا لیکے تابوت اسفندیار
کشندہ ہے تو پور کا اے پدر
کہ نفریں تھی ہر سمت سے شاہ کو
کہ ہوں جیتے اے شہ نامجو!
یہ کہتا تھا ہر دم کہ ...

یہ کہکر کیا تیر گز کو رواں!
پکارا تہمتن کہ ہنگام جنگ
تو اک تیر کھا کر ہوا دردمند
کیا اپنی آنکھوں کو غصے سے پرآب
تہمتن گیا پھر حضورِ پدر
ولے زال بولا کہ اے نامور
تری جان کا ہے خطر اب مجھے
وہ بولا کہ میری نہیں کچھ خطا
ہے تو دونوں جاکر وہاں عذر خواہ
مرا پور ہے بہمن نوجواں
تہمتن نے وہیں پذیرا کیا
یہ تسوین سے بولا پھر اسفندیار
مجھے تو نے بھیجا پئے قتل یاں
ولیکن بروز جزا بیگماں
نہیں فائدہ گریہ سے زینہار
کیا طائر جاں نے پرواز پھر
اُدھر لیکے تابوت اسفندیار
زوارہ یہ بولا کہ اے نامدار
برادر بھی اُسکے ہوئے قتل مرد
زوارہ کو رستم نے پاسخ دیا
ہوا شاہ گشتاسپ نالہ کناں
روا رکھے جان پسر پہ ستم
پشیماں ہوا شاہ عالی تبار
حضورِ سپہدار اسفندیار
چو ...

سوئے چشمہ اسفندیار جواں
ہوا شست کھاتے ہی جیسے خدنگ
رکھا زین پہ سر تو نے اے ارجمند
اُسے لے گئے سوئے خیمہ شتاب
یہ وہی زال زر کو نوید ظفر
یہ اختر شناسوں نے دی ہے خبر
رکھے رنج سے دور ایزد تجھے
کیا جو کچھ اس کینہ جو نے کیا
وہ بولا نہیں کچھ تمہارا گناہ
اُسے اب تو اے رستم پہلواں
زرو سے نشاط و مسرت کہا
کہ گور و کفن کا ہوں اب خواستگار
ہوئی تیری دولت سے برباد جاں
کرے داوری داور داوراں
قضا پر کسی کا نہیں اختیار
ہوا نالہ گر یہ آسماں پھر
وہ تسوین گیا سوئے ایواں وہاں
یہ بہمن ہے فرزند اسفندیار
عجب کیا جو وہ تجھ سے ہو ہم نبرد
کرا دیں وصیت نہ کیونکر عجب
لگیں کہنے رو رو کے یوں خواہراں
عبث ہے یہ پھر تجھکو اندوہ غم
کیا نعش کو دفن انجام کار
کیا بیٹے چوں بندگاں انکسار
نہ ہرگز جواں نے پذیرا کیا

نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
ہوا وہ ہونا تھا انجام کار

کیا تربیت پور کو اُسکے اب
ہنر اور آداب سکھلائے سب

جو کچھ حکم ہو اُسکو لاؤں بجا
کہ ہوں بندۂ شاہ کشور کشا

جو نامہ پڑھا شاہ نے سر بسر
تو پشوتن سے کہنے لگا تاجور

کہ یہ ماجرا کر مفصل بیاں!
وہ بولا کہ اے بادشاہِ جہاں

تہمتن نے اس امر میں خط لکھا
درست و بجا ہے جو اُسنے لکھا

اُسے پند کی میں نے بھی چند بار
اثر کچھ نہ ہرگز ہوا زینہار

نہ آیا وہ ہرگز جہالت سے باز
لگا کہنے پھر شاہ گردن فراز

اجل نے اُسے سخت جاہل کیا
یہ کہہ کر تہمتن کو نامہ لکھا

کہ رکھ جمع خاطر تو ای نامدار
نہیں تیری تقصیر کچھ زینہار

یہاں آئیو جب کروں میں طلب
رواں کر تو بہمن کو با فضل اب

تہمتن نے بہمن کو با صد وقار
روانہ کیا سوئے ایراں دیار

ہوا دیکھ کر شاد فرماں روا
ولیعہد بہمن کو شہ نے کیا!

یہ قصہ تو اب کر چکا میں بیاں
شغادِ لعیں کی لکھوں داستاں

تولد شدن شغاد پسر زال از بطن کنیزک و کشتہ شدن رستم از دست او و خرابی خانمان

لکھے ہے یہ فردوسیٔ منبظر
کہ آزاد سرو ایک تھا مرد پیر

یہ کہتا تھا وہ پیر مرد سترگ
کہ سام و نریماں تھے میر بزرگ

اُسے قصۂ خسرواں یاد تھا
کہا اُسنے مجھسے یہی ماجرا!

پھر اُس قصہ کو نظم میں نے کیا
غرض اس طرح سے یہ ہے ماجرا

کہ زال اک کنیزک پہ مائل ہوا
اور اک اُس سے فرزند حاصل ہوا

رکھا زال نے نام اُس کا شغاد
نجومی یہ بولا کہ ای خوش نہاد

یہ طفلِ نگوں بخت جب ہو جواں
کرے خانماں سب تبہ بیگماں

مناجات کی زالِ زر نے وہیں
کہ یا کردگارِ جہاں آفریں!

بدی اسکی طینت سے ہو دور تر
بسوئے نکوئی تو ہو راہبر

ہوا جبکہ القصہ وہ نوجواں
کیا زال نے سوئے کابل رواں

وہاں کا جو تھا شاہ نیکو سیر
قرابت وہ رکھتا تھا با زال زر

ہوا جبکہ کابل میں داخل شغاد
تو اُس شاہ نے تب بحسب مراد

اُسے ایک دی دخترِ دلستاں
کیا کتخدا اسکو با عز و شاں

حضورِ یلِ رستمِ کینہ خواہ
سدا باج بھیجے تھا کابل کا شاہ

سپہدار کابل سے بولا شغاد
کہ اے بادشاہِ خجستہ نہاد

ہوا میں تہمتن سے ناشاد اب
نہ تھی اُسے شرم ہے یہ غضب

قرابت پہ میری نہ کی کچھ نظر
لحاظ اُسنے بس کم کیا سر بسر

یہ جیتے ہی رستم سے ہوں کینہ خواہ
کروں قتل اُسکو بحالِ تباہ

یہ بولا کہ مجھکو ذرا اب بتا
کہ ہے قتل کی اُسکے تدبیر کیا

کہا اُسنے یوں اے شہِ نیکروز
دل آزردہ ہوں تجھسے میں انگروز

کروں جا کے رستم سے تیرا گلا!
غضبناک ہو کر یہاں آئیگا!

تو یہاں ایک تیار کر صید گاہ
اور اُس راہ میں کندہ کر چند چاہ

وہاں کھینچ تیغ دستان و تبر
سرِ چاہ خس پوش کر سر بسر

نگوں بخت نے جسطرح سے کہا
سپہدار نے اُس طرح سے کیا

غرض شاہ کابل سے شور سخت
لگا کہنے اک روز گفتار سخت

کہ میں ہوں سپہدار عالی گہر
تری ذات مجھسے نہیں خوبتر

سپہدار کابل ہوا تند و گرم
وہ بولا کہ آتی نہیں تجھکو شرم

تجھے یاد کرتا نہیں زال زر
نہیں پوچھتا گاہ تیری خبر

کہے ہے یہی رستمِ شیرزاد!
کہ میرا برادر نہیں ہے شغاد

نہیں نسل سے سام یل کی ہے تو
نہیں کچھ تری زینہار آبرو

برادر جو تیرے ہیں دار حشم
کہا یونکہ نالایق و ناسزا
چلو شہر کابل ہیں لیکر سپاہ
سوئے شہر کابل شتابان ہوا
برہنہ سر و پا ہو گریہ کناں
سر رحم آیا ول نامدار !
شغاد نگوں بخت نے بعد ازاں
دگا کرنے تعریف نخچیر گاہ !
زوارہ کو ساتھ اپنے لیکر گیا
سو جب گیا رستم نامور
تہی خاک کی واں جو کچھ تھی ملو
ہوا گرم پھر رخش جوں شیر مست
دوبارہ کر آیا جو پھر باد پا !
ملے رخش نے جست کی جونہی
ہوا پارہ پارہ سراپا بدن
ہوئے دشمن جاں زہی جفا
ترے کام کیسا خطر آیا یہاں
وہ بولا کہ تیری سزا تھی یہی
تہمتن یہ بولا کہ اے حیلہ گر
کہ کاؤس و کیخسرو و کیقباد
جو پوچھو تو ہیں یاں بہت دن رہا
شغاد نگوں بخت سے پھر کہا
تو بہر خدا دے خدنگ و کماں
بس اب شغل گر چہ چھپا بد نہاد
تہمتن سے پھر جان نہفتہ ہوئی

تجھے چاکروں سے سمجھتے ہیں کم
سپہدار کابل نے مجھکو کہا !
کروں قتل اسکو بحال تباہ
سپہدار کابل ہراساں ہوا
یہ بولا کہ اے نامدار جہاں
کیا شاہ کابل کا افزوں وقار
کہا یونکہ ہیں چاہ کندہ جہاں
کہا پھر کہ اے گرد با عز و جاہ
شغاد و سپہدار بھی ساتھ تھا
کہ خس پوش تھی چاہ کندہ جا بجا
ہوا شبہ رخش صبا گام کو !
و لیکن گرا چاہ میں کرکے جست
تو پھر دوسرے چاہ میں جا پڑا
نہ آیا نظر پھر بھی رہ نے بہی
ہوا سخت درماندہ وہ پیلتن
دغا سے یہاں قتل مجھکو کیا !
کہ ہووے فزوں تیری توقیر شاہ
بہت تو نے خونریزی خلق کی
پشنگ نوشدارو کو تو اپنے ہمرہ
گئے بادشاہان فرخ نہاد !
بس اب یاں سے جاتا ہوں ملک بقا
ہوا وہ کہ چاہتی تھی جو کچھ قضا
کہاں ہیں ہوئیں وہ مردوں سے یاں
ہوا سفتہ لیکن درخت و شغاد
تو قصہ دگی اک دم خونفشاں ہوئی

ہوا اسکے دلگیر و پر غم شغاد
دیا اسنے بوسہ سر و چشم پر
کروں تجھکو کابل کا پھر شہریار
ہوا آکے حاضر بصد نیاز
ہوئی مجھسے مستی میں صادر خطا
اسے شاہ کابل نے مہماں کیا
وہاں بیچارہ رستم گرد کو !!
کہ مشغول صید افگنی چلکے ہو
ہوئے حیلہ سازی سے لیکر رواں
غرض چاہ کے پاس صبا گام گیا
ہوا رستم پہلواں شرمگیں
ہوا خستہ وہ نیز رخش سوار
وہاں بھی لگے زخم تیغ و تبر
کنوئیں سات اس طرح سے تھے وہاں
یہ سمجھا تہمتن کہ بے اشتباہ
لگا کہنے منہ کرکے سوئے شغاد
مرے ساتھ کیوں تو نے کی دغا
سپہدار کابل نے پھر یوں کہا
سدا کون قایم ہے زیر فلک
دلیران و گردنکش و نامجو
فرامرز جنگی دلاور جواں !
ملے تاب جنبش نہیں اب مجھ
دیا اسنے ہنسکر کمان و خدنگ
کیا وہیں رستم نے شکر خدا
زوارہ بھی اور سپاہی ہمرہاں

حضور تہمتن گیا بد نہاد !
کہا اسنے اندیشہ کو دور کر
یہ کہہ کر وہیں رستم نامدار
پیادہ حضور یل سرفراز
تو کر لطف از راہ لطف و عطا
بجا بندگی لاکے شاداں کیا
غرض ایک دن وہ شہ مکینہ جو
یہ سنکر وہیں رستم نامجو
سوئے راست دونوں شقاوت نشان
تو پھر رخش نے ان تمہ تھا کیا
جڑا رخش پر تازیانہ وہیں
کہ تھے چاہ میں خنجر آبدار
ہوا چاک و خستہ بدن سر بسر
گیا گر وہ آخر ہوا ناتواں !
ستمگر شغاد اور کابل کا شاہ
کہ تھا بھائی تیرا ہیں ای بد نہاد
مجھے کس لئے ہائے ضائع کیا
کہ اب نوشدارو تجھے دوں پلا
جہانمیں رہوں میں بھلا کب تلک
گئے اس جہاں سے مرے روبرو
مرا کینہ لے تجھسے آکر یہاں
درندوں نے چھوڑا بھلا کب مجھے
وہیں اسنے مارا اسے بیدرنگ
کہ بدخواہ سے اپنا کینہ لیا !
ہوئے چاہ میں کشتہ خرد و کلاں

ولیکن سوار ایک باقی رہا!
لگی رونے رستم کی ماں زار زار
فرامرز نے سخت ماتم کیا
فرامرز جنگی ہوا پھر رواں
فرامرز کو جب ہوئی آگہی
بیاں کیجے کیا صورت کشمکش

سوئے سیستاں مثل شتابان گیا
یہ بولی کہ دنیا سے انجام کار
غرض زال نے اس سے پھر یوں کہا
سوئے شہر کابل بفوج گراں
کہ ہے شاہ سے شہر کابل تہی
نہ تنہا نام کو گوشت جز استخواں

کہا اُس نے یہ ماجرا سربسر
ہزار و صد و سیزدہ سال مرد
کہ جا سوئے کابل تو لیکر سپاہ
وے شاہ کابل ہراساں ہوا
گیا لاجرم جانب صیدگاہ
وہ دوام کھاتے تھے ہر صبح و شام

یہ سنکر ہوا زال زور نوحہ گر!
گیا اور نہ باقی رہا رنج و درد
سپہدار کابل تہا ہو کینہ خواہ
سوئے کوہ وہیں گریزاں ہوا
جہاں پہلواناں تھے تھکے تباہ
بیاباں میں گوشت اُنکا تمام

زوارہ کے اور رستم گرد کے ۔ وہ پیکر گیا استخواں گوشت سے
ہوا گرم پیکار کابل کا شاہ ۔ ہوئی فوج کابل سراسر تباہ
فرامرز نے اُسکو ازرہ کیں ۔ کیا ہاتھ سے قتل اپنے وہیں
کئے دفن زابل میں جاکر وہیں ۔ پھر آیا وہ کابل میں ازرہ کیں
گرفتار پھر شاہ کابل ہوا ۔ مظفر سپہ لیکے زابل ہوا
سوئے شاہ گشتاسپ آتا ہوں اب ۔ خبر شاہ ایراں کی لاتا ہوں اب

رحلت شاہ گشتاسپ بملک جاودانی و جلوس بہمن پسر اسفندیار بر تخت سلطنت ایران و لشکر کشیدن طرف سیستان و بعد جنگ بسیار فرامرز را قتل نمودن

کیا شاہ گشتاسپ نے ایکروز ۔ کہ یہ نامور بہمن نیک روز
ہوا اُس کا کشتہ پدر بیگناہ ۔ اُسے چاہیئے تخت تاج و کلاہ
کیا پھر پشوتن کو اُسکا وزیر ۔ کہ تھا دانش و فہم میں بے نظیر
جہانبانی وہ شاہ ہمایوں خصال ۔ رہا حکمراں ایک سو بیست سال
لگا کرنے داد و دہش صبح و شام ۔ ہوئے بزم شاہاں خاص و عام
لیا چاہیئے کین اسفندیار ۔ سواراں غرض لیکے یکصد ہزار
یہ پیغام بھیجا سوئے زال زر ۔ کہ آیا ہوں میں بہر کین پدر
فرستادہ نے جاکے جب پیش زال ۔ کہا یہ تو سنکر ہوا پُر ملال
ہوا اب جو رونق فزا تاجور ۔ کروں پیشکش اسکے گنج و گہر
یہ کہہ کر بہت مال جس کو دیا ۔ فرستادہ پھر ہوکے رخصت گیا
کہ جز اطاعت خسرو نامدار ۔ نہیں کچھ ارادہ اُسے زینہار
ہو جانب شہر بہمن رواں ۔ وہیں پیشوا زال آیا دواں
یہ پوچھا فرامرز ہے اب کہاں ۔ وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
کیا پھر وہیں زال زر کو اسیر ۔ لگا عاجزی کرنے وہ مرد پیر
نہیں زندہ اب رستم نامدار ۔ کہ جس سے تو لے کین اسفندیار
کہیں آج ہوں کمترین بندگاں ۔ پیادہ ہوا تیرے آگے دواں
ہوا بہمن اس بات سے خشمگیں ۔ رکھا زال کو بند از روئے کیں
تو فاراں و ایران و زابلستاں ۔ ہوئے ازرہ کین ستیزندگاں

کلاہ کئی کے سزاوار ہے ۔ ہوا اسکے شاہی کا حقدار ہے
یہ کہہ کر بٹھایا اُسے تخت پر ۔ رکھا سر پہ بہمن کے دیہیم زر
ہوا پھر رواں سوئے ملک عدم ۔ شہنشاہ گشتاسپ کیہان عجم
جہاندار بہمن شہ نامور ۔ ہوا تخت شاہی پہ جب جلوہ گر
ارادہ کیا پھر زروئے غضب ۔ کہ زال و فرامرز سے چلکے اب
ہوا عازم سیستاں بادشاہ ۔ جو نزدیک دریا کے پہنچی سپاہ
بیابان میں اب لیکے تیغ و دل ۔ کروں بحر خوں از تیغ رواں
کہا زال نے پھر عبث ہے یہ کیں ۔ کہ رستم کی تقصیر مطلق نہیں
مرا قتل منظور ہے اب اگر ۔ تو حاضر ہوں پھر میں زنہار ہم
ہوا پیش بہمن ثناخوان زال ۔ مفصل کہا شاہ سے عرض حال
ہوئی آتش قہر شاہی فرو ۔ کہ رنجش نہ پایا ذرا زال کو
گیا زال کے گھر شہ نامدار ۔ زر و گنج و اسپ لیا بیشمار
گیا ہے فرامرز بہر شکار ۔ ہوا پُر غضب سنکے یہ شہریار
کہ اے شاہ میری ہے تقصیر کیا ۔ اگر ہے تو رستم کی کچھ ہے خطا
برائے خدا مجھ پہ اب رحم کر ۔ مری عاجزی پر ذرا کر نظر
روا رکھ نہ بیداد انصاف کر ۔ کہ رستم نے تجھکو سکھائے ہنر
یہ سنکر فرامرز جنگی سوار ۔ سپہ لیکے آیا پئے کارزار
بانبوہ [illegible] از جنگ ۔ بشمشیر گرز و سناں و خدنگ

بروز چہارم چلی باد سخت
دلیران ایران تھی فیروز شاد
ولیکن فرامرز جنگ آزما
اٹھایا لگاور سوئے خیلگاہ
پیاپے لبسوئے سوار دلیر
دلیرانہ پھر کھینچکے تیغ کین
رہا ہوش اسکو نہ کچھ زینہار
کیا حکم پھر یوں ز روئے غضب
نہیں مردم سیستاں کی خطا
بجالائے شکر پروردگار
پرستو پھر اسکو باعز و شان

ہوئے تیرہ گردان زابل کا بخت
کہ انکے پس پشت تھی تند باد
دلیرانہ میدان میں قایم رہا
کہ تا شاہ بہمن سو ہو کینہ خواہ
دلیران ایران نے برسائے تیر
کئے قتل گردان ایران وہیں
ہوا پھر گرفتار انجام کار
کرو مردم شہر کو قتل اب
روا رکھو نہ زنہار آن پہ جفا
کہ حاصل ہوئی فتح ای شہریار
کیا شاہ نے حاکم سیستاں

ہوئی چشم تیرہ پڑی منہ پہ خاک
ہوئے حملہ آور جوانان ایاں
ہوا شیر جنگی نہ روبہ مزاج
دیے پہلواں کے تھے بخت یار
ہوا خستہ توسن فرامرز کا!
فرامرز خستہ ہوا بعد ازاں
سر دار کھینچا اسے پھر وہیں
وہ تسویں کہ دستور تھا شاہ کا
ہا زال کو بھی تو کر بند سے
یہ گفتار سنکر زروئے عطا
بفتح و ظفر خسرو دیں پناہ

ہوئے پہلوانان جنگی ہلاک!
گریزاں ہوئی فوج زابلستان
یہ سمجھا کہ بس روز آخر ہے آج
دلیری نہ کام آئی کچھ زینہار
پیادہ ہوا وہ نبرد آزما!
یہانتک ہوا خوں بدن سے رواں
شہنشاہ بہمن نے از روئے کیں
شہ نامور سے یہ کہنے لگا!!
کہ کینہ تھا رستم کے فرزند سے
رہا بند سے زال زر کوکب
گیا سیستاں سے سوئے تختگاہ

رحلت بہمن از جہان فانی بملک جاودانی

شہنشاہ کو ناگاہ اسنے ڈسا
کہ اپنا اب آخر ہوا روزگار
تصرف میں لایا تھا اسکو پدر
جہاندار بہمن نے اسکو کہا
شتاباں ہوا شاہ انجم حشم

فسوں نے نہ ہرگز کیا کچھ اثر
ہما اسکی دختر خردمند تھی
مگر رسم آتش پرستی یہ تھی
کہ جب اس سے پیدا ہوا کوئی پسر
جہاں میں بصد عز و جاہ و جلال

بر تخت نشستن ہما دختِ شاہ بہمن

کیا خلق میں عدل لیل و نہار
تو کر پرورش بانشاط و سرور
کیا پھر اسے اسنے اکدن طلب
خلل میری شاہی میں ہو گا یہ سب
بہا دو اسے جا کے دریا میں اب
کہیں رنگ گا دور کو آ یا نظر

ہوا بعد نہ ماہ پیدا پسر!
دیے پیش مردم یہ ظاہر کیا
یہ سوچی ہما اپنے دل میں کہ گر
اسے ایک صندوق میں بند کر
بجا مردماں لائے حکم ہما
نکال اس کو گاذر نے اپنے لیا

شبستان میں ایکدن رات کو
پڑا تھا کہیں راہ میں اژدہا
یہ سمجھا دلیں بہمن نامدار
وہ تھی حسن میں رشک شمس و قمر
غرض اس پریچہرہ کو حمل تھا
وصیت یہ کی کہ بعد عدم
ہما دخت بہمن بجائے پدر
کیا اسنے آغاز جود و سخا!
سپہ کو دیا گنج و زر بیشمار!
کہا یوں کہ لیجا کہیں اسکو دور
ہوا الغرض ہفت ماہہ وہ جب
ملا وہ اگر واقف ہوں یاں دو ماہ
کہاں محرماں سے یہ ہنگام شب
وہ صندوق دریا میں وقت سحر

گیا تھا شہ بہمن ناجو!
نہ زنہار چارہ ہوا کارگر!!
دیا اسکو اورنگ و تاج شہی
کہ ہمخواب کرتے تھے دختر کو بھی
کلاہ شہی اسکے ہو زیب سر
شہی شاہ بہمن نے کی ہفت سال
سریر شہی پہ ہوئی جلوہ گر
فقیروں کو یکسر تونگر کیا!
حوالہ کیا دایہ کو زود تر!!
کہ ہوتے ہی پیدا پسر مر گیا
رہے شہر میں یہ ہمایوں پسر
لٹی رکھکے یاقوت لعل و گہر
دیا جا کے صندوق کو پھر بہا
کنارے پہ لا کے اسے وا گیا

وہ ماں اور وہ طفلِ فرخ نہاد
ہُوا فوت و پیروز تیرا پسر
یہ دولت جو اُسکو میسر ہُوئی
کہ ہو واقف اسبات سے کوئی گر
وہ داراب خوشرو و خوش شکل تھا
ذرا گاذری کا نہ کرتا تھا کام
کہے تھا کہ مجھکو خدا نے دیا!
ولے تھی اُسے یہ خبر کچھ نہیں
اُسے فہم و ادراک تھا اسقدر
بغرضِ خوشی آن کر ایک روز
وہ بولا کہ ہوں مفلس و مستمند
زنِ گاذر اُسدن ہوئی بیقرار
مشقت لگا کرنے وہ صبح و شام
زنِ گاذر اکروز بیٹھی تھی شاد
حقیقت وہ صندوق و مال کی
زر و لعل جو کچھ تھا اُسنے لیا
کہیں قیصرِ روم از روئے کیں
ہما نے کیا حکم اُس کو کہ ہاں
ارادہ جنھیں چاکری کا ہو یاں
وہاں جبکہ داراب فرخ گیا
تو کہنے لگی اپنے دلمیں ہما!
لکھا یوں کہ اسکو مقرر رکھو
شتاباں پئے جنگ قیصر ہُوا
جو داراب کے پاس خیمہ نہ تھا
کہ اسے طاق ہو ذرا ہوشیار

جو دیکھا تو گاذر ہوا شاد شاد
عوض اُسکے یہ طفلِ رشکِ قمر
تو پھر زوجہ مسرور و خوشتر ہوئی
مبادا کہ کچھ مجھسے پہنچے ضرر
دلیر و جوانمرد و زور آزما!
گریزندہ اُس کام سے تھا مدام
عجب طفلِ نالایق و ناسزا
کہ ہووے گا یہ شاہ روئے زمیں
کہ اُستاد حیراں رہا دیکھ کر
لگا کہنے گاذر سے وہ نیکروز
کہانسے میں لاؤں براق و سمند
دیا ایک یاقوت انجام کار
ہنر پہلوانی کے سیکھے تمام
وہاں آکے داراب فرخ نہاد
سُنی جب ہوئی اُسکے دلکو خوشی
تصرف میں سب مال اپنے کیا
شتاباں ہو آئے سوئے ایراں زمیں
فراہم کرو لشکرِ بیکراں
تو حاضر شتابی سے ہوں جنگ میں
تو وہ لیگیا اُس کو پیشِ ہما
کہ ہے یہ عجب شوکت و شان کا
مواجب بھی اسکا زیادہ کرو
فرود اک بیاباں میں لشکر ہوا
تو ہو کے یہ طاق شکستہ گیا
کہ خفتہ ہے یاں شاہِ ایران دیار

خوشی سے اُسے پیشِ زن لیگیا
دیا غیب سے ہمکو ایزد نے آج
رکھا طفل کا اُسنے داراب نام
تو اُس شہر سے جائے دیگر گیا
زبوں تھے تمام اُس سے خرد و کلاں
نہ چھوٹا تھا اک پارچہ ہاتھ سے
کہ بہلائیں کرتا ہے ایک دام
بٹھایا جو مکتب میں داراب کو
جو کچھ علم تھا یاد اُستاد کو!
خدا نے کیا علم میں مجھکو طاق
ہوا اُسکے دلگیر وہ ذوالکرام
اُسے بیچکر ایک گھوڑا لیا
نہ ٹھہرے تھا گھر میں ذرا نوجواں
یہ بولا مرا ماجرا کہ بیاں
یہ سمجھا جوانمرد و فرخ نہاد!
مصمم کیا دلمیں عزمِ سفر
حضورِ ہمائے خجستہ نہاد
یہ بھیجا پیام اُسنے پھر جابجا
ہوا سنکے داراب مسرور و شاد
کہ رکھنی تھی جاکر ہما دیکھ کر
عیاں اُسکے رخ سے ہو فرِ کیاں
ہوا جبکہ لشکر فراہم وہاں
ہوا نازل اُس روز باراں سیل
گیا خواب میں جبکہ داراب ہاں
نگہدار اُس کا تو ہو بیباک

کہا اُسکو لا شکرِ ایزد بجا
تو ہو مائلِ بہجت و ابتہاج!
کیا دلمیں اندیشۂ خاص و عام
زن و کودک و مال کو لیگیا
نہ تھا اُسکے ہمسر کوئی نوجواں
وہ گاذر تھا دلگیر اسبات سے
پھرے ہے یہ بازی کناں صبح و شام
کہ تا سیکھ کر علم شائستہ ہو
شتابی سے سیکھا وہ فرخندہ خو
ولے اب ہے مطلوب یاں تو براق
نہ پھر اُسنے دو روز کھایا طعام
جو کچھ چاہیئے تھا مہیا کیا
بیاباں میں پھرتا تھا صید افگناں
کیا اُسنے رازِ نہفتہ عیاں
کہ ہو نہیں پسر مرد عالی نژاد
کہ حاصل ہو جمعیت کر و فر
سپہدار نامی تھا اک رشنواد
کہ مردانِ جنگی و جنگ آزما
روانہ ہوا پھر سوئے رشنواد
پڑی جبکہ اُس پر ہما کی نظر
نژادِ کیانی سے ہے یہ نوجواں
تو پھر رشنوادِ دلاور جواں
گیا ہر کوئی خیمہ کے درمیاں
تو آئی ندا غیب سے ناگہاں
کہ بہمن کا فرزند ہے یہ جواں

سہ بار آئی آواز یانسے یہی
کہا آکے پھر یوں کہ اے نامدار
یہ زنہار تھی مردماں کی صدا
جو داراب اُٹھکر وہانسے گیا
کہ دریا میں گاذر کی ہاتھ آگیا وہ
نہ صندوق میں حرف کچھ بھی نہ تھا
اُسے خلعت و اسپ و خیمہ دیا
سپہدار نے قصہ داراب کا
کہا اپنے دلمیں کہ ہی بیگماں
جو روز دگر قیصر کینہ خواہ
تو قیصر سے اب جاکے ہو گرم جنگ
سر شام میداں سے وہ تاجور
بہت آفریں کی جوانمرد پر
ہوا پھر گرم بہم بازار کیں
گیا نیزہ لے کر جواں جیسے برق
ہراساں ہوئے سر بسر رومیاں
جدہر حملہ آور ہوا کینہ جو!
سوئے روم پھر چلئے ناچار سب
بفضل خدا فتح پا دینگے ہم
ہوے آکے میداں میں گرم ستیز
ہزاراں دلیر اک گئے غرق خوں
کہ یاں آن کے میں پشیماں ہوا
غرض صلح کرکے وہیں پھر گیا
ہما کو لکھا قصہ داراب کا
کیا پھر طلب اُسنے داراب کو

سُنی رشنواد دلاور نے بھی
تلے طاق کے خفتہ ہے اک سوار
یقیں ہے کہ تھی غیب سے یہ ندا
تو وہ طاق ٹوٹا ہوا گر پڑا
لگا ایک صندوق اے نیکخو
کہ لعل و یاقوت تھے بے بہا
کیا اُسپہ مصروف لطف و عطا
جو پوچھا تو اُسنے مفصل کہا
پسر شاہ بہمن کا یہ نوجواں
سپہ لیکے آیا سوئے رزمگاہ
یہ سنکر گیا وہ جواں بیدرنگ
سوئے خیمہ آیا بفتح و ظفر
ہوا جلوہ گر جبکہ روز دگر
گلستاں ہوا خوں سے روئے زمیں
بسانِ مژہ اُٹھ گئی صف کی صف
لگے کہنے باہم یہ پیر و جواں!
پریشاں کیا لشکرِ روم کو
کہ ہرگز نہیں تاب پیکار اب
تصرف میں یہ ملک لائینگے ہم
ہوئی ایک برپا وہاں رستخیز
ہوا لشکر روم آخر زبوں
پریشاں ہوا سخت حیراں ہوا
سوئے روم فرمانروا روم کا
وہ یاقوت بھیجا حضور ہما
حضور اُسکے آیا جو وہ نامجو

یہ مردم سے بولا کہ لاؤ خبر
کہ وہ طاق بشکستہ ہے سربسر
وہ بولا کہ لاؤ جوانکو یہاں
حقیقت لگا پوچھنے رشنواد
جو کھولا تو اُسمیں سے پایا مجھے
کیا ماجرہ سب مفصل بیاں
کہا پھر کہ گاذر کو لاؤ یہاں
رکھے پھر وہ یاقوت پیش نظر
فرزند کیا رُتبہ داراب کا!
تو بولا یہ داراب ہے رشنواد
ہوا رومیوں سے نبرد آزما!
دلیری یہ داراب کی رشنواد
تو لے کر سپاہ گراں پھر گیا
جوانمرد داراب ہر چار سو
سر شام تک واں رہی کارزار
عجب نوجواں آج تھا ہم نبرد
وہ ہے بچہ فیل یا شیر نر
لگا کہنے قیصر کہ بیدل نہ ہو
ہوا جب سحر مہر جلوہ کناں!
جہانگیر داراب مرد دلیر!
تمھارا رومیوں کا نہ زنہار کام
جو کچھ چاہیے مجھسے اب لیجئے
مظفر ہو داراب فرخ نہاد
ہما نے یہ سمجھا کہ ہاں بیگماں
تو وہیں ہما نے بصد ابتہاج

گئے مردماں سب وہیں دوڑکر
جسے دیکھکر دل میں گذرے خطر
اُسے آکے تب لیگئے مردماں
لگا کہنے داراب فرخ نہاد
خوشی سے وہ گھر اپنے لایا مجھے
سپہدار سُنکر ہوا مہرباں!
اُسے جاکے لے آئے پھر مردماں
سپہدار نے اُسکو پہچان کر!
وہ رُتبہ کہ شایان داراب تھا
کہ لیکر سپہ اے خجستہ نہاد
بہت فوج کو قتل اُسنے کیا
ہوا دیکھکر دل میں مسرور و شاد
سوئے رزمگہ مرد جنگ آزما
طرح شیر نر کے ہوا رزمجو
گئے پھر سوئے خیمہ انجام کار
مقابل نہیں جسکے یاں کوئی مرد
کہا پھر یہ قیصر سے اے نامجو
سحر حملہ یکبارگی تم کرو!!
تو پھر رومیاں اور ایرانیاں
ستیزندہ میداں میں تھا مثل شیر
یہ ناچار قیصر نے بھیجا پیام
نہ پھر خاش بہر خدا کیجئے!
عجب آیا تو شاداں ہوا رشنواد
مرا نور دیدہ ہے یہ نوجواں
حوالے کیا تخت زرین و تاج

جہاں تیں بصد جاہ و حشمت ہما
ہوا بعد ازاں جلوہ گر تخت پر
بہت خلق پر لطف و احساں کیا
کہا پھر یہ اُسنے بلطف و طرب
شعیب دلاور سپہدار تھا
ہوا وہیں لے کر سپاہ گراں
رہی جنگ قایم سہ روز و سہ شب
ہوا لشکر تازیاں سب خراب
سپہ لیکے آیا شہ فیلقوس
دلیران ایراں ہوئے سخت کوش
نہ تنہا ہوے کشتہ تیغ و تیر
پذیرا کیا اُسنے دینا خراج
کسی نے کہا اے شہ ذوالکرام
کیا دیں پیغام شاہ جہاں
جہاندار گیتی ستاں بعد ازاں

جلوس داراب پسر بہمن بتخت ایران

سپاہ و رعیت کو شاداں کیا
تو کر پیشہ گاذری ترک اب
سپاہ عرب کا وہ سالار تھا
شتاباں سوئے جنگ ہیتال
بروز چہارم شعیب عرب
دلیران ایراں ہوئے فتحیاب
خروشاں ہوئے ہر دو سو بوق و کوس
گئے رومیوں کے پراگندہ ہوش
زن و بچے بھی اُنکے آئے اسیر
کہ قایم رہے ملک اورنگ و تاج
شہ روم کی دخت ناہید نام
کہ دیجے مجھے دختر دلستاں

طلب کر کے گاذر کو پھر زود تر
یکایک سپاہ گراں پھر گئی
سواران تازی تھے یکصد ہزار
ستیزندہ پھر ہر دو لشکر ہوئے
ہوا کشتہ میداں میں وقت وغا
شہنشاہ داراب نے بعد ازاں
بہم ہر دو لشکر ہوئے کینہ خواہ
شہ فیلقوس اور یکسر سپاہ
ہوا فیلقوس آنکے قلعہ بند
دیا شاہ داراب کو بے شمار
پری چہرہ اور غیرت ماہ ہے
شہ روم نے با دل پرصفا

رہی سی ودو سال فرماں روا
جہاندار داراب فرخ سیر
عنایت کیا خلعت و اسپ و زر
شتاباں ہوئے سوئے ایراں زمیں
یہ لشکر جہاندار گردوں وقار
شہ روم سے تیغ و خنجر ہوئے
سب اسباب لشکر کا غارت کیا
کیا جانب روم لشکر رواں
ہوئی گرم جوں آگ قلم رزمگاہ
گریزاں ہوئی بے قبا و کلاہ
کہ پیدا نہیں تھا اسکو بیم و گزند
زر و گنج و در از رہ انکسار
سزاوار ہم بزم شاہ ہے
کیا دخت کو شاہ سے کتخدا
ہوا روم سے سوئے ایراں رواں

آزردہ شدن داراب شاہ از بوئے دہن ناہید دختر والی روم و فرستادن بخانہ پدرش و پیدا شدن اسکندر

ہوا شہ جو ناہید سے ہمکنار
ہوا اُس سے ناشاد داراب شاہ
غرض حاملہ تھی وہ رشک قمر
ہوا جبکہ دختر سے پیدا پسر
سکندر تھا مانند رستم دلیر
ہنر اُس کو از بسکہ تھے خوب یاد
کہ تھا عقل و دانش میں مشہور عام

نہ آئی نہ بوئے دہن خوشگوار
ہوا پھر نہ زنہار ہمخواب شاہ
ولیکن نہ داراب کو تھی خبر
کیا اُسکو قیصر نے اپنا پسر
جوانمرد زور آور آفاق گیر
وہ علم و ہنر میں ہوا اوستاد
سکندر کا ہمدوش تھا صبح و شام

ہوئے چارہ گر اُسکے دانشوراں
شناسا نہیں ایسی نہ ہرگز گیا
شہ روم فرزند رکھتا نہ تھا
سپاس خداوند لایا بجا
حکیموں کا وہ تربیت کردہ تھا
ارسطوی دانائے فرخ سیر
یہ قصہ بیاں کا یہاں چھوڑیئے

ہوئی وہ لیکن نہ بہتر وہاں
سوئے فیلقوس اُسکو رخصت کیا
عیاں حمل اُسکا نہ ہرگز کیا
سکندر رکھا نام اُس طفل کا
کوئی علم باقی نہ اُس سے رہا
ہوا باپ جیسے نامور کا پسر
سمند قلم کی عناں موڑیئے

رحلت داراب شاہ ازیں جہان و جلوس دارا بر تخت سلطنت

بس اب آئیے یاں سے بار دگر / سوئے شاہ داراب فرخ سیر
کیا شاہ نے جبکہ ناہید کو / مرخص سوئے قیصر نامجو!

تو اک اور چاہی زن گلعذار / ہوئی وہ جہاندار سے باردار
غرض نو مہینے گئے جب گذر / ہوا بطن سے اسکے پیدا پسر

ہوا شاد دل شاہ داراب کا / ملک زادہ کا نام دارا رکھا
دلیر و خردمند دارا ہوا!! / وہ جب وہ بارہ برس کا ہوا

تو پھر شاہ داراب کشور کشا / روانہ ہوا سوئے دار البقا
رہا چار دہ سال اور چار ماہ / نگہبان عالم شہ دیں پناہ

رکھا سر پہ دارا نے پھر تاج زر / سر تخت بیٹھا بجائے پدر
فریدوں جاہ تھا مہر اور ماہ سے / بدستور داراب ہر شاہ سے

لیا خسرو نامور نے خراج / دیا اسکو ہر تاجور نے خراج
سوئے شاہ اسکندر آتا ہوں میں / اسے تخت پر اب بٹھاتا ہوں میں

نشستن اسکندر بر تخت روم بجائے فیلقوس و لشکر کشیدن سوے ایران بجنگ دارا

گیا فیلقوس اس جہاں سے گذر / سکندر نے سر پر رکھا تاج زر
فقط روم میں کچھ نہ تھا حکمراں / سکندر ہوا بادشاہ جہاں!

ارسطوی دانشور بے نظیر / ہوا شاہ کشور ستاں کا وزیر
ارسطو فلاطون کا شاگرد تھا / خردمند و دانا و صاحب ذکا

بافزونی لشکر و ملک و مال / سکندر جہاں میں تھا فرخندہ حال
فرستادہ دارا سے ایراں گیا / یہ پیغام لایا کہ باعث ہے کیا

جواب تک نہیں تونے بھیجا خراج / مناسب ہے یہ جلد بھیجا خراج
نمے ہاتھ سے راہ و رسم پدر / ہماری اطاعت سے مت پھیر سر

سکندر نے سنکر یہ پاسخ دیا / شہ فیلقوس اب جہاں سے گیا
جو دیتا تھا ہر سال تجھکو خراج / دلے مجھسے مت ہو تو خواہان باج

خدانے دیا مجھکو جاہ و حشم / سر خرچ پہنچاؤں گا میں علم
مرے پاس ہے لشکر بیکراں / زر و زور شمشیر گیتی ستاں

مجھے عزم یہ ہے کہ ای نامجو / مسخر کروں ہفت اقلیم کو
یہ لازم ہے تجھکو تو بھیجے خراج / رہے ورنہ تیرا نہ اورنگ و تاج

خبردار کرتا ہوں تجھکو خبر / سپاہ لیکے آیا بصد کر و فر!
ہوا ایلچی لیکے نامہ رواں! / سکندر ادھر سے سپاہ گراں

چلا لیکے اقصائے ایراں کی سمت / چلے شیر جیسے نیستاں کی سمت
یہ دارا کو جس وقت پہنچی خبر / وہ جمجاہ بھی فوج کو جمع کر!

سکندر جہاندار گیتی ستاں / پہنکر لباس فرستادگاں
گیا پیش دارائے فرخ تبار / کہا جاکے دارا سے ای شہریار

سکندر نے بھیجا یہ تجھکو پیام / کہ مجھکو نہیں ملک سے تیری کام
ارادہ ہے یہ سیر دنیا کروں / مہ و مہر ساں گرد عالم پھروں

تو آیا ہے کیوں کرکے سامان رزم / نہیں ہوں میں کچھ بھی خواہان رزم
ذرا ملک سے دیدے تو مجھکو راہ / کہ گذروں سلامتی سے لیکر سپاہ

اگر خواہ ناخواہ ہے عزم جنگ / تو یاں بھی ہے موجود تیغ و خدنگ
جو شوخی سے پیغام اسنے کہا! / تو حیرت میں دارائے ایراں گیا

لگا کہنے دارائی فرخ نہاد / ترا نام کیا اور کیا ہے نژاد
یہ چہرہ یہ قامت یہ شوکت یہ شان / جہاں میں رکھے کون ہے جز کیاں

مگر ہے تو اسکندر نامور
کہ آیا ہے یاں بنکے پیغامبر

وہ بولا کہ میرا وہاں کیا شمار
بہت مجھ سے ہیں چاکر شہریار

سکندر نہیں بے خرد اسقدر
کہ اس طرح آوے مخالف کے گھر

طلب شہ نے پھر جام و مینا کیا
فرستادہ کو بھر کے ساغر دیا

پیا اُسنے صہبائے گلفام کو
وہ پاس اپنے رکھا جام کو

یہ دارا نے پوچھا کہ باعث ہے کیا
تہی کرکے ساغر جو تو نے رکھا

وہ بولا کہ اے خسرو نیکنام
یہ ہے ملک میں اپنے آئین مدام

کہ پھر باز پس اسکو کرتے نہیں
فرستادہ کو دیکے پھر لیں کہیں

لگا کہنے ہنسکر شہ نامجو
کہ اک جام تم لے کے اب اُٹھ رہو

غرض اُسنے واں سے لئے جام چار
ہر اک جام زر تھا جواہر نگار

رکھا لاکے خوان جب ہوا وقت شام
سکندر بھی کھانے لگا واں طعام

کسی نے سکندر کو پہچان کر
جھکایا طرف گوش دارا کے سر

وہ وہیں اسکندر نامدار
یہ سمجھا کہ راز اب ہوا آشکار

شتابی سے اُٹھ کر ہوا بس رواں
طرف اپنے لشکر کے آیا دواں

عقب اُسکے دارا نے بھیجے سوار
دلیران پرخاش جو تھے ہزار

شب تیرہ تھی راہ گم کر گئے
وہ ناکام ناچار پھر کر گئے

سکندر نے چاروں وہ جام طلا
ندیموں کو دکھلائے اور یہ کہا

کہ حق میں ہے میرے مبارک یہ فال
یقیں ہے کہ دارا سے لوں ملک و مال

کیا میں نے معلوم یہ جا کے واں
کہ دارا کے ہے پاس فوج گراں

وہ ساتھ میرے نہیں تاب جنگ
میسر مجھے فتح ہو بیدرنگ

کہ میرا جہاں آفریں یار ہے
شب و روز میرا مددگار ہے

غرض جنگ و پیکار پائی قرار
نہ ٹھہری بہم آشتی زینہار

جنگ کردن دارا با سکندر سہ مرتبہ و شکست خوردن ہر سہ بار و ظفر یافتن اسکندر

ہوا مہر رخشاں جو روز دگر
دو لشکر مقابل ہوئے آنکر

اُدھر تو سکندر صف آرا ہوا
اِدھر گرم پیکار دارا ہوا

خروشاں ہوئی نائے ترکی وہاں
گیا بوق کا آسماں پر فغاں

ہوئے رزم جو کینہ خواہاں بہم
کٹے تیغ بُرندہ نے سر قلم

ہوئے سینے وقف خدنگ و کماں
ہوئے غرق خوں مرد جنگ آوراں

رہا سات دن گرم بازار کیں
گئی موج خوں تا بہ چرخ بریں

ہوا آٹھویں روز دارا تباہ
پریشاں ہوئی اسکی یکسر سپاہ

گریزاں وہ دارا گیا فرخ صفات
کیا طالب رود بار فرات

گئے رومیاں بھی تعاقب کناں
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیاں

میسر جو یہ فتح و نصرت ہوئی
تو حاصل سکندر کو فرحت ہوئی

دگر بار کرکے فراہم سپاہ
سکندر سے دارا ہوا کینہ خواہ

سپہ لیکے آیا سوم بار پھر
ہوا آنکے گرم پیکار پھر

ولیکن نہ اقبال یاور ہوا
تباہ و پراگندہ لشکر ہوا

ہوا آنکے ہر بار دارا خراب
سکندر تو ہر بار ہوا فتحیاب

رواج دادن سکندر سکہ خود در ایران و رسیدن دارا مرتبہ چہارم برائے جنگ و باز تباہ شدن

ہوا جب مظفر بفضل خدا
سکندر جہاندار کشورکشا

ہوا مالک تخت و تاج کیاں
کیا سکہ ایراں میں اپنا رواں

کیا شہ نے ایرانیوں کو تمام
سکندر یہ کہتا تھا ہر ایک سے
نہیں غیر ہیں وارث تخت ہیں
تمہیں لطف و شفقت سے شاداں رکھوں
جو دارائے ایراں نے دیکھا وہاں
اور اب یوں ہوئے ہاتھ یکسر دلیر
فریب اسکے مت کھائیو زینہار
وہ مردم موافق جو دارا کے تھے
جہاندار دارا پھر آیا ادھر
ہوئی تیغ رانی وہاں اسقدر
سواران ایراں نے وقت وغا
نصیب اسکے پھر بھی ہزیمت ہوئی
سکندر جو دنبال اسکے گیا
جو آتا تھا پیش شہ دادرس
تو دوں ملک ایراں سراسر تجھے
بندگان و گردان ایراں دیار
وہ بولا نہیں لائق سروری
لکھا فور ہندی کو یوں بعد ازاں

بصد گونہ لطف و کرم شاد کام
کہ بیگانہ تم مت سمجھنا مجھے
جو مردہ ہوں اور عیاں بخت ہو
شب و روز مرہون احساں رکھوں
لگے جانے ہر روز ایرانیاں
نہیں گردش چرخ سے کچھ گزیر
و گرنہ کریگا تمہیں سخت خوار
یہ دارا سے اسوقت کہنے لگے
پئے جنگ اسکندر نامور!
کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر
دلیرانہ جہد فراواں کیا!
قریب فوج ایراں کی شامت ہوئی
تو واں بھی نہ زنہار دارا رہا
زن و بچے ملتے تھے پھر اسکو بس
مبارک ترا تخت و افسر تجھے
یہ دارا سے بولے کہ اے شہریار
کروں جو سکندر کی فرمانبری
کہ ہوں میں ستم دیدۂ آسماں

نہ کرتا تھا دارا یہ لطف و عطا
تمہارا ہوں شہزادہ اے مرزباں
رہو شاد تم جمع خاطر رکھو
یہ سنکر حضور جہانگیر شاہ!
ہو بولا کہ اے مرد باں بیشتر!
ہتی مکر سے یہ نہیں گفتگو!
زن و بچہ ہونگے گرفتار بند
کہ ہم رومیوں سے کہیں بہتر نجات
سکندر بھی آیا بہ فوج گراں
بشمشیر و خنجر ستیز و کار تھا
ولیکن تھے دارا کے برگشتہ بخت
گریزندہ ہو کر بحال خراب!
زن و بچہ و طفل ایرانیاں
سکندر نے بڑھ کر یہ پاسخ دیا
یہاں سے نہیں جاؤں قرین ظفر
سکندر سے جاکر ملاقات کر
غم جاں نہیں مجھکو زنہار ہے
کوئی یار میرا جہاں میں نہیں

سکندر نے ساتھ اسکے جو جو کیا
کہ ہوں پشت دارا سے بیگیاں
اطاعت مری جان و دل سے کرو
ہوئے آگے حاضر سران سپاہ
زبوں تم سے تھے رومیاں سربسر
جو کرتا ہے اسکندر کینہ جو!
بہت تمکو پہنچے گا اس سے گزند
کریں جہد اے شاہ گیتی پناہ
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
قیامت کا واں گرم بازار تھا
ہوا وہ پراگندہ و خوار سخت
گیا سوئے اسطخر دارا شتاب
ہوئے قید سرپنجۂ رومیاں
اگر تو مری پاس آوے شہا
کروں ملک گیری لشکر دگر
کہ پھر ملک قائم رہے سربسر
دلے طاعت رومیاں عار ہے
تو ہے خدا ہو ممد و معیں!

کشتہ شدن دارا از دست وزیران و نکاح دختِ دارا با سکندر

یہ دارا کو اس نے لکھا پھر شتاب
کئے بند ہر چار سو رہ گزر
کہ نام ایک مالک کا نہ ماہ یار
کوئی دن کہ ہو گا گرفتار بند

تو پہنچا یہاں آپکو بے شتاب
سواران جنگ آزما بھیجکر!
اور اس دو سریکا تھا جا لو پیا
کہ اب پھر گیا اس سے چرخ بلند

جو پہنچی خبر پیش شاہ جہاں
سپہدار دارا کے تھے دو وزیر
لگے کہنے باہم کہ اقبال شاہ
یہی مصلحت ہے کہ بس بے دریغ

کہ دارا کو ہے عزم ہندستاں!
ستم پرور و بد نہاد و شریر
گیا اور لشکر ہوا سب تباہ
شہنشاہ کو کیجئے زیر تیغ!

که ہو شاد اسکندر نامدار
فزونتر ہمارا ہو عز و وقار

کہیں راہ میں رات کو ایک بار
جدا اپنے لشکر سے تھا شہریار

یہ ہنگام فرصت جو آیا نظر
تو پھر ایک نے شاہ کے سینے پر

لگے زخم کاری تو پھر تاجور
گرا پشت زیں سے وہیں خاک پر

گیا بھج شہنشاہ عالیجناب
سوئے مقتل شاہ دارا شتاب

رکھا الغرض ظالموں نے روا
خداوند نعمت پہ جور و جفا

نہ تھا پاس دارا کے کوئی سوار
فقط تھے وہی دو لعیں نابکار

رواں تیز خنجر کیا بیدریغ
رہا دوسرے نے کیا زخم تیغ

خبر کی سکندر کو یہ بعد ازاں
کہ دارا کو ہے کیا قتل یاں

ہنوز اُسکے قالب میں باقی تھی جاں
کہ پہنچا جہاندار گیتی پناہ

سکندر نے گھوڑے سے وہیں اُتر
رکھا اپنے زانو پہ دارا کا سر

سکندر کو دیکھا جو بالین پر
تو سینے سے کی آہ دارا نے سر

کہ دیکھوں تجھے اسطرح میں نگوں
تن خستہ سرتاپا غرق خوں

کروں چارہ سازی ترے زخم کی
جو حاصل شفا ہو تو با صد خوشی

شناعیں نے مانسے کر یعنے بہم
پسر اک پدر کے ہیں ہم اور تم

کیے چشم سے اپنی آنسو رواں
ہوا اور روئے اُسکے نالہ کناں

سکندر یہ بولا کہ اے تاجدار
نہ تھی یہ تمنا مجھے زینہار

یہاں سے میں لیجاوں اب اپنے گھر
تجھے مہد زریں میں کر جلوہ گر

بٹھا تجھکو ایران کے پھر تخت پر
شتاباں یہاں سے ہوں سوئے دگر

مجھے اسلئے درد و غم ہے بڑا
کہ ہے تو حقیقی برادر مرا

کشندہ کو تیرے گردن ہیں ہلاک
سکندر سے دارا یہ کہنے لگا
خدا نے کیا تجھ کو شاہ جہاں
بآرام جاتا ہوں سوئے عدم
سکندر یہ بولا ندوے صفا
مری دختر اک روشنک نام ہے
تو اسفندیار اسکا رکھیو تو نام
کہ قایم رہے دین لہراسپ شاہ
رکھا اپنے دہن پر سکندر نے ہاتھ
ہوئی چشم دارا کی جسوقت بند
پیادہ ہوا پیش تابوت شاہ
بزرگان ایران ثناخواں ہوئے
سوئے مادر روشنک لعل ازلب
رواں اسنے اس ماہوش کو کیا
جہاندار بر طبق آئین دین

ملاؤں ہر ایک کو تہ خون و خاک
کہ زاری و گریہ سے کیا فائدہ
تو کر بادشاہی بصد فر و شان
تو رہ اس جہاں میں بجاہ و حشم
کہ لاؤں ترا حکم یکسر بجا
پری چہرہ مہوش گل اندام ہے
مری روح کو کیجیو شاد کام
رہ و رسم آئین گشتاسپ شاہ
لگا کہنے دارا سے فرخ صفات
لگا رونے اسکندر ارجمند
کیا لیکے مدفون سوئے دفن گاہ
دل و جان سے محکوم سلطاں ہوئے
کیا نامہ بر دم کے نامہ رسال
حضور جہاندار کشور کشا
ہوا کتخدا ساتھ اسکے وہیں

یہ کہہ کر لگا رونے پھر زار زار
گذر اب گیا چارہ سازی سے کام
شہا تیری گفتار شیریں ہے اب
وصیت کروں ہے تجھے کچھ اگر
لگا کہنے دارا کہ اے بادشاہ
اسے عقد میں اپنے لانا ضرور
نہ برہم کوئی رسم ہو زینہار
سکندر سے دارا نے جو کچھ کہا
کہ رخصت ہوئی جسمسے جان حزیں
کیا چاک جامہ ہوا نوحہ گر
سر دار کھینچا پھر از دست کیں
سکندر نے مرہون احسان کیا
لکھا روشنک کو یہاں بھیجدو
پرستار ساتھ اسکے تھیں گلعذار
رہا شہر ایراں میں کتخدا شاہ

ہوا درد و غم سے بہت بے قرار
مرا کام یعنی ہوا بس تمام
غم و درد سے ہوا دور اب!
پدر بندہ ہووے تو اے تاجور
مرا ننگ و ناموس رکھنا نگاہ
اگر بطن سے اسکے پیدا ہو پور
یہ ملحوظ رکھنا او لیل و نہار
سکندر نے یکسر پذیرا کیا
نگہدار تیرا ہے جان آفریں!
اسے مہد زریں میں پھر ڈال کر
کشندوں کو دارا کے شہ نے وہیں
بلطف و کرم سبکو شاداں کیا
کہ جوں شمع روشن کرو بزم کو
زر و گوہر و لعل تھے بیشمار
سوئے ہند پھر اسنے کھینچی سپاہ

رفتن اسکندر طرف ہندوستان و حاضر شدن کید ہندی

شہ ہند تھا کید اک نامور
کہا مردواں نے کہ درویش ایک
حضور اسکے پھر کید ہندی شتاب
کہ ایوان بلند اور در ہے کلاں
دوم شب یہ دیکھا کہ ہے جلوہ گر
اسے کھینچتے ہیں بہم مرد چار
تو پھر ایک ماہی ہوئی جلوہ گر

اسے خواب پر ہول آیا نظر
خردمند و صاحبدل و مرد نیک
گیا اور کہا اپنا یکدست خواب
اور اک خرد سوراخ بھی ہے وہاں
کوئی نوجواں میرے اورنگ پر
ملے پارہ ہوتا نہیں زینہار
گریزاں ہوا اسکو یہ دیکھ کر

حکیموں سے پوچھی جو تعبیر خواب
بیاباں میں رہتا ہے مہراں ہے نام
کہا یونکہ اے پیر فرخ سیر
اور اک فیل مست آگے اک خیمہ کے
سوم شب مجھے خواب آیا نظر
شب چارم اک شخص ہے تشنہ لب
عقب اس گریزندہ کے پھر شتاب

کسی سے نہ کچھ راست آیا جواب
کہے گا وہ تعبیر شاہا تمام
شب اول آیا یہ مجھکو نظر
گیا پھر نکل ہوکے سوراخ میں
کہ گرپاس ہے اے خجستہ سیر
وہ آیا کنارے پہ دریا کے جب
روانہ ہوئی ولیے ماہی سمندر اب

شب پنجم اک شہر آیا نظر
ششم روز سویا جو ہنگام شب
سو آزردہ جانتے ہیں یہ عمر یہاں
شب ہفتم اسے پیر مرد کہن !!
سو ہشتم شب کو آئے نظر
نہ کچھ آب ہوتا ہے اُن کا ذرا
وہ کھاتی ہے تسپر بھی لاغر ہے تن
بیاں کیجئے مجھسے تعبیر خواب !
تو زنہار مت ہو جیو گرم جنگ
خرد مند دانا وعاقل طبیب
ندی گرمی آتش آفتاب
تو دیکھا سکندر کو یہ ہر چہار
دیا مرد درویش نے یہ جواب
وہ ہاتھی ہے اسکندر نامدار
یہاں سے اک پادشاہ آئیگا
اُسے کھینچتے ہیں جو وہ ہر چہار
جو دو ایک آئے گا یاں بعد ازاں
حکیموں کا مذہب کریگا آشکار
وہ تشنہ جو آیا نظر پھر تجھے !
گریزندہ خلق اُس سے یاں ہوویگی
زمانہ اک آوے گا سو وہ زیاں
شب ہشتم شب جو بندر آئے نظر
زمانہ اُنہیں سخت حیراں کرے
کہ آوے زمانہ اب اس طور کا
وہن میں ہر اک چیز کو لیجئے

کہ ہیں کو رواں مرغاں بسر
نظر ایک آیا مجھے شہر تب !
شب و روز پنجم ہیں بجود وار
نظر اسپ آیا کہ ہیں دو دہن
دو پر آب ہیں ایک تھی ہمسر
نہم شب نظر مجھکو پھر یہ پڑا
دے لے فربہ گوسالہ کا ہے بدن
کہ دیسے جہے وہ رہا اضطراب
غرض آشتی کیجو بید رنگ
قدح ایک تحفہ عجیب و غریب
رہے سرد ہرگز نہ ہو گرم آب
تجھے ملک بخشے گا وہ تاجدار
کہ ہے پہلے دن کی یہ تعبیر خواب
ترے شہر سے جو کریگا گذار
خرابی ترے ملک میں لائیگا
کروں اُسکی تعبیر میں آشکار
کریگا وہ آئین موسی رواں !
کریں اُسکا آئین سب اختیار
گریزندہ ماہی سے اور آب سے
یہ خواب چہارم کی تعبیر تھی !
نہ زنہار سمجھیں خدا مردماں
کہ پوچھے تھے اچھے بھلوں کی خبر
تمسخر شہر دستے ناداں کرے
کہ لطف و مدارا نہ ہووے ذرا
نہ اک حبہ محتاج کو دیجئے !

بسان بصیراں ہیں معروف کار
کہ رنجو ہیں یک قلم ساکناں
اُنہیں دیکھ کر کسلمند اور اُداس
وہ کھاتا ہے دونوں سے ہو گیا
تہی کو وہ بھرتے ہیں پھر خندہ پہ
کہ اک گاؤ مادہ ہے گوسالہ دار
دہم شب کو اک چشمہ آیا نظر
وہ یونا کہ اسکندر نامدار
وہ دخت پری چہرہ اور اک زرہ
کہ گر اُس کو کرکے لبالب پیو
غرض یہ ترے پاس ہر چار چیز
کہا کید ہندی نے یہ بعد ازاں
کہ وہ خانہ دنیا ہے ای نامور
یہ پھر تونے دیکھا جو روز دگر
سوم شب جو کہ پاس آیا نظر
کہ دہقان آتش پرست آئیگا
پھر اس ملک میں آئیگا مرد نیک
پھر اس ملک میں اہل دین آئیگا
رسول خدا ایک آئیگا یاں
شب پنجم آئے جو کوراں نظر
کرو کور چشم کساں روزگار
زمانہ اک آوے کہ نا شوراں
جو دیکھا شب ہفتم اسپ دو سر
وہ چیداں ہو ہر ایک کو حرص آز
جو دیکھا شب ہشتم ابر دنیک

نہیں غم ہے کوری سے کچھ زینہار
اور اچھے بھلے ہیں جو بیٹھے کساں
خبر لینے آتے ہیں ہر اک کے پاس
ولیکن نہیں اُسکے سر گیں کی راہ
نہیں ہوتے اُسکے کنارے بھی تر
کہ گوسالہ کا شیر لیل و نہار
کہ لب اُسکے ہیں خشک ہر اطرف
ترے ملک میں آئیگا ایکبار
کہ اختر شناسی میں ہے بے نظیر
تو زنہار آب قدح کم نہ ہو
کہ ہیں طرفہ اے شاہ والا تمیز
کہ تعبیر ہر خواب کیجے عیاں
اور اُسمیں وہ سوراخ ہے تا بہ گہر
کہ اک مرد بیگانہ ہے تخت پر
سمجھ تو خدا اُسکو اے نامور
رواج اُسکا دیں پہلے یاں پائیگا
حکیم خردمند یونانی ایک !
رہ حق پرستی وہ پھیلائیگا
کرے گا ہدایت بلب تشنگاں
کہ محفوظ کوری سے ہیں سربسر
نہ فہمیدہ کچھ اُنہیں زینہار
سراسر ہوں محتاج بیداد شاں
یہ تعبیر اُسکی ہے ای نامور
یہ چاہے کہ سب دست کو دراز
کہ ہیں وہ خم اور خالی ہی ایک

زمانہ کوئی آوے اسطرح کا — دو حصہ تونگر ہو یعنی شہا
تہیدست اک حصہ ہووے جہاں — زر و سیم برسائے گا آسماں

تہیدست کو تب بھی سیری نہ ہو — فزوں تر ہو خواہش تہیدست کو
نہم شب کو دیکھا جو تونے شہا — کہ کھاتی ہے وہ شیر گوسالہ کا

حریص اتنے دنیا میں ہوویں عیاں — کہ مسکیں سے خواہش رکھیں ہر زماں
دہم شب جو آیا نظر تجھکو خواب — کہ اک چشمہ ہو خشک گو اُسکے آب

جو اُس چشمہ سے آب چشمہ کو لیں — تو آئے نہ پیمانہ دست میں
زمانہ جو بعد اُسکے ہوگا عیاں — اُسی عصر میں ہوگا اک حکمراں

بڑی عقل و فرہنگ سے سربسر — رہیگا وہ سلطان عالی گہر
رعایا نہ پائے گی اُس سے پناہ — جہاں ظلم سے اُسکے ہوگا تباہ

کبھی فیض اُسکا نہ ہوگا عیاں — نہ ہوویگا نیکی کا اُس سے نشاں
زمانہ کرے گا یونہی انقلاب — رہیگا اسی طرح عالم خراب

یونہی تازہ اک عہد پھر آئیگا — کہ ہوگی نئی فوج افسر نیا
مآل اُسکا ہوگا یہ اے نوجواں — نہ لشکر نہ سلطان کا ہوگا نشاں

سکندر ہے اس عہد کا بادشاہ — کہ ہے وہ شہنشاہ عالم پناہ
سکندر کا نامہ یہ پہنچا وہیں — کہ ہو اُسکے مورد آفریں

کیا میں نے ہندوستاں میں گذر — ملاقات بہتر ہے اے تاجور
لکھا کید ہندی نے پھر یہ جواب — کہ اے بادشاہ ثریا جناب

ارادہ نہیں اور جز چاکری — کرو تم نہیں دل سے جانے دلبری
کروں پیشکش تیرے اب چار چیز — تو رکھتا نہیں جان و دل سے عزیز

کہ ہر ایک دنیا میں ہے بیمثال — نہیں دوسری اُنکی مثل و مثال
ترے پاس آؤں برائے نیاز — ترے لطف سے تا کہ ہوں سرفراز

عرض چار چیزیں کہ تھیں بے نظیر — قدح اور دختر طبیب و وزیر
سو شاہ بھیجیں خوشی سے شتاب — ہوا شادماں شاہ عالی جناب

سکندر نے دیکھی جو وہ دلربا — کیا ساتھ اپنے اُسے کتخدا
پیا ہاتھ سے دلربا کے وہ جام — ہوا وصل سے اُسکے دل شادکام

کیا کید پھر تاجور کے حضور — شتر بار وہ لیکے با صد سرور
دیا جب سکندر کو گنج و گہر — سکندر ہوا شاد اُس سے سربسر

سکندر سے پھر کید رخصت ہوا — قرین نشاط و مسرت ہوا
سوے فور ہندی ہوا پھر رواں — سکندر جہاندار گیتی ستاں

رفتن اسکندر در قنوج و لشکر کشیدن فور بادشاہ قنوج بجنگ سکندر و کشتہ شدن او و فتح یاب شدن اسکندر

سکندر نے نامہ لکھا فور کو — کہ تو آکے حاضر مرے پاس ہو
لکھا اُسنے پاسخ کہ اے تاجور — کیا کشتہ دارا کو تونے اگر

لکھا کیا ہوا کیا ہے اتنا غرور — تو مت آپ کو اس قدر کھینچ دور
نہ رکھتا تھا مردی و مردانگی — اطاعت تری کید ہندی نے کی

نہیں تجھسے مجھکو خطر زینہار — مرے پاس ہے لشکر بے شمار
نہ ہو مجھسے خواہاں فرمانبری — کہ رکھتا ہوں میں عزم جنگ آوری

دلیرانہ میداں میں ہوں رزم خواہ — کروں لشکر رومیاں کو تباہ
یہ سنکر ہوا پر غضب بادشاہ — گیا سوئے قنوج لیکر سپاہ

سواران جنگی تھے اسّی ہزار — ازانجملہ ایرانیاں تیس ہزار
دلیران مصر و سواران روم — کہ فوراً ہو جنگی ہیبت سے بوم

سکندر کے ہمراہ تھے چہل ہزار
غرض تھے حضور شہ نامدار
سواران جنگی تھے ستر ہزار
نہ ہمراہ تھے صرف جنگی سوار
سکندر سے مردم یہ بولے وہیں
ارسطو کو کر کے طلب زود تر
شکم اُس کا یکدست خالی رکھا
وہ اسپ و سوار اُسپہ قائم کیا
تو اب خوب سی اسمیں آتش لگا
لیئے سپہر یں ایکبار
بنائے پھر اس طرح کے یکہزار
جو دیکھا وہ گردوں اسپ و سوار
دلیر مرد ماں نے کیا آشکار
حقیقت سے اسکی ذرا زینہار
اُدھر سے جوانوں نے یکبارگی
سواران ہندی و پیلان مست
رہا شام تک گرم بازار جنگ
سحرگاہ پھر فور جنگی سوار
اُدھر تو ہے جنگ آور و پہلواں
جو پھر فوج ہو گرم بازار کیں
مناسب یہ ہے اے شہ سرفراز
سپہدار ہندی نے بھیجا جواب
اُدھر سے سکندر غرض مثل شیر
ولیکن ہوئی کارگر زینہار
دو پارہ ہوا کتف سے تا کمر

نبرد آزمایان خنجر گذار!
سواران ہندوستان فوج [illegible]
جوانان [illegible]
کہ پیلان جنگی بھی تھے نہ ہزار
کہ پیلان سرکار جنگی نہیں
ہوا چارہ جو خسرو نامور
سرا سر اُسے نفط سے پر کیا
کہ بستہ گردن سے پھر باد پا
ارسطو کا وہ حکم لایا بجا!
آڑا وہیں گردوں اسپ و سوار
نہ تاخیر کی جنگ میں زینہار
ہوا بس وہیں فور حیران کار
کہ یہ تو بہ خانہ ہے اے نامدار
نہ واقف تھے از بسکہ ہندی سوار
عقب سے جو گردوں کے دوں آگ تھی
گریزاں ہوئے کھا کے شمشیر شکست
سر و سینہ تھا وقف تیغ و خدنگ
سپہ یکے آیا پئے کارزار
ادھر بس ہوں مرد دلاور جواں
تو ہو وے ہلاک ایک عالم یہیں
کہ ہم تم ہوں تنہا بہم رزم ساز
کہ بہتر ہے اے شاہ عالیجناب
اُدھر سے گیا فور ہندی دلیر
نگہدار تھا شاہ کا کردگار
گرا فور ہندی نگوں خاک پر

سوا اسکے ہاتھی ہندی کی فوج بھی
کئی فور ہندی بھی تھی فوج سے
پئے کینہ خواہی تھے اکدل تمام
یہ پیلان جنگی جو آئے نظر
مخالف کے ہاتھی ہیں جنگ آزما
ہنوز ہیں اُسنے کیا آشکار
وزیر خرد مند نے بعد ازاں
ہوا جبکہ میداں میں گرم و رواں
وہ آتش لگی اُسمیں جس دم وہاں
ہوا تیرہ رو جب سپہر بلند!
ہوا گرم پیکار بازاروں
خبر لانے والوں سے پوچھا کہ حال
حکیموں نے اُسکو چھپایا کیا
ہوئے سوئے گردوں وہ حملہ کناں
جو پھر سر بسر نفط روشن ہوئی
فراہم وہ لے کر کے پھر فوج کو
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شب
سکندر نے اُسکو بھیجا پیام
ہزاروں سواران پیکار جو
بس اب سوچ اپنے دلمیں ذرا
کرے جسکو میداں میں فیروز بخت
جدا ہو کے لشکر سے میداں میں آ
وہیں کھینچ کر فور ہندی نے تیغ
کیا شاہ نے جبکہ وقت ستیز
ظفر ہوا خسرو ارجمند!

شہنشاہ عالم نے جا کر رکھی
مقابل ہوا شاہ کی فوج سے
نبرد آزمایان جو پائے نام
تو فوج سکندر ہوئی پر خطر
بھلا کس طرح جنگ کیجے شہا
بنایا اک آہن کا اسپ و سوار
کیا ایک طیار گردوں کلاں
ارسطو یہ بولا جواں سے کہ ہاں
خروش عظیم اک اُٹھا ناگہاں
ہوا دیکھ کر خوش شہ ارجمند
لگے کشتہ و خستہ ہونے جواں
یہ کیا ہے کرو میرے آگے بیاں
یہ اسباب ہے رزم و پیکار کا!
نہ ہرگز گیا دلمیں کچھ خوف حال
زمیں یک قلم مثل گلخن ہوئی
سپہدار ہندی ہوا رزم جو
دلیراں گئے پھر سوئے خیمہ سب
کہ تو ہے شجاعت میں مشہور عام
ہوئے کشتہ و خستہ کل ہر دو سو
کہ ضائع ہوں کیوں بندگان خدا!
وہ ہو مالک کشور و تاج و تخت
کہ تنہا ہو تم نہیں تجھسے جنگ آزما
رواں کی سوئے بادشہ بے دریغ
رہا فور ہو زخم شمشیر تیز
کہ تھا یار اقبال و بخت بلند

جو تھے نامداران ہندوستاں
کروں فور ہندی سے میں بیشتر
یہ سُنکر ہوئے سربسر نامدار
در گنج و لعل و گہر دو ایک
سدرک اک سردار کا نام تھا

طلب شہ نے اُنکو کیا لبغدرار
مراعات و الطاف ہر ایک کو
ثناخوان شاہنشہ کامگار
نشاں خسرو دادگر کو دیا
کہ سالار تھا فور کی فوج کا

ولاساہت دیکے اُنسے کہا
حوالے تمہیں کرکے ہندوستاں
سخنہائے شیریں سے مسرور ہو
زمُدے کرم شاہ نے سربسر
بٹھایا اُسے تخت زرکار پر

کہ اندیشہ مت کیجیو تم ذرا!
بسُوئے دگر ہوں میں یا نسے وار
وہیں لیگئے قلعہ میں شاہ کو!
عنایت کیا اُنکو وہ گنج و زر
کیا یعنے قنوج کا تاجور!!!

رفتن سکندر بزیارت مکہ معظمہ و آمدن در مصر و از مصر طرف ملک اندلس رفتن

سکندر جہاندار عالم پناہ
کہ کعبہ ہے نام اُس کا مشہور عام
سماعیل مرد خجستہ سیر
سکندر جو پہنچا تو با صد سرور
زیارت کو پھر ساتھ اُسکے گیا
لیا چھین ہمسے حجاز و یمن
سماعیلیاں کو حجاز و یمن
سکندر رہا مصر میں ایکسال
زن ہوشمند ایک قیدافہ نام
فراواں تھا اُسکا حشم اور جاہ
سکندر سے بولی زن ہوشیار
کہ میں بندۂ شاہ آزادہ ہوں
سکندر ہوا دیکھ کر سہمگیں
کہیں اور اسطرح مت جائیو
مگر خاطر اپنی تو رکھ جمع یاں
اگر کینہ ہو کچھ تو کردے دور
لگا کہنے پھر شاہ کیواں علم

رہا شہر قنوج میں تین ماہ
پرستشگہ خلق بیت الحرام
کہ گذرا ہے پیغمبر نامور!
د نصر قتیب اُسکے آیا حضور
پیادہ جہاندار کشور کشا
تو ہودا درس زیپ چرخ کہن
دیا اور وہیں بادشاہ زمن
ہوا لشکر شاہ آسودہ حال
پری چہرہ و رشک ماہِ تمام!
گیا ایلچی بنکے واں بادشاہ
تو ہے شاہ اسکندر نامدار
سکندر نہیں ہوں فرستادہ ہوں
ہوا رنگ چہرہ کا پران وہیں
بلا سر پہ اپنے تو مت لائیو
نہ ہرگز کروں راز تیرا عیاں
تو سوگند کر یاد میرے حضور
کہ دین اور ایماں کی مجھکو قسم

کیسے نے کیا شاہ سے یوں بیاں
زیارت کی سُنکر ہوئی آرزو
نبیرہ تھا اُس کا جو نصر قتیب!
سکندر نے نذر و نیاز اُسکو دی
سماعیلیاں پھر ہوئے دادخواہ
شہنشاہ عالم نے پھر زود تر
سوئے کشور مصر وانسے گیا
روانہ ہوا مصر سے بعد ازاں
سپہدار اقلیم اندلس تھی
گیا جبکہ اسکندر نام جو!
مری جنگ سے اب رہائی نہیں
شبیہ جہاندار کرکے طلب
دلاسا بہت دیکے وہ سیمتن
کہ پنہاں نہ ہرگز ہوا آفتاب
نہ آسیب پہنچا دیں ہیں کچھ تجھے
کہ ہرگز نہ مجھسے کرے کچھ بدی
ترا میں بد اندیش ہرگز نہیں

بنایا خلیل اللہ نے اک مکاں
روانہ ہوا خسرو نام جو!
شریف اُس مکاں کا تھا وہ خوش نصیب
بہت اُسکی تعظیم و تکریم کی!
کہ نسل جراغہ نے اے بادشاہ
جراغہ کی اولاد کو قتل کر!!
ملا آنکے بادشہ مصر کا!!
سوئے ملک اندلس آیا دواں
رکھے سر پہ تھی تاج فرماں وہی
تو پہچان اُسنے لیا شاہ کو!
شہنشاہ پاسخ یہ بولا وہیں!
سکندر کے دی ہاتھ میں اُسنے تب
یہ بولی کہ اے بادشاہ زمن
رُخ بادشاہان عالیجناب
تو فرمانبرا اپنا سمجھ اب مجھے
نہ چھوڑے تو در سم ور دینکو ہی
تو رکھ جمع خاطر کو اے نازنیں

ندوں ہاتھ سے رسم و راہ وفا!
سکندر ہوا مس سے رخصت طلب
وہاں سے غرض بادشاہ جہاں

کروں تجھ کو مرہون لطف و عطا
رہا واں نہ زنہار ہنگام شب

یہ قیدافہ بولی کہ اے تاجور
بہت تحفے اُس ماہوش نے دیئے

مرے گھر تو جمع شب کو سحر
سکندر نے یکسر پذیرا کئے
پھر آیا سوئے خیمہ شاہ زماں

داستان قصد نمودن سکندر برائے سیر جہان و رفتہ رفتہ رسیدن در ظلمات و محروم برگردیدن ازانجا وطیار نمودن سد سکندر

یہ تھا سبکہ قصد شہ نامور!
کیا خوب شاہ سکندر نے گشت
گیا جس طرف شاہ کشور کشا
ملاقات مجھ سے کرو آن کر!!
بہت قطع کی راہ پست و بلند
پھرا ہفت اقلیم میں بادشاہ
کنارہ تھا عالم کا یعنی جب اس
کرے جو کوئی نوش چشمے کا آب
سپاہ عدد سو سے دو ہزار
خضر سوئے ظلمات تھا رہنما
عیاں گر کروں دو گوہر لعل کو
رکھا دوسرے لعل کو اپنے پاس
دو روز و دو شب تھے بہم رہ سپر
سُنی پر کسی نے نہ ہرگز صدا
اندھیرے میں سرگشتہ تھا شہریار
کہیں راہ میں اک سیہ کوہ تھا
اور اُن کو اُٹھا دیکھی کوئی اگر
پھرا آٹھ دن شاہ لیکن کہیں
نہیں چاہیے مجھ کو آب بقا

بہت دیکھے معمورے کوہ و دشت
یہی دن تھے فرماں روا کو کہا
کہ مطلق کسی کو نہ پہنچے ضرر!
گئی جا ہوئی شاہ کو بیم و گزند
کہ تھا یاور اقبال و فضل اِلٰہ
کیا مردماں نے یہ آکر بیاں
تو عمر ابد سے ہو وہ کامیاب
لئے ساتھ اپنے دلاور سوار
خضر سے شہ نامور نے کہا
تو پھر بار دگر دم گریزندہ ہو
ہوا گر دم و مار سے لے کے پھر اس
سوم روز آیا وہ راہ نظر!
خضر پھر سوئے چشمہ تنہا گیا
یکایک ہوئی روشنی آشکار
سیہ کوہ سے واں یہ آئی صدا
تو وہ بھی پشیمان ہو بیشتر
ملا چشمہ آب حیواں نہیں
[illegible]

ہر اک ملک و کشور میں ہر شہر میں
کہ ہرگز نہیں مجھ کو آہنگ رزم
بہت شاہ حاضر ہوئے پیش شاہ
تب شہ کا لشکر ہوا بیشتر
جو طے کر چکا سب رہ خشک و تر
پس کوہ ظلمات ہے سر بسر
سنی جب شہ نامور نے یہ بات
پھر انجام چل روز کا توشہ کر
مرے پاس دو لعل ہیں اے خضر
دیا خضر کو لعل انجام کار
خضر رہنمائی کناں پس و پیش
جدا ہو گئے خضر سے ناگہاں
وہاں جا کے آب بقا نوش کر
پھر اُس نے میں ظلمت نمایاں ہوئی
کہ افتادہ ہیں سنگریزے جہاں
کسی نے لئے سنگریزے اُٹھا
ہوا سخت حیران و عاجز کمال
[illegible]

کہ سیر جہاں کیجئے سر بسر
کیا سکہ اپنا رواں دہر میں
ہر اک سے ہے صلح و مدارا کا عزم
جو کوئی نہ آیا ہوا وہ تباہ
عجائب غرائب بھی آئے نظر
تو پہنچا وہاں خسرو نامور!
وہاں چشمہ ہے اے شہ نامور
کیا پھر وہیں قصد آب حیات
روانہ ہوا خسرو نامور
کہ ہو ایک سے روشنی جلوہ گر
کہ اک نور جس سے ہوا آشکار
عقب اُسکے تھا شاہ فرخندہ کیش
پکارا بہت خضر نے گرچہ واں
پھر آیا سوئے لشکر شہ خضر
بہت خاطر شہ پریشاں ہوئی
نہ لیویں تو پچھتاویں پھر مرداں
کسی نے کہا دل میں کیا فائدہ
لگا کہنے تب شاہ فرخ خصال
ہوئے شاد و خرم دل مرداں

سوئے سنگریزہ پڑی جب نظر
رہے جو محروم بولے وہ یوں
ہوئے ساکنِ شہرِ حیراں تمام
یہاں آئی کس راہ سے یہ سپاہ
کہ رونق ہوئی تیری آنیسے یاں
وہ بولے کہ اے شاہ فیروز بخت
سمجھتا نہیں کوئی اُنکی زباں
وہ دونوں جو ہیں برگزیدہ شجر
یہ سُنکر طلب کرکے دانائے شہر
تو اس راز کو مجھسے کر آشکار
وے چار دہ سال باتاج و تخت
لگا کہنے دلمیں کہ زیر فلک
ہوا شاہ حیرت سے گریہ کناں
جو پوچھا تو اُنسے یہ آیا جواب
کہ باقی رہی عمر کمتر شہا!
سکندر یہ بولا کہ اے ہوشیار
خرد مند نے مدعا شاہ کا
نہ خویشونکو دیکھے نہ مادر کو تو
نباتی جو تھی اُن درختوں کی راہ
حضورِ سکندر ہوئے دادخواہ
وہ ہر سال لاتے ہیں لشکر ادہر
سکندر نے پوچھا کہ صورت ہے کیا
زباں تیز و دنداں مثل گراز
جو سوویں تو اک گوش لیں زیر سر
یہ کہکر لگے کہنے اے بادشاہ

تو یاقوت و گوہر تھے وہ سربسر
کہ اے وائے ہمنے اُٹھائے نہ کیوں
لگے کہنے یوں مردم خاص و عام
یہ کہہ کر بزرگاں گئے پیش شاہ
جہانمیں تو رہ جتنک ہے جہاں
عجائب ہیں اس شہر میں دو درخت
وے جو خردمند عالم ہیں یاں
ہر اک انمیں سے اک مادہ اور ایک نر
گیا واں سکندر شہنشاہ دہر
وہ بولا کہ کہتے ہیں اے تاجدار
رہے اس جہانمیں تو فیروز بخت
ہوئے منقضی دس برس آج تک
یہ عالم سے کہنے لگا بعد ازاں
فلاں راہ سے جاکے پہنچے شتاب
شب و روز کر دلسے یاد خدا
یہ دلمیں تمنا ہے اب ایکبار
درختونسے یکدست ظاہر کیا
بر آوے نہ زنہار یہ آرزو
روانہ ہوا اُس طرف کو وہ شاہ
لگے کہنے اے شاہ گیتی پناہ
بہت اُنسے پہنچے ہے ہمکو ضرر
بیاں مردماں نے یہ شہ سے کیا
قد اُن کا ہے چوں پل بینی دراز
وہ گوش دگر سر پہ چادر کریں
تو شاہ جہاں ہے بفضل الٰہ

لگے کہنے ہوکے پشیماں بہم
جب اُس روشنی میں گئے بیشتر
کہ اب تک نہ یارب ہوا زینہار
غرض شرط خدمت کی لاکے بجا
لگا کہنے یوں شاہِ کشور کشا
کہیں عالمِ غیب کی سب خبر
وہ سمجھیں درختونکی آواز کو
سخنور سحر سے ہو تا بشام
درختونسے جاکر سنی یہ صدا
کہ ہے یہ سکندر شہِ نامور
کرے پھر سفر سوئے ملکِ بقا
کہ مجھکو میسر ہے تختِ شہی
کہ پوچھا ان درختونسے روتے رہیں
وے میل سیر جہاں اب نگر
سنا تھا جو عالم نے وہ سربسر
کہ اقلیم میں روم کی جائیے
یہ آواز آئی کہ اے شہریار
کہاں کے تو کشور میں پاوے وفات
جو اک شہر میں جاکے پہنچا وہ واں
وہ دیواں ہیں یاجوج ماجوج نام
بزرگا دو مردم ہیں اُنکی خوراک
کہ جوں چہرہ ماہِ تاباں ہے رو
دو چشم اُنکی ہیں یکقلم لالہ گوں
کرے کوئی کس طرح اُن کا شمار
تو بیچارگاں کا ہو اب چارہ گر

کہ افسوس ہمنے اُٹھائے یہ کم
تب اک شہر آباد آیا نظر!
کبھی فوج بیگانہ کا یاں گذار
لگے کرنے یکسر وہ حادثہ ثنا
عجائب ہے اس شہر میں چیز کیا
اور احوال آئندہ کا سربسر
کریں آشکارا وہیں راز کو
جو مادہ ہے کرتا ہے شب کو کلام
سکندر نے دانا سے پھر یوں کہا
پھر اگر دو عالم بصد کر و فر!
ہوا پر الم سُن کے فرماں روا
کہ وں چار سال اور فرماں بری
کہ پہنچوں گا لشکر میں اب یا نہیں
بس اک گوشہ میں زندگی کر بسر
کیا عرض پیش شہ نامور!
غرض جاکے واں انکو دیکھا آپنے
نہ ہووے گذر روم میں زینہار
ہوا سُنکے غمگیں شہ نیکذات
تو باشندہ شہر آئے وہاں
کہ سخت اُنسے عاجز ہیں مردم تمام
غرض اک جہانکو کریں ہیں ہلاک
دراز اُنکے یکسر بدن کے ہیں مو!
ہزار اور ہم چشمی جام خوں
کہ جفتی ہے ہر مادہ بچے ہزار
برائے خدا کوئی تدبیر کر!!!

کہ تا پاویں ہم اس بلا سے نجات / ہماری رہائی ہو اب تیرے ہاتھ
وگرنہ ہم اس شہر کو چھوڑ کر / چلیں ہمرہ خسرو نامور

یہ سنکر ہوا واں اقامت پذیر / سکندر جہاندار آفاق گیر!
حکیموں سے تدبیر پوچھی وہیں / وہ بولے کہ اے شاہ روئے زمیں

بنا ایک دیوار کیجے بلند! / کہ ہو راہ یاجوج ماجوج بند
یہاں ہو کے آہنگران سخت کوش / کریں صرف الوار میں سخت جوش

بنے ہر دو سو سد اک استوار / فراہم تھے کاریگران دیار
دیا پھونک پھر کوہ کو سربسر / ہوئی بند یاجوج کی رہگذر

وہ سد سکندر بنا جب ہوئی / خلایق کو آسودگی تب ہوئی!
پھر اس شہر میں شاد ہوئے مکیں / رواں ہو کے پہنچا سوئے ملک چیں

شتابی سے خاقاں گیا پیشوا / زر و مال و نعمت بہت لے گیا
کئی دن رکھا شاہ کو اپنے گھر / روانہ ہوا وانسے وہ تاجور!

جو یونان میں پہنچا شہ ملک گیر / کئی دن ہوا واں اقامت پذیر
پھر آیا سوئے سندھ شاہ جہاں / گیا پیشوا سندھ کا حکمراں

حکومت تھی اس شخص کی سند میں / کہ تھا فور کا جانشیں ہند میں
بہت پیشکش مال اسنے کیا / بسوئے یمن پھر سکندر گیا

نہ ہرگز ہوا واں توقف کناں / یمن سے ہوا سوئے بابل رواں
ہوا دشت بابل میں پھر خیمہ زن / وہاں بھی نہ ٹھہرا وہ شاہ زمن

بیاباں میں تھا ایک کوہ بلند / وہاں جب گیا وہ شہ ارجمند
کوئی مردک اک پیر آیا نظر! / سفید انکے تھے تن پہ مو سربسر

سوا اسکے تھے کان دو نو کلاں / پکڑ لائے اسکو وہیں مردماں
سکندر نے اس شخص سے یوں کہا / بیاں کر حقیقت یہاں کی ذرا

لگا کہنے وہ پیش شاہ جہاں / کہ اک شہر کہنہ ہے نزدیک یاں
عجائب ہیں ایوان رنگ بہار / کہ ہر اک مکاں میں ہے نقش و نگار

شہنشاہ کیخسرو خوش سیر! / وہ افراسیاب شہ نامور
ولایت ستاں رستم پہلواں / سوا انکے گذرے جو نام آوراں

کھنچی انکی صورت ہے دیوار پر / یہ سنکر لگا پوچھنے تاجور!!
کہ وہ شہر آباد ہے یا نہیں / یہ پاسخ وہ لایا زباں پر وہیں

کہیں مردم آبی آتے یہاں / وہ لاتے ہیں ہر صبحدم ماہیاں
نکلتے ہیں اس شہر میں آنکر / اسے کھا کے جاتے ہیں بحر تر

وہ رہتے ہیں پانی میں لیل و نہار / وہ روز آتے ہیں یاں ایکبار
سکندر نے بھیجے سوار دلیر! / کریں تا کسیطرح انکو اسیر

حضور شہنشاہ گیتی نورد! / گرفتار آئے وہ ہشیار مرد!!
وہ تھے سالخورد اور ہشیار تھے / حقیقت سے اُن کی خبردار تھے

سکندر نے کی مہربانی کمال / دیا انکو از روئے الطاف مال
کہا یہ کہو ماجرا اس شہر کا! / وہ بولے کہ اے شاہ کشور کشا

یہ کیخسرو نامور کا ہے شہر / کہ محکوم تھے جسکے شاہان دہر
تہ ہر مکاں گنج و زر ہے نہاں / یہ سنکر شہنشاہ نے جا کے واں

عمارت کو مسمار یکسر کیا! / در و لعل و گنجینۂ زر لیا
لگا اس قدر ہاتھ اسباب و مال / کہ تھا برتر از وہم و فہم و خیال

وہ جمجاہ پھر وانسے آگے چلا! / وہاں اسکو گم کردہ لشکر ملا
سکندر نے دست کرم وا کیا / کیا گنج لشکر کو یکسر عطا

وفات یافتن سکندر بادشاہ!

سکندر جہاندار گیتی فروز / لگا کہنے اس طرح سے ایکروز
کہ بیش درختاں گیا تھا میں جب / یہ آئی تھی مجھکو ندا انسے تب

کہ شاہی کروں چاردہ سال میں / رہوں شاد باجاہ و اقبال میں
کروں بعد ازاں میں جہاں سے گذر / کہ ہووے خلل برم سے زود تر

گئے سیزدہ سال اب تک گذر
رہا دہر میں خوش بگنج وگہر
رہا زیست میں باقی اب اک یکسال
قریب تر ہے دولت کا میری زوال

حضورِ شہنشاہ عالم ستاں
بہت ملکزادہ ہائے کیاں
شہنشاہ فرزند رکھتا نہ تھا
یہ ناچار شہ نے ارادہ کیا!

کہ جتنے ہیں شہزادہائے کیاں
کریں آپ کو بادشاہ جہاں
دے کچھ اور سب کو ملا اک
کہ فتنہ سے عالم رہے صاف پاک

سکندر کو جو کچھ کہ مرکوز تھا
ارسطوئے دانا کو لکھیں لکھا
ارسطو نے پڑھکر لکھا یہ جواب
کہ اے تاجدار ثریا جناب

مناسب نہیں قتل شہزادگاں
انہیں لطف و شفقت سے کر شاد وہاں
تو ہر ایک کو ملک تقسیم کر!
کہ تا ملک میں اپنے شام و سحر

رہے ہر سپہدار مشغول کار
نہ ہنگامہ پرواز ہو زینہار
ارادہ نہ کوئی کرے رزم کا
رہے بے خلل روم صبح و مسا

کیا ملک تقسیم شہ نے تمام
دیا لکھ کے فرمان ہر اک کے نام
جدا اگانہ ہر اک کو سلطاں کیا
پھر اک عہد نامہ رقم واں کیا

کہ جسکو ملا ملک اب جسقدر
رہے اُسپہ قانع ہر اک نامور
نہ باہم کریں قصد کین و فساد
رہیں ملک میں اپنے آباد و شاد

ہوئے بادشاہ نامداراں تمام
ملوک طوائف رکھا اُنکا نام
ہوا بعد ازاں ناگہاں گلمند
جہاندار اسکندر ارجمند

ہوا جب کہ بیمار شاہ جہاں
ارسطوئے دانا بھی آیا دواں
وزیروں سے اپنے دم واپسیں
یہ بولا شہنشاہ روئے زمیں

کہ ہے حاملہ اندنوں روشنک
جو پیدا پسر ہو تو بشبیہ پشنگ
بٹھانا اُسے روم کے تخت پر
اطاعت سے مت پھیرنا اسکی سر

تولد ہو گر دختر نازنیں
تو پھر اُسکو بر طبق آئین و دین
کیا فی ملک زادے کو دیجیو
اُسے بادشہ روم کا کیجیو

یہ کہہ کر ہوا رہ نورد عدم
سکندر جہاندار انجم حشم
سپاہ و حکیم و امیر و وزیر
ہوئے نوحہ گر سب صغیر و کبیر

بہت گریہ و شور و نالہ کیا
چہل روز ماتم رہا شاہ کا
نہیں جاودانی سرائے سپنج
نہیں ہے وفادار اورنگ و گنج

گدا یا شہنشاہ عالی تبار
جہاں میں نہ دائم رہے زینہار
سکندر کی آخر ہوئی داستاں
اب آتا ہوں میں سوئے اشکانیاں

ذکر سلطنت اشکانیاں

ملک زادہائے خجستہ نہاد!
کہ تخم کیاں سے تھی جنکی نژاد
سکندر نے اُن کو دیا ملک جب
لگے رہنے واں بادشاہان وہ سب

رکھا سر پہ ہر اک نے تاج شہی
ہوئے جلوہ گر وہ بہ تخت شہی
کہیں اُنکو اشکانیاں خاص و عام
ملوک طوائف بھی ہے اُن کا نام

ولے پیر مرد خجستہ نہاد
سخن سنج فردوسی پاک زاد
لکھے ہے مگر جز نام اشکانیاں
نہیں ہے تواریخ میں کچھ بیاں

نہ احوال ہرگز سنا جنگ کا
بس اتنا ہی شاہنامہ میں ہے لکھا
کہ یعنی دو صد سال با تاج و تخت
رہے اس جہاں میں وہ فیروز بخت

پھر اقبال کا اُنکے آیا زوال
نہ ہرگز رہا تخت اُنکے وہاں
کیا اُنکو ساسانیوں نے تباہ
لیا چھین اورنگ تاج و کلاہ

ہوئے مالک ملک ساسانیاں
کروں آگے احوال اُنکا بیاں

داستان بیان احوال ساسانیاں وولادت اردشیر بابکان فرزند ساسان

دیکھو صفحہ ۱۹۴

کوئی پوردارا تھا ساسان نام
گریزاں ہوا سکندر سے ساساں ہوا
وہ از بسکہ مسکین و بیچارہ تھا
سپہدار کابل شہ نامدار
خوشی سے ہے پیل دماں پر سوار
لگا پوچھنے بابک ہوشیار
دگر روز پھر خواب آیا نظر
کہ میرے بزرگوں کا آئین ہے
سپہدار بابک نے پھر یہ کہا
کہ مسکن گزیں یہ جوان ہیچ کہاں
شبانوں کے جو ہمراہ ساساں گیا
خطر سے نہ ساساں نے پاسخ دیا
نکوئی کروں اس کے تئیں ساتھ آب
جو نام و نژاد آشکارا کیے
ہوئی حاملہ دختر سپہر دار
قضا آئی ساساں کی پہر ناگہاں
سپہدار بابک نے باصد طرب
دلیر و قوی نام ہے اردشیر
سپہدار بابک کو اس نے لکھا
خداوند غفار ہے درمیاں
لکھا یونکہ اے نامدار جہاں
گیا جب وہاں اردشیر جواں
شہ اردواں سے کہ پیش تخت چہار
یہ بولا کہیں نے یہ مارا شکار
تو ہامی ہوا اپنے فرزند کا!

پرستار زادہ تھا ساسان نام
بہت دلیں اپنے ہراساں تھا
شباں نے اسے وہیں جا کر رکھا
جو انمرد بابک خجستہ شعار
یہ کہتا ہے شہ سے کہ اے شہریار
یہ کہتا ہے کیا نام اے نامدار
کہ آتش ہے افروختہ سر بسر
رہی اپنی رسم و رہ دین ہو
کہ ہے اس جوانمرد کا نام کیا
وہ بولے کہ کابل میں پیش شباں
تو ساساں کو پہچان شہ نے لیا
بونکو نہ ہرگز دہاں وا کیا
تو اظہار کر مجھ سے احوال سب
تو بابک نے لطف و مدارا کیا
ہوا اس سے پیدا پری وش پسر
ہوا سوئے ملک عدم وہ روان
ہنر ہائے شاہانہ سکھلا کے سب
کہ دارا کی ہے نسل سے وہ دلیر
کہ ہے اشتیاق اسکے دیدار کا
کہ میں اس جوان کو رکھوں شادماں
وہ سمجھو کہ ہو لایق خسرواں
تو شاداں ہوا دیکھ کر اردواں
وہ جاتا تھا ساتھ اسکے بہر شکار
خیانت لگا کرنے وہ آشکار
ہوا اس سے جھگڑا نہایت خفا

سکندر ہوا گرم پیکار جب!
وہاں سے ہوا سوئے کابل رواں
چرانے لگا بکریاں ہر سحر
بہنگام شب دیکھتا کیا ہی خواب
مبارک ہو اور نگ شاہنشہی
اسے موبداں نے یہ پاسخ دیا
وہی شخص کہتا ہے سب کہاں
یہ سنکر زروئے نشاط و طرب
لگے کہنے مردم کہ ساساں ہے نام
ہوا قصہ کوتاہ بیدار جب
یہ خلوت میں بولا شہ ذو الکرام
لگا کہنے بابک کہ زنہار یاں
وہ بولا کہ دارا کا ہوں میں پسر
اسے اپنی دخت پری چہر دی
ہوا شاہ بابک بہت شادکام
جواں طفل پاکیزہ پیکر ہوا
شہ ملک رے ایک تھا اردواں
اقامت گزیں شہر کابل میں ہے
یہاں بھیج دے تو جوان نامور
جو بابک نے یہ نامہ اس کا پڑھا
تو رکھا اسے خوشدل و ارجمند
رکھا اسکو ممتاز شبل اسپر
شکار ایک مارا جوانی وہاں
غرض بحث باہم ہوئی بیشتر
کیا ہمسر آخور اسپاں اسے

جہاندار دارا ہوا کشتہ جب
گیا شہر کابل میں پیش شبل
لگا کرنے اوقات ساساں بسر
کہ اک مرد ذیشان عالی جناب
ہمایوں تجھے تاج فرماندہی
کہ ساساں ہے نام اس جوانمرد کا
کرو آگے آتش پرستی یہاں
ہوئے گرم آتش پرستی وہ سب
لگا پوچھنے پھر شہ ذو الکرام
کیا شاہ بابک نے اسکو طلب
تری ذات کیا ہے ترا کیا ہے نام
نہ اندیشہ کو راہ دے اے جواں
مرا نام ساساں ہے اے نامور
کیا کتخدا اسکو باصد خوشی
رکھا بابکاں اردشیر اسکا نام
خردمند و دانا دلاور ہوا!
خبر اسکو پہنچی کہ اک نوجواں
ہوا ہے مشتاق سلطان رے
کروں تربیت اسکی شام و سحر
سوئے شہ جواں کو روانہ کیا
کسیطرح اسکو نہ پہنچے گزند
لگا کرنے الطاف شام و سحر
تو بس دیں پوشہ اردواں
کہیں اردواں نے یہ پائی خبر!
کیا سخت بیقدر و حیراں اسے

بصد رنج و اندوہ و غم ناگزیر
گلِ گلشنِ حسن گلنار نام
گئی وقت شب پیش مرد جواں
بہت اختر از اُس جواں نے کیا
ہوا اُس سے ہمخواب انجام کار
لگی کہنے اکدن کہ ای نامجو
ہوا دیکھ کر شاد وہ نامدار
سحر اردواں نے سنی جب خبر
شتابندہ ہو مثل باد سحر
نمایاں ہوئے غیب سے مرد دو
یہ سنکے ہوئے جلد وے اسکے واں
کہ ٹھہرے تھے یاں دو سوار آنکر
فرود آئے ناچار اُس چشمہ پر
ہوا اردواں سخت اندوہگیں
شہنشاہ عالم ہوا کر و فر
سپہدار بہمن تھا پور کلاں
سپہدار اصطرخ کو ناگہاں
جوانمرد کا نام ہے اردشیر
تو لا شرط خدمت بجا ہر سحر
کہ اس نام کا اک دلاور جواں
خدا نے دیا اُسکو فیروزی بخت
سرا میں اقامت گزیں خوشحال
منادی جو قصہ پہنچا وہاں
جوانمرد کو اپنے گھر لے گیا!
وہ بولے دل و جان سے حاضر ہیں ہم

طویلے میں رہنے لگا اردشیر
حوالے تھا اُسکے خزانہ تمام
کیا ماجرا عشق کا سب بیاں
وے باز آئی نہ وہ دلربا
بر آئی مرادِ دلِ بے قرار
مجھے یاں سے لیکر گریزندہ ہوا!
وہ اسپ صبا گام پر ہو سوار
ہوا وہ لعیں اندوہگیں بیشتر
گریزندہ پہنچے تھے اک چشمہ پر
یہ بولے توقف نہ یاں تم کرو
گئے سوئے اصطرخ پارس دواں
رواں اُس مکاں سے ہوئے بیشتر
باندوہ و غم رات کی واں بسر
یہ اخترشناسوں سے پوچھا ہے
تجھے ہاتھ سے اسکے پہنچے خطر!
گیا سوئے اصطرخ اُسکو دواں
ہوئی خواب میں یہ بشارت کہ ہاں
سزاوار دیہیم و زریں سریر
بہت اُسکی تعظیم و تکریم کر
غریبانہ آیا ہے رے سے یہاں
نصیب اُسکے ایراں کا ہے تاج و تخت
بتایا تھا ہر اک کو نام و نشاں
بتایا ہر اک نے نشان جواب
بہت عز و اکرام اُسکا کیا
کریں اسکی فرمانبری یکقلم

پرستار رکھتا تھا اک اردواں
نظر اُس کو آیا کہیں اردشیر
بصد شوق وہ رشکِ حور و پری
سکھائے مکر و فریب اسقدر
وہ گلنار اسطرح سے چند شب
یہ کہہ کر زر و سیم لعل و گہر
وہاں سے وہ دونوں گریزاں ہوئے
کسی پہلوانان جنگی جواں
یہ چاہیں تھے یاں اب وہ آئیے
سوئے شہر اصطرخ اب جاؤ تم
سر چشمہ جب اردواں آئے سوار
ہوئے تھی جو درماندہ وہ پہلواں
گئے صبحدم پھر سوئے اردواں
کہ ہیں کسطرح طالع اردشیر
کرے منقطع یہ تری نسل کو
کہ ہونے نہ پائے قوی اردشیر
ہوا اردواں مرد فرخ نہاد
کرے ملک ایراں میں فرماندہی
ہوا خواب سے صبح بیدار جب
خبر اسکی پہنچاؤ ہمکو شتاب!
کریں اسکی توقیر و تعظیم ہم
وہاں جسقدر تھے صغیر و کبیر
خبر یہ کہی جا کے حاکم سے جب
بزرگان اصطرخ کو کر طلب
غرض اردشیر جواں سے کہا

بہت نازنین و دلیر و جواں
ہوئی دام الفت میں اسکی اسیر
ہوئی اُس سے خواہان ہمبستری
وہ لائی زباں پر کہ وہ نامور
حضور اُسکے آئی بعیش و طرب
خزانے سے لائی وہ رشک قمر
غرض مثل صرصر شتاباں ہوئے
گئے اُسکے دنبال میں ہیں رواں
ذرا دوپہر میں ٹھہر جائیے!
وہاں آپ کو جلد پہنچاؤ تم
گئے تب یہ اُنکو ہوا آشکار
نہ طاقت تھی اُنکو کہ ہوویں رواں
کیا جاکے احوال یکسر بیاں
وہ بولے کہ شاید یہ مرد دلیر
ہوا اُسکے غمگیں بہت نامجو
شتاب اُسکو لے آؤ کر کے اسیر
دلیر و جوانمرد و ارانژاد!
نصیب اُسکے ہے تخت تاج و شہی
منادی یہ کی شہر میں اُسنے تب
کہ آترا کہاں ہے وہ عالیجناب
اطاعت گزیں خلق ہو یکقلم
ہوئے تھے تمام اُسکے فرماں پذیر
وہ آیا حضور اُسکے بصد طرب
کہا یونکہ طاعت کرو اسکی سب
کہ چاکر ہیں ہم تو ہے فرمانروا

جدھر چاہتے عازم ہوا بادشاہ ۔ پے جانفشانی ہے حاضر سپاہ
تو ہے وارث ملک تاج و سریر ۔ بہت اسنے شاداں ہوا اردشیر

جلوس اردشیر بابکان بن ساسان بر تخت سلطنت اصطخر پارس

ہوئے جب رضامند سب مردماں ۔ کہ ہو بادشاہ اردشیر جواں
مہیا کیا ایک زریں سریر ۔ کہ اس پر ہوا جلوہ گر اردشیر
رکھا سر پہ دیہیم گوہر نگار ۔ کمر بستہ حاضر تھے سب نامدار
ہوا خطبہ و سکۂ شہ رواں ۔ یہ ٹھہرا وہاں مشورہ بعد ازاں
سوئے ملک رے کھینچے اسپہ سپاہ ۔ وہاں بھیجے اردواں کو تباہ
شہ اردوانکو جو پہنچی شکست ۔ تو فرمانروایانِ ہر جا ہوں پست
نہ لائے کوئی پھر ذرا تاب جنگ ۔ تصرف میں ہو سب ملک بیدرنگ
پھر اتنے میں پہنچی یہ اسکو خبر ۔ کہ بہمن شہ اردواں کا پسر
ادھر لیکے آتا ہے فوج گراں ۔ ارادہ ہے فارس اُسے بیگماں
یہ سنکر وہیں لیکے خنگی سپاہ ۔ رواں سوئے بہمن ہوا بادشاہ
ادھر ہے تباک ایک گرد دلیر ۔ سپہ لیکے آیا سوئے اردشیر
اُسے عہد نامہ دیا شاہ کا ۔ ادھر دے سے وہ پہلواں بلگیا
صف آرا ہوئی جب سپہ ہر دو سو ۔ نہ کوئی ہوا شاہ سے رزم جو
ولاور تباک اور یکسر سپاہ ۔ ہوئی شامل یکسر بادشاہ
یہ بہمن کو جس وقت پہنچی خبر ۔ تو غمگیں ہوا بہمن نامور
لکھا اردواں کو یہ احوال سب ۔ کیا پھر امداد لشکر طلب
شتاباں ہوا پھر پے کارزار ۔ سوئے لشکر شاہ عالی تبار
تباک دلاور بفرمان شاہ ۔ مقابل ہوا اُسکے لیکر سپاہ
ہوئی گرم کیں جبکہ فوج تباک ۔ ہوئی بیشتر فوج بہمن ہلاک
خدنگ ایک ناگاہ آکر لگا!! ۔ کہ بہمن کو میدان میں زخمی کیا
پھرا اسکی سپاہ اور سران سپاہ ۔ ہوئے جا کر شاہ گیتی پناہ
اُسے شہ نے مرہون احساں کیا ۔ زر و سیم و گنج و جواہر دیا
جہاندار عازم ہوا بعد ازاں ۔ سوئے شہر رے با سپاہ گراں
شہ اردواں جمع کرکے سپاہ ۔ ہوا لشکر شاہ سے کینہ خواہ!
جوانان جنگی و مردان مرد ۔ رہے تا چہل روز گرم نبرد
لگی چلنے پھر بادِ صرصر وہاں ۔ بسوئے رخ لشکر اردواں
ہوا یار بخت شہ ارجمند ۔ غرض جنگجویانِ غیرتمند
ہوئے حملہ آور سوئے اردواں ۔ کے مقتل گردان جنگ آوراں
سپاہ اردوانکی گریزاں ہوئی ۔ خراب و تباہ و پریشاں ہوئی
شہ اردواں زندہ آیا اسیر ۔ نہ لشکر رہا اور نہ تاج و سریر
ولیکن بحکم شہ کامگار ۔ ہوا کشتہ تیغ زہر آبدار!
پسر چار اسکے کہ تھے نامجو ۔ سپہدار و جنگ آور و کینہ جو!
ہوئے وہ گرفتار اور دو ول ۔ گریزاں ہوئے سوئے ہندوستاں
مظفر ہوا خسرو ذوالکرام ۔ مسخر کیا ملک ایراں تمام

بیان نام ساسانیان باجمال ذکر سلطنت آنہا

بہائیس نصیب شہ اردشیر ۔ چہل سال تھا تاج و زریں سریر
ہوا ملک ایراں کا پھر تاجدار ۔ پھر شاہپور اس کا پسر

رہا سی ووو سال فرمانروا
پسر تھا وہ شاپور سلطان کا
پسر شاہِ بہرام کا بعد ازاں
ازاں بعد بہرام فرخ جواں
ہوا لبعد ازاں نرسی اُسکا پسر
پھر اُسکا پسر اور مزد دلیر
ازاں بعد شاپور اورمزد نام
پھر اک بھائی شاپور سلطان کا
پسر شاہ شاپور کا بعد ازاں
ہوا پورِ شاپور پھر بادشاہ
پھر اُسکا پسر یزدگرد جواں
ہوا بادشاہ پھر جو بہرام گور
پھر اُسکا پسر یزدگرد جواں
دو سال اُسنے کی سلطنت بعد ازاں
ہُوا مسند آرائے شاہنشہی
بعد عشرت و عیش و جاہ و جلال
ہُوا ملک ایران کا بادشاہ
ہُوا جلوہ فرمائے تخت شہی
وے شاہ شیرویہ کو ہفت ماہ
گر ازنکو اخترِ ظلم سوز
سپس دخت آرزم تا چار ماہ
ہوا مسند آرائے فرماندہی
یہ پرویز خسرو کا فرزند تھا
کیا میں نے ختم سخن ایہاں

سپاہ و رعیت کو راضی رکھا
کہ یک سال و نہ ماہ حاکم رہا
ہوا مالک تخت بافروشاں
کہ تھا یعنی وہ ابن بہرامیاں
خداوند اورنگ باکر و فرا!
ہُوا مالک ملک تاج و سریر
جہاں جسکے انصاف سے شاد کام
شہ اردشیر نکو کار تھا
کہ شاپور تھا نام مرد جواں
جہاندار بہرام با عز و جاہ
ہوا مسند آرا بعد فروشاں
خداوند مکنت خداوند زور
اٹھارہ برس تک ہا حکمراں
برادر ہوا شاہ کا حکمراں !
چہل سال کی اُسنے فرماندہی
رہا مسند آرا چہل و ہشت سال
ولیکن رہا حکمراں چند ماہ
سی و ہشت سال اُسنے کی خسروی
میسّر رہا تاج و تخت و کلاہ
رہا حکمراں تا بہ پنجاہ روز
میسّر رہا تاج و تخت و کلاہ
نصیب اُسکے یک ماہ شاہی رہی
جہاندار سلطان کشور کشا
کہ بس لکھ چکے نام ساسانیاں

شہ اورمزد نوجواں بعد ازاں
پھر اُسکا پسر تھا جو بہرام شاہ
وے نام اُس کا بھی بہرام تھا
باقبال و دولت ہُوا بادشاہ
نصیب اُسکے نہ سال فرماندہی
یہ نہ سال حاکم رہا بعد ازاں
سر تخت بیٹھا بجاہ و جلال
ہوا زینت افزائے تخت شہی
ہوا مالک افسر و ملک و مال
جہانگیر جہاندار فرخندہ بخت
سریر خلافت بجاہ و جلال
رہا شصت و سہ سال فرمانروا
ہوا لبعد ازاں جانشین پدر
سپہدار سلطان فیروز نام
ازاں بعد کسریٰ شہ دادگر
ازاں بعد نوشیرواں کا پسر
پھر اُسکا پسر خسرو ذوالکرام
ہوا لبعد ازاں جلوہ گر تخت پر
ہوا بادشاہ آخرش اردشیر
ہوا بعد سلطان پوران دخت
ازاں بعد فرزند نوشیرواں
ہوا مالک مملکت بعد ازاں
غرض یزدگرد خجستہ خصال
جو شمشیر خوانی میں تسطیر تھا

ہُوا رونق افزائے تخت کیاں
رہا حکمراں تا سہ سال و دو ماہ
رہا نوزدہ سال فرماں روا
وے سلطنت اُسنے کی چار ماہ
بہ نیروی اقبال و دولت رہی
جہاندار شاپور خورشید شاں
رہا زیب اورنگ ہفتاد سال
رکھا سر پہ دہ سال تاج مہی
نصیب اُسکے شاہی رہی پنجسال
رہا چاردہ سال با تاج و تخت !
میسّر رہا اُسکو بست و دو سال
رکھا کام عدل و کرم سے صدا!
دلیر و جواں ہرمز نامور
جوانمرد فرخندہ خو ذوالکرام
سر تخت بیٹھا بجائے پدر !
سپہدار ہرمز دو دا اگہر !
جہاندار پرویز خسرو بنام
سپہدار شیرویہ آسا پسر !
رہا تخت پر چھ مہینے دلیر !
وہ شش ماہ رہی زیب دیہیم و تخت
شہ زاد فرخ خجستہ جواں
شہ نامور یزدگرد جواں
رہا دہر میں حکمراں بست سال
سو وہ سبھی کم و کاست میں نے لکھا

خاتمۂ کتاب

سپاس خدائے جہان آفریں
کہ نخل تمنا ہوا بار ور
مراد دل منشی مستمند
غرض نظم دلکش نے پایا نظام
الٰہی شہنشاہ والا گہر
سر تاجداران گردن فراز

ہوا گلشن آرزو تازہ تر
بر آئی بزیر سپہر بلند
بخوبی ہوا شاہنامہ تمام
کہ یہ نامہ جسکے ہوا نام پر
جہاندار عادل رعیت نواز

ہوئی مشکل آساں ہوا شاد دل
ہوا گوہر کامرانی نصیب
نہیں ہے کسی کو ثبات و قرار
خرد پرور قدردان سخن
ابو نصر اکبر خدیو زماں

بر آرندۂ آسمان و زمیں
ہوا بند محنت سے آزاد دل
ہوئی بہجت و شادمانی نصیب
یہ نامہ جہاں میں رہے یادگار
شہ نامور بادشاہ زمن
جہاں میں رہے جبتلک ہے جہاں

تمام شد